

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَسُوْلِہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی روشنی میں

دُنیا کی حقیقت

حصہ اوّل

قیامت کے احوال

اور

جَنّت و جہنّم کے مناظر



مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مکتبہ لدھیانوی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد:

حضرت اقدس محدث العصر مرشدی مولانا محمد یوسف لدھیانوی زید مجدہم کے روزنامہ جنگ کے مشہور کالم ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کی تدوین و طباعت کے بعد آپ کے دیگر مقالات و مضامین کی تدوین و ترتیب کا آغاز کیا گیا۔ صرف عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر آپ کے اتنے مقالات اور مضامین تھے کہ ”تحفہ قلوبانیت“ کی تین ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور مزید جلدوں پر کام جاری ہے۔

”اختلاف امت اور صراط مستقیم“ کے موضوع پر ایک طویل مقالہ تھا۔ احباب کی خواہش ہوئی کہ، روافض کے سلسلے میں تفکک ہے، اس پر مفصل الگ مقالے کی ضرورت ہے، تو ”شیعہ سنی اختلاف اور صراط مستقیم“ کی شکل میں اس کی کو دور کیا گیا، دیگر موضوعات پر مضامین کو ”مقالات یوسفی“ کے عنوان سے سلسلہ وار جمع و ترتیب کا کام شروع ہے اور اس سلسلے کے دو اہم موضوعات پر دو جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

ماہنامہ بینات میں حضرت اقدس کا ایک اہم اور مستقل سلسلہ ”ابواب الزہد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ کے عنوان سے ترمذی شریف کی احادیث کے ترجمہ و تشریح کا تھا۔ جو حضرت بنوری قدس سرہ کی وفات کے بعد سے شروع ہو گیا تھا۔ ترمذی شریف جو حدیث شریف کی مشہور کتاب ہے اور ہمارے مدارس میں اس کتاب کو بہت اہمیت کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے اور ہمارے امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کی تشریحات، اساتذہ کرام اس کتاب کے ضمن میں کرتے ہیں۔ حضرت اقدس نے اس کتاب کو بنیاد بنا کر یہ سلسلہ شروع فرمایا۔ اور اس میں حضرت نے سلسلہ وار احادیث شریف کی تشریح شروع نہیں کی بلکہ ایک اہم باب کا انتخاب فرما کر اس کی توضیح و تشریح شروع فرمائی۔ ان منتخب ابواب میں پہلا باب ”دنیا سے بے

رغمبتی“ کے بارے میں ہے، جس کے تحت مختلف عنوانات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی بے ثباتی کو بیان فرما کر واضح فرمایا ہے کہ دنیا کے اندر رہتے ہوئے کس طرح زندگی گزاری جائے؟“ دوسرے باب میں جنت کے انعامات کا تذکرہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بہت ہی خوب صورت انداز میں بیان کیا گیا ہے، جبکہ تیسرے باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جہنم کی ہولناکی سے خبردار فرمایا ہے۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے جواہر پاروں کے ایک ایک موتی کی قیمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ گویا پھول جھڑ رہے ہیں۔ فصاحت و بلاغت اور تعبیر کا جو انداز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے، حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے عشق و محبت میں ڈوب کر اور امت مسلمہ کی خیر خواہی کے جذبے سے سرشار ہو کر اس کی تشریح فرمائی ہو تو آپ خود ہی اندازہ کر لیں کہ اس کی کیا تاثیر ہوگی۔ ان احباب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی معاونت سے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچی، خصوصاً ”مخدوم مکرم مولانا سعید احمد جلالپوری“ مولانا عبد الشکور، عزیزان محترم مولانا نعیم امجد سلیمی، جناب عبد اللطیف طاہر، حافظ محمد عتیق الرحمن لدھیانوی، کہ جن کی شب و روز مساعی حضرت اقدس کے افادات کی اشاعت کے لئے وقف ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے تمام رفقا اور معاونین کارکنان کو اپنی بے پایاں رحمت کے مطابق جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو امت کے لئے نافع بنائے۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ و صحبہ اجمعین۔

خاکپائے حضرت اقدس

(مفتی) محمد جمیل خاں

نائب مدیر اقراء روضۃ الاطفال و نگران اسلامی صفحہ اقراء جنگ کراچی

فہرست

۳	پیش لفظ
۵	فہرست
۱۱	مقدمہ
	ابواب الزہد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۱۳	دنیا سے بے رغبتی کا بیان
۱۵	دو نعمتوں میں دھوکہ
۲۰	پانچ باتوں کا عہد
۲۷	نیک اعمال میں جلدی کرنا
۲۹	موت کو یاد رکھنا
۳۰	قبر کا منظر
۳۲	حق تعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق
۳۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قوم کو ڈرانا
۳۷	اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کی فضیلت
۴۱	ارشاد نبوی ﷺ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو کم ہنسا کرتے
۴۳	لوگوں کو ہنسانے کے لئے بات کرنا
۴۵	بے مقصد باتوں سے پرہیز کی تاکید
۴۸	کم گوئی کا بیان
۵۰	اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیائی حقارت و ذلت
۵۷	دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے
۵۹	دنیا میں چار آدمیوں کی مثال
۶۵	دنیا کا غم اور اس کی محبت
۶۸	مومن کی عمر کا طویل ہونا
۷۱	اس امت کی عمر ساٹھ سے ستر برس تک
۷۲	زمانہ سمٹ جائے گا

- امیدوں کا کوتاہ ہونا ۷۳
- اس امت کا فتنہ مال ہے ۸۲
- اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوتیں تو تیسری کو تلاش کرتا ۸۳
- بوڑھے کا دل دو چیزوں کی محبت میں جوان ہوتا ہے ۸۵
- دنیا سے بے رغبتی کا مفہوم ۸۷
- اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ۹۴
- بقدر کفایت روزی پر صبر کرنا ۹۸
- فقر کی فضیلت کا بیان ۱۰۵
- فقراء مہاجرین اغنیاء سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے ۱۰۶
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے اہل بیت کی معیشت ۱۱۰
- حضرات صحابہ کرام کی معیشت کا نقشہ ۱۱۷
- اصل مالدار کی دل کا غنی ہونا ہے ۱۳۲
- مال کو اس کے حق کے ساتھ لینے کا بیان ۱۳۴
- مال و جاہ کی حرص سے دین کا نقصان ۱۳۹
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دنیا کی حقیقت ۱۴۱
- دوستی کس سے لگائی جائے ۱۴۴
- انسان کے مال و اولاد اور عمل کی مثال ۱۴۵
- زیادہ کھانے کی ممانعت کا بیان ۱۴۷
- ریا اور دکھلاوے کی مذمت ۱۵۰
- غم کے کنوئیں سے پناہ مانگنے کا بیان ۱۵۹
- نیک عمل سے خوش ہونا ۱۶۱
- انسان کا حشر اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے ۱۶۳
- اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا ۱۷۰
- نیکی اور بدی کا بیان ۱۷۶
- محض حق تعالیٰ شانہ کی خاطر کسی سے محبت رکھنا ۱۷۹
- محبت کی اطلاع دینے کا بیان ۱۸۹

۱۹۰	کسی کے منہ پر تعریف کرنا
۱۹۲	صاحب ایمان کی رفاقت
۱۹۶	مصائب پر صبر کرنا
۲۰۴	آنکھوں کی بینائی جاتی رہنے کا بیان
۲۱۱	زبان کی حفاظت کا بیان
۲۱۷	زہد و عبادت میں اعتدال
۲۱۹	اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے انسانوں کو خوش کرنا
	ابواب صفۃ القیامۃ عن رسول اللہ ﷺ
۲۲۱	قیامت کا بیان
۲۲۳	حساب اور بدلے کا بیان
۲۳۴	قیامت کے دن کے پسینے کا بیان
۲۳۹	حشر کا بیان
۲۴۹	قیامت کے دن کی پیشی
۲۵۴	اللہ تعالیٰ کا بندے کو بھلا دینا
۲۵۸	صور پھونکنے کا بیان
۲۶۳	پل صراط کا بیان
۲۶۹	شفاعت کا بیان
۲۷۷	اہل کبار کے لئے شفاعت
۲۸۱	بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخلہ کی شفاعت
۲۹۹	حوض کوثر کا بیان
۳۰۰	حوض کوثر کے برتنوں کا بیان
۳۴۳	کاشانہ نبوت کی معیشت کا نقشہ
۳۴۸	صحابہ کرام کے زہد کا بیان
۳۵۵	دنیا کے پیٹ بھرے آخرت میں بھوکے ہوں گے
۳۵۶	صحابہ کرام کا عام لباس
۳۵۷	رضائے الہی کی خاطر اچھا لباس ترک کرنے کی فضیلت

- ۳۶۰..... ضرورت سے زیادہ عمارت بنانا
- ۳۶۵..... حضرات صحابہؓ کے ایثار و مروت کا نقشہ
- ۳۶۹..... فضیلت شکر
- ۳۷۰..... وہ کون ہے جس پر دوزخ حرام ہے
- ۳۷۱..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی معمولات
- ۳۷۲..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق
- ۳۷۳..... غرور و تکبر اور خود بینی کا انجام
- ۳۷۴..... متکبروں کا انجام
- ۳۷۷..... غصہ کو پی جانے کی فضیلت
- ۳۷۸..... تین خوبیاں
- ۳۷۹..... عظمت و جلال الہی
- ۳۸۷..... مومن اور فاجر کی مثال
- ۳۹۱..... غلطی کے بعد توبہ
- ۳۹۲..... ایمان کا تقاضا
- ۳۹۸..... شہادت کی سزا
- ۴۰۱..... کسی کی نقل اتارنا
- ۴۰۶..... آپس کے اختلافات کی نحوست
- ۴۱۰..... ظلم اور قطع رحمی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے
- ۴۱۱..... صابروں کا کون ہے اور کون نہیں؟
- ۴۱۴..... غیبت و حضور
- ۴۱۸..... مومن کامل کی شناخت
- ۴۲۱..... اسباب اور توکل
- ابواب صفۃ الحجۃ عن رسول اللہ ﷺ
- ۴۲۹..... جنت کا بیان
- ۴۳۱..... جنت کے درختوں کی شان
- ۴۳۷..... جنت اور جنت کی نعمتوں کی شان

- ۴۳۹..... جنت کے بالا خانے
- ۴۴۰..... جنت میں چاندی اور سونے کے برتن اور سامان
- ۴۴۲..... جنت کے درجات
- ۴۴۹..... خواتین جنت
- ۴۵۳..... اہل جنت کی اپنی بیویوں سے مقاربت
- ۴۵۴..... اہل جنت کی شان
- ۴۵۹..... اہل جنت کا لباس
- ۴۶۱..... جنت کے پھلوں کی شان
- ۴۶۲..... جنت کے پرندوں کی شان
- ۴۶۳..... جنت کے گھوڑوں کی شان
- ۴۶۵..... اہل جنت کی عمروں کا بیان
- ۴۶۷..... اہل جنت کی کتنی صفیں ہوں گی
- ۴۶۹..... جنت کے دروازوں کا بیان
- ۴۷۲..... جنت کے بازار کا ذکر
- ۴۷۹..... جنت میں دیدار الہی
- ۴۸۷..... اللہ تعالیٰ اہل جنت سے ہمیشہ راضی ہوں گے
- ۴۸۸..... اہل جنت کا بالا خانوں میں ایک دوسرے کو دیکھنا
- ۴۹۰..... اہل جنت بھی ہمیشہ رہیں گے اور اہل جہنم بھی
- ۴۹۶..... جنت کے گرد مشقتوں کا احاطہ
- ۴۹۸..... جنت اور دوزخ کی باہمی گفتگو
- ۴۹۹..... ادنیٰ جنتی کے ناز و نعمت کا بیان
- ۵۰۲..... حوران بہشتی کا ترانہ
- ۵۰۳..... جنت کی نہروں کا بیان
- ۵۰۳..... جنت کی دعا اور دوزخ سے پناہ
- ۵۰۴..... تین لائق رشک حضرات
- ۵۰۵..... تین شخص اللہ کے پیارے

- فرات سے خزانے کا ظاہر ہونا ۵۰۶
- تین شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں اور تین مبغوض ۵۰۷
- ابواب صفۃ الجہنم عن رسول اللہ ﷺ
- جہنم کا بیان ۵۰۹
- جہنم کے حالات ۵۱۱
- جہنم سے ایک گردن نکلے گی ۵۱۲
- جہنم کی گہرائی ۵۱۳
- جہنم میں آگ کا پہاڑ ۵۱۴
- دوزخ میں دوزخیوں کی جسامت ۵۱۴
- دوزخیوں کے پینے کا بیان ۵۱۶
- دوزخیوں کے کھانے کا بیان ۵۲۲
- دوزخ کی زنجیروں کی لمبائی ۵۲۶
- دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے ۵۲۸
- جہنم کی آگ کے دو سانسوں اور اہل توحید کے جہنم سے نکالے جانے کا بیان ۵۳۰
- اہل ایمان کو دوزخ سے نکالنے کا حکم ۵۳۲
- سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والے کا قصہ ۵۳۴
- رحمت خداوندی سیئات، حسنات میں بدل دے گی ۵۳۶
- اہل ایمان کی دوزخ سے رہائی ۵۳۸
- جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہوگی ۵۴۳
- دوزخ میں جس شخص کو سب سے کم عذاب ہو گا وہ کون ہے؟ ۵۴۴
- جنتی کون ہے اور دوزخی کون؟ ۵۴۶
- اہل جنت کے اوصاف ۵۴۷
- دوزخیوں کے اوصاف ۵۴۷

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

میرے مربی و شیخ حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ کی خواہش تھی کہ ”ماہنامہ پینات“ میں ایک تو قرآن کریم کی تفسیر کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ دوسرا حدیث پاک کا، تیسرا فقہی مسائل کا اور چوتھا سلف صالحین کے حالات و واقعات کا۔ تاکہ امت کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچے۔

حدیث پاک کے سلسلہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس ناکارہ کو ارشاد فرماتے تھے کہ ترمذی شریف کا ”ابواب الزہد“ بہت جامع اور بے نظیر ہے، میں اس کا سلسلہ شروع کر دوں، مگر یہ ناکارہ دو وجہ سے اس ارشاد کی تعمیل میں مقصر تھا۔ ایک یہ کہ ارشادات نبوت کی ترجمانی بڑی نازک ذمہ داری ہے، کسی حدیث کی تشریح خدا نخواستہ فٹائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو گئی تو ”فلیتنبوء مقعلا من النار“ کا اندیشہ ہے (معاذ اللہ منہ) دوسرے یہ کہ ایک دنیا کے کتے کا، جو سر سے پاؤں تک دنیا کی نجاست میں لت پت ہو اور جس کے ظاہر و باطن میں دنیا ہی دنیا ہو، ”زہد“ پر کچھ لکھنا ”لم نقولون ما لا نفعلون“ کا مصداق ہے جو بجائے رضائے الہی کے ”کبر مقتا عند اللہ“ کا موجب ہے۔ (معاذ اللہ منہ)

لیکن حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ اس ناکارہ کی معذرت کے باوجود مختلف مواقع میں اس کے لئے ارشاد فرماتے رہے، بالآخر اس ناکارہ نے حضرت رحمہ اللہ سے وعدہ کر لیا۔ ابھی اس سلسلہ کو شروع کرنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت رحمہ اللہ رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے، اور ہم یتیم ہو گئے، طبیعت بچھ گئی، زندگی بے کیف ہو گئی اور اس موضوع پر لکھنے کا خیال ہی ذہن سے نکل گیا۔

توڑ بیٹھے جب کہ ہم جام و سیو پھر ہم کو کیا
آسمان سے بادۂ گلغام گر برسا کرے

اور جب حضرت رحمہ اللہ سے کئے ہوئے وعدے کا احساس ہوا تو افسوس ہوا کہ اگر حضرت رحمہ اللہ کی حیات طیبہ میں یہ کام ہوتا تو بے شمار دعائیں بھی ملتیں اور جہاں غلطی ہوتی اس کی اصلاح بھی ہو جاتی، اس لئے اس ناکارہ نے سیدی و مرشدی حضرت الشیخ رحمۃ العصر برکۃ اللہ ہر مولانا الحاج الحافظ محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی مدظلہم العالی سے درخواست کی کہ یہ خدمت کسی اور کے سپرد فرما دی جائے اور جو وعدہ کر چکا ہوں اس سے حکماً روک دیا جائے۔ مگر حضرت شیخ (متعنا اللہ بطول حیاتہ المبارکہ الطیبہ) نے اس درخواست کو قبول نہیں فرمایا، بلکہ ایقائے وعدہ کا حکم فرمایا، اس لئے ناچار یہ سلسلہ تو کھلا "علی اللہ شروع کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت و عنایت سے توفیق و سداد عطا فرمائے، اسے اس ناکارہ کے لئے اوپر قارئین کیلئے اپنی رضا اور قرب کا ذریعہ بنائے اور قیامت کے دن حضرات سیخین اور دیگر خدام بارگاہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۰۔ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

دُنیا سے بے رغبتی

آبواب الزُّہد عن سُولِ شَمِیْلٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

بسم الله الرحمن الرحيم

دو نعمتوں میں دھوکہ

باب

الصَّحَّةُ وَالْفَرَاغُ نِعْمَتَانِ مَقْبُولَتَانِ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَسُوَيْدُ بْنُ نَصْرِ قَالَ صَالِحُ :
 حَدَّثَنَا، وَقَالَ سُؤَيْدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ
 أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ : نِعْمَتَانِ مَقْبُولَتَانِ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصَّحَّةُ وَالْفَرَاغُ .
 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ
 ابْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .
 قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ
 وَرَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ أَبِي هِنْدٍ فَرْتَمَوْهُ وَأَرْفَعَهُ بَعْضُهُمْ
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ أَبِي هِنْدٍ .

ترجمہ : ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں ہیں صحت اور فراغت۔“

تشریح : اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آنے والے ہر عاقل و بالغ کو ایک تاجر کے ساتھ تشبیہ دی ہے، گویا دنیا ایک تجارتی منڈی ہے، آدمی کی عمر عزیز اس کا رأس المال ہے اور جس سامان کو وہ بھر رہا ہے وہ اس کے اعمال ہیں۔

اہل عقل کسی تجارت میں سرمایہ لگاتے ہیں تو نفع کی امید پر ہی لگاتے ہیں اور کوئی شخص بھائی ہوش و حواس اپنے رأس المال کو خسارے کی سرمایہ کاری میں ڈبونا نہیں چاہتا کہ نفع کے بجائے اصل سرمایہ ہی غارت ہو کر رہ جائے۔

تجارت سے نفع کمانے کے لئے تاجر کو چند چیزوں کا اہتمام کرنا ہوتا ہے اول یہ کہ وہ اچھی طرح غور کر لے کہ میں جس چیز میں سرمایہ کاری کر رہا ہوں وہ منافع کی ہے یا خسارے کی؟ دوم یہ کہ جس شخص سے معاملہ کرے اس کے بارے میں اطمینان کر لے کہ وہ لائق اعتماد بھی ہے یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ کاروبار نہایت دیانت، اصول پسندی اور محنت و استقلال کے ساتھ کرے، چوتھے یہ کہ اپنے قیمتی سرمایہ کو فضول خرچی اور تعیش پسندی میں برباد نہ کرے، درنہ کچھ ہی عرصے میں اس کا اصل سرمایہ اڑ جائے گا اور اس کی تجارت ناکام ہو جائے گی۔

ان امور کو سامنے رکھ کر اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی پر غور فرمائیے۔ یہ دنیا ایک منڈی ہے، یہاں سے اعمال کا مال بھر کر آپ کو دساور (آخرت میں) لے جانا ہے اور وطن سے آپ عمر عزیز کا ایک محدود سرمایہ لے کر آئے ہیں اور یہ نقدی اتنی قیمتی اور انمول ہے کہ اس کا ایک ایک لمحہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے، یعنی دنیا کی ساری دولت اور

روس، چین اور امریکہ و برطانیہ کے سارے خزانے ایک آدمی کے ایک سانس کی قیمت نہیں، لیکن افسوس ہے کہ اس انمول جوہر میں سب سے بڑا اور لاعلاج نقص یہ ہے کہ اس کو بقا و قرار نہیں، یہ دھوپ میں رکھی ہوئی برف کی طرح پگھلتا رہتا ہے اس کی مثال پانی کی اس ٹنگی کی ہے جس میں ذرا سا سوراخ ہو، اور پانی مسلسل اس سے ٹپکتا رہے، گویا اس سرمایہ کی خصوصیت یہ ہے کہ تم اسے خرچ کرو یا نہ کرو یہ خود بخود خرچ ہوتا رہے گا، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں صوفیا کے پاس بیٹھا ہوں اور ان کی صحبت سے فائدہ اٹھایا ہے، جو سب سے قیمتی بات میں نے ان سے حاصل کی، وہ یہ ہے کہ ”وقت ایک تلوار ہے، اگر تم اس کو نہیں کاٹو گے تو یہ تمہیں کاٹ دیگا۔“

بہر حال آدمی کا یہ قیمتی سرمایہ جو بد قسمتی سے زوال پذیر بھی ہے اگر کسی ایسی چیز میں لگ رہا ہے جو اس سے قیمتی ہے تب تو اس کی تجارت نفع کی ہوئی اور اگر اس نے اس سرمایہ کو کسی گھٹیا چیز پر خرچ کر دیا تو معلوم ہو گا کہ اس شخص کو تجارت کا سلیقہ نہیں آتا، ورنہ یہ خسارے کی سرمایہ کاری نہ کرتا۔ اسی طرح اگر اس نے اس سرمایہ سے کام بھی نہ لیا اور وہ برف کی طرح پگھل پگھل کر ضائع ہو گیا تب یہ شخص احمق متصور ہو گا۔ اسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں یوں ارشاد فرما رہے ہیں کہ صحت و فراغت دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں ہیں۔ یعنی عمر کا سرمایہ آخرت کی تجارت میں لگانے کے لئے صحت اور فراغت درکار ہے، اول تو یہ دونوں چیزیں بیک وقت بہت کم لوگوں میں میسر آتی ہیں، ایک آدمی صحت مند ہے مگر اس کو دھندے سے فرصت نہیں، ایک کو فرصت ہے مگر صحت نصیب دشمنال ہے۔

اور اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے صحت دی ہے اور بقدر ضرورت معاش بھی اسے حاصل ہے تو اسے ان نعمتوں کی قدر نہیں۔ وہ انہیں یا تو دنیا کا کوڑا جمع کرنے میں ضائع کر رہا ہے یا گپ شپ، سیرو تفریح اور لغو و لالیعنی چیزوں میں برباد کر رہا ہے آج اس کو کچھ احساس نہیں کہ اس کا کتنا بڑا خزانہ خود اس کے اپنے ہاتھوں لٹ رہا ہے، حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اہل جنت کو کوئی

حسرت نہیں ہوگی صرف ایک حسرت انہیں بھی رہے گی کہ انہوں نے اپنی عمر کا قیمتی حصہ بے مقصد کیوں ضائع کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ انسانی عمر کے لمحات قیامت کے دن ڈبیوں کی شکل میں آدمی کے سامنے پیش ہوں گے۔ جس ڈبیہ سے نیک عمل نکلے گا اس پر اسے بے حد خوشی ہوگی، جس ڈبیہ سے برا عمل نکلے گا اس پر اسے نہایت ندامت اور شرمساری ہوگی اور جو ڈبیہ ضائع نکلے گی اس پر اسے حسرت و پشیمانی ہوگی۔

اور بعض لوگ اس گوہر بے بہا کو خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں میں خرچ کرتے ہیں، انکی مثال ایسی ہے کہ کسی کے پاس سونے چاندی، ہیرے اور جواہرات کا ذخیرہ ہو اور وہ اس کو سانپوں، بچھوؤں اور کیڑے مکوڑوں کے جمع کرنے پر خرچ کرے، الغرض جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے عقل و بصیرت عطا فرمائی ہے اور وہ اپنی عمر کو اس سے زیادہ قیمتی چیز پر خرچ کر رہے ہیں وہ تو نفع میں ہیں۔ ان کے علاوہ وہ سارے لوگ خسارے میں ہیں جن کی صحت و فراغت اور زندگی کی تمام صلاحیت یا تو رایگان جا رہی ہے یا دنیا کا پاخانہ جمع کرنے پر خرچ ہو رہی ہے، یا گناہوں کے سانپ اور بچھو سمیٹنے میں لگ رہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحت و فراغت کو نعمت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے بہت ہی کم لوگ ہیں ورنہ اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اس نعمت کی ناشکری کے مرتکب ہیں۔ ان کو یہ نعمتیں بغیر کسی محنت کے مفت مل گئی ہیں اس لئے انہیں آج ان کی کوئی قدر نہیں، ان کی قدر کل ہوگی جب یہ دولت ان سے چھن جائے گی، اور وہ خالی ہاتھ بیک بینی و دو گوش اس محفل سے اٹھائے جائیں گے۔

ایک جوہری جو اپنے جوہر کی قدر و قیمت سے شناسا ہو، اس کی قیمت وصول کرنے کے لئے کباڑیوں کی دکان پر نہیں جایا کرتا، نہ وہ بھگیوں کے محلہ میں اس کی قیمت لگاتا ہے وہ کسی قدر شناس بادشاہ کی بارگاہ کا رخ کیا کرتا ہے جو اس انمول موتی کی قیمت بھی پوری پوری ادا کر دے اور گوہر کے باب عالی

میں پیش کرنے پر انعام و خلعت سے بھی نوازے۔

انسانی زندگی کے جوہری انبیاء کرام علیہم السلام ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ جو ہر کتنا قیمتی ہے، اسے کون خرید سکتا ہے اور اس کی قیمت کیا ہو سکتی ہے؟ اس لئے وہ انسانوں کو دنیا کے کباڑ خانے میں اس کی نیلام چکانے، نادار مخلوق کے ہاتھ اسے فروخت کرنے سے منع کرتے ہیں۔ وہ انسانیت کو بتاتے ہیں کہ قدرت کا یہ عطیہ، جسے تم زندگی کہتے ہو، اتنا قیمتی ہے کہ اس دنیا کے سارے خزانے اس کے مقابلے میں پتھروں کے ڈھیر ہیں کیا تم یہ ہیرا ہاتھ سے دے کر پتھر خرید لو گے؟ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی تمہاری زندگی کی قیمت ادا نہیں کر سکتا، اور ساری دنیا اپنی نعمتوں اور لذتوں سمیت اس ہیرے کی قیمت نہیں بن سکتی۔ اس کی قیمت صرف شہنشاہ مطلق ہی ادا کر سکتا ہے اور اس کی قیمت دائمی اور ابدی زندگی ہی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل ارشاد میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے:

.. إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ
وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ * يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًا عَلَيْهِ
حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِنَيْعِكُمْ
الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

(التوبة = ۱۱۱)

پانچ باتوں کا عمد

باب

مَنْ اتَّقَى الْمَحَارِمَ فَهُوَ أَعْبَدُ النَّاسِ

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا جَعْفَرُ ابْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي طَارِقٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَأْخُذْ عَنِّي هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ يَعْلَمُ مَنْ يَعْمَلُ بِهِنَّ ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَقُلْتُ : أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَأَخَذَ بِيَدِي فَقَدْ خَشَا وَقَالَ : اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ ، وَأَرْضَ بِمَا قَسَمَ اللَّهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ ، وَأَحْسِنْ إِلَى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا ، وَاجِبٌ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا ، وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمَيِّتُ الْقَلْبَ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ جَعْفَرِ ابْنِ سُلَيْمَانَ وَالْحَسَنِ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ شَيْئًا هَكَذَا ارْوَى عَنْ ابْنِ أَبِي زَيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ ، قَالُوا لَمْ يَسْمَعْ الْحَسَنُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، وَرَوَى أَبُو عُبَيْدَةَ الدَّائِمِيُّ عَنِ الْحَسَنِ هَذَا الْحَدِيثَ قَوْلَهُ : وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جو مجھ سے یہ کلمات لے۔ پس ان پر خود عمل کرے یا کسی کو بتادے جو ان پر عمل کر سکے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ! میں لوں گا؟ پس آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ باتیں شمار کیں اور فرمایا :

۱: اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرو، سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے۔

۲: اللہ نے تقسیم کر کے جو حصہ تمہیں دے دیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ سب سے بڑے غنی ہو جاؤ گے۔

۳: ہمسایہ سے حسن سلوک کرو مومن بن جاؤ گے۔

۴: لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو مسلمان بن جاؤ گے۔

۵: زیادہ نہ ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسی سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔“

تشریح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد واجب العمل ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی تکمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس کے باوجود آپ کا یہ فرمانا کہ کون ہے جو مجھ سے یہ کلمات سیکھ لے؟ مزید اہتمام کے لئے تھا اور واقعی یہ پانچ اصول جو اس حدیث میں ارشاد ہوئے ہیں بہت ہی قیمتی ہیں اس لئے آپ نے بڑے ہی اہتمام سے حضرت ابو ہریرہؓ کا ہاتھ پکڑ کر اور ایک، دو، تین، چار، پانچ تک گن کر ان کی تعلیم دی۔

اور پھر مزید اہتمام کے لئے یہاں تک فرمایا کہ سیکھ تو ہر شخص لے، پھر اگر خدا نخواستہ ان پر خود عمل نہ کر سکے تو کسی دوسرے کو بتادے تاکہ وہ اس پر عمل کر سکے، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دین اور حکمت کی بات کا سیکھ

لینا نفع سے خالی نہیں۔ کبھی نہ کبھی آدمی کو اس پر عمل کی توفیق ہو ہی جاتی ہے اور نہ بھی ہو تو دوسروں کو بتا کر عمل کے راستے پر ڈال سکتا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ بے عمل آدمی بھی دین کی بات بتا سکتا ہے، دین کی باتوں کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسا بیماریوں کے نسخے اب اگر کسی مریض کو اپنی بیماری کا نسخہ تو معلوم ہے مگر اس نسخے کا استعمال نہیں کرتا، یا علاج میں پرہیز سے کام نہیں لیتا تو یہ اس کی محرومی ہے، لیکن وہ دوسرے مریضوں کو نسخہ تو بتا سکتا ہے، اور اگر وہ اس کا صحیح استعمال کر لیں تو ضرور شفا یاب ہوں گے، بلکہ ان کو شفا یاب دیکھ کر پہلے مریض کی بھی ہمت بڑھے گی اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گا کہ جب دوسرے لوگوں کو اس کے بتائے ہوئے نسخے سے شفا یابی ہو رہی ہے تو وہ کیوں محروم رہے، الغرض عالم بے عمل کی حالت قابل افسوس بلکہ قابل رحم ہے کہ اسے حکمت نبوت کے نسخے معلوم ہیں، مگر وہ اس سے محروم ہے لیکن دوسرے لوگوں کو اس کی بے عملی اور محرومی پر نظر نہیں رکھنی چاہئے۔ بلکہ اس سے دینی حکمت کی باتیں سیکھ کر ان پر عمل کرنا چاہئے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان باتوں پر خود عمل کرے، یا کسی ایسے شخص کو سکھا دے جو اس پر عمل کر سکے۔

۱: پہلی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ ”حرام سے بچو سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے۔“ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں ”حرام“ میں وہ چیزیں بھی شامل ہیں جن کا کرنا ممنوع ہے، مثلاً ”زنا۔ چوری۔ سود۔ رشوت“ وغیرہ وغیرہ اور وہ چیزیں بھی داخل ہیں جن کا چھوڑنا حرام ہے، مثلاً ”نماز چھوڑنا، زکوٰۃ چھوڑنا، اور روزہ چھوڑنا، غرض انسان کے ذمے جو چیزیں فرض یا واجب ہیں ان کا چھوڑنا حرام ہے، اب اس ارشاد نبویؐ کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بڑا عبادت گزار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض و واجبات کا پابند ہو، اور اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرتا ہو۔ بہت سے لوگ نوافل اور مستحبات کا تو بہت اہتمام کرتے ہیں مگر فرائض سے بے پروائی کرتے ہیں۔ مثلاً ”ایک شخص کے ذمہ قضا نمازیں ہیں۔“

ان کی ادائیگی کی فکر نہیں کرتا مگر نوافل پڑھ رہا ہے۔ تہجد اور اشراق تک کی پابندی کر رہا ہے یا مثلاً "ایک شخص کے ذمہ کئی سالوں کی زکوٰۃ فرض ہے یا لوگوں کے قرضے یا غصب کی ہوئی چیزیں اس کے ذمہ ہیں" یہ شخص ان کو تو ادا نہیں کرتا مگر نقلی صدقہ و خیرات میں لگا ہوا ہے، مسجد بنا رہا ہے، مدارس کو چندہ دے رہا ہے، رفاہ عامہ کے کاموں میں روپیہ لگا رہا ہے، لوگ سمجھتے ہیں یہ بڑا سخی ہے، بڑا عبادت گزار ہے، مگر درحقیقت یہ نہ سخی ہے، نہ عبادت گزار۔ اگر یہ عبادت گزار ہوتا تو سب سے پہلے ان حقوق و فرائض کو ادا کرتا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ لگائے تھے اور جب ان سے فارغ ہو جاتا تب نقلی صدقہ و خیرات کرتا، فرائض کو چھوڑ دیتا اور نقلی عبادات یا مستحبات کی فرائض جیسی پابندی کرنا، اس سے دین میں تحریف پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو اصل دین قرار دیا تھا ان کی حیثیت ثانوی رہ جاتی ہے اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اہم نہیں تھیں ان کو دین و ایمان کا درجہ مل جاتا ہے آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعض لوگ نماز، روزہ کے تارک ہیں، زکوٰۃ انہوں نے کبھی نہیں دی، میراث میں لڑکیوں کو حصہ وہ نہیں دیتے، سودی کاروبار سے ان کو پرہیز نہیں، دیگر صریح محرمات کے وہ مرتکب ہیں، معاملات میں جھوٹ، دغا، فریب، بھی کچھ کرتے ہیں مگر ہفتہ میں ایک خاص دن اور مہینے میں ایک خاص تاریخ کو کھانا کھانا ان کے نزدیک ایسا ضروری ہے کہ جو شخص اس کا تارک ہو وہ دائرہ اہل حق بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

۲: اہل دنیا مالدار اور غنی اس شخص کو سمجھتے ہیں جس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو، جتنی دولت کسی کے پاس زیادہ ہو وہ اتنا ہی بڑا مالدار سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر بنظر بصیرت دیکھا جائے تو مال و دولت سے آدمی غنی نہیں ہوتا بلکہ زیادہ محتاج ہوتا ہے، جو شخص جتنا زیادہ مالدار ہے اتنا ہی زیادہ فقیر ہے۔ بقول سعدیؒ:

”آنا نکہ غنی تراند محتاج تراند“

وجہ اس کی یہ ہے کہ غنی وہ شخص کہلاتا ہے جو مستغنی ہو، اور اس کو کسی کی احتیاج نہ ہو، اور فقیر محتاج کو کہتے ہیں۔ اب دنیا دار لوگ جتنے زیادہ مالدار ہوتے جائیں گے اسی قدر ان کی محتاجی اور ضرورت بھی بڑھتی جائے گی۔ مثلاً "غریب آدمی کو دس روپے کی ضرورت ہوگی تو سیٹھ صاحب کو دس لاکھ کی ضرورت ہے۔ غریب آدمی دس روپے کا محتاج ہے تو یہ بے چارہ دس لاکھ کا محتاج ہے۔ تو جتنا مال بڑھے گا اتنی ہی ضروریات بڑھیں گی اور اسی قدر فقر (حاجت مندی) میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے مال و دولت کا کوڑا جمع کر رکھا ہے اور اپنا دین بھی اسی میں غارت کر دیا ہے ان کو غنی کہنا غلط ہے، وہ بے چارے تو ضرورت مند ہیں، محتاج ہیں، فقیر ہیں۔ سوال ہو گا کہ پھر غنی کون ہے اس کے جواب میں کہا جائے گا: سیر چشم۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔

جس آدمی کو کھانے کی احتیاج ہو وہ بھوکا ہے اور جس شخص کی یہ حاجت پوری ہو جائے اور اس کا پیٹ بھر جائے وہ "سیر شکم" کہلاتا ہے، ایسے آدمی کو آپ اصرار کے ساتھ اچھی سے اچھی اور لذیذ سے لذیذ غذا بھی کھلانا چاہیں تو اسکی طبیعت اس کو قبول نہیں کرے گی، اس کا جواب یہی ہو گا کہ میرے پیٹ میں گنجائش نہیں ہے، تو "سیر شکم" آدمی وہ ہے جس کے پیٹ میں مزید گنجائش نہ رہے اور اسے کھانے کی اشتہا اور بھوک نہ رہے، بلکہ ایک خاص درجے میں کھانے سے نفرت ہو جائے۔

ٹھیک اسی طرح غنی وہ "سیر چشم" ہے کہ مال و دولت سے اس کا پیٹ بھر جائے جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کو دیدیا ہے وہ اس پر قانع ہو جائے، بلکہ زائد از ضرورت مال حاصل کرنے سے اسے ایک گونہ نفرت ہو جائے۔ اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت وغیرہ کا جتنا حصہ تم کو دیدیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ، سب سے بڑے غنی بن جاؤ گے۔ یہ ہے مالدار بننے کا وہ نسخہ کیمیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔

صاحب مرقات نے حضرت الشیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ سے نقل کیا

ہے کہ کسی نے آپ سے کیمیائی نسخہ پوچھا تو فرمایا، بس دو باتیں۔ ایک یہ کہ مخلوق سے اپنی نظر ہٹا لو، اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ سے یہ طمع ختم کر لو کہ جتنا کچھ وہ تمہارے حصہ میں لکھ چکا ہے اس کے علاوہ بھی تمہیں کچھ دیگا۔ اور حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل کیا ہے:

”یقین رکھو کہ تمہارا مقوم بغیر طلب کے بھی تمہیں مل کر رہے گا، اور جو کچھ تمہاری قسمت میں نہیں وہ تمہاری حرص اور جدوجہد کے بعد بھی نہیں ملے گا۔ اس لئے صبر کو لازم پکڑو اور قناعت کا شیوہ اختیار کرو تاکہ رب ذوالجلال تم سے راضی ہو جائے۔“

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص تھوڑے رزق پر اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ غنی بننے کا نسخہ قناعت ہے کہ جتنا کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا کر رکھا ہے اس سے آدمی کی نیت بھر جائے، اور دنیا سمیٹنے کی حرص اس کے دل سے نکل جائے۔ جب تک یہ دولت میسر نہ ہو تب تک ہزار قسم کے ساز و سامان کے باوجود بھی آدمی فقیر ہے۔

۳: تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کرو مومن ہو جاؤ گے، ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کی بہت ہی تاکید ہے، اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ہمسائے میں رہتے ہوئے کوئی نہ کوئی ناگوار بات آدمی کو پیش آتی ہی رہتی ہے اور پھر ہمسائے کے بہت سے نجی حالات اور گھریلو معاملات آدمی کو معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے بہت ہی کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہمسائیگی کے حقوق صحیح طور پر بجالائیں۔ ورنہ اکثر لڑائی جھگڑا کھڑا رہتا ہے۔

علا فرماتے ہیں کہ اگر نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیا جائے تو یہ صرف مکافات ہے اور اگر نیکی کا بدلہ برائی کے ساتھ دیا جائے تو یہ کمینہ پن ہے اور اگر برائی کا بدلہ بھلائی کے ساتھ دیا جائے تو یہ احسان ہے۔ اور حدیث

پاک میں اسی احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کی غلط ریس کرنے والے نہ بنو، کہ تم یوں کہنے لگو کہ اگر لوگ ہم سے بھلائی کریں گے تو ہم بھی ان سے بھلائی کریں گے۔ اور اگر وہ ہم سے برائی کے ساتھ پیش آئیں گے تو ہم بھی یہی کریں گے، نہیں! بلکہ اگر تم سے دوسرے لوگ برائی کریں تو تم ان سے بھلائی کرو۔

ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک میں بہت سی باتیں شامل ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے حقوق پورے بجا لائے۔ اسکی ایذاؤں پر صبر کرے اور اسکی بھلائی اور خیر خواہی میں بھی کوتاہی نہ کرے۔

۴: چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ تم دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، مسلمان ہو جاؤ گے، گویا ایک سچے مسلمان کی علامت یہ ہے کہ وہ سب کے لئے سراپا خیر ہو، ایک حدیث میں ہے کہ مومن سراپا الفت ہوتا ہے اور اس شخص میں ذرا بھی خیر نہیں جو نہ خود کسی کے ساتھ الفت سے پیش آئے، نہ دوسرے لوگ اسے اس نظر سے دیکھیں، ایک اور حدیث میں ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان مامون رہیں۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کیا کروں گا۔

کوئی یہ پسند نہیں کرے گا کہ دوسرے لوگ اسکی جان و مال اور عزت و آبرو کی طرف ہاتھ اٹھائیں یا اس کے ساتھ دغا، فریب اور دھوکا کریں۔ یا اس کے جائز حقوق غصب کریں، اسی طرح ایک سچے مسلمان کی علامت یہ ہے کہ وہ بھی ان تمام باتوں سے پرہیز کرے۔ کسی مسلمان کو ایذا نہ پہنچائے، کسی کی غیبت کے ساتھ اپنی زبان ملوث نہ کرے، کسی کی عزت و آبرو کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔ الغرض جن جن چیزوں کو اپنے لئے پسند نہیں کرتا ان سے خود بھی پرہیز کرے۔

نیک اعمال میں جلدی کرنا چاہیے

باب

مَاجَاءَ فِي الْمُبَادَرَةِ بِالْعَمَلِ

حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ هُرُونَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : بَادِرُوا
بِالْأَعْمَالِ سَبْعًا هَلْ تَنْتَظِرُونَ إِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا ، أَوْ غِنًى مُطْفِئًا ، أَوْ مَرَضًا
مُفْسِدًا ، أَوْ هَرَمًا مُفْنِدًا (۱) ، أَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا ، أَوْ الدَّجَالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ ،
أَوْ السَّاعَةِ فَالسَّاعَةُ أَذَقَى وَأَمَرُ . قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ
مِنْ حَدِيثِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ هُرُونَ ،
وَقَدْ رَوَى بِشْرُ بْنُ عَمْرٍو وَغَيْرُهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ هُرُونَ هَذَا . وَقَدْ رَوَى مَعْمَرُ
هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَعْدٍ الْمُتَمَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَالَ : تَنْتَظِرُونَ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات چیزوں سے پہلے
نیک اعمال جلدی سے کرلو۔ تمہیں کس چیز کا انتظار ہے
سوائے ایسے فقر کے جو آدمی کو اپنے آپ سے بھلا دے، یا
ایسی مالداری کا جو آدمی کو سرکش بنا دے، یا ایسی بیماری کا جو
جسم کو ناکارہ کر دے، یا ایسے بڑھاپے کا جو آدمی کو سٹھیا دے،
یا موت کا جو یہاں سے کوچ کرا دے، یا دجال کا پس دجال
ایک غائب شر ہے جس کا انتظار ہے، یا قیامت کا، پس قیامت
بہت ہی ہولناک اور تلخ حقیقت ہے۔“

تشریح : اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عمر، صحت اور فراغت کی نعمت سے نوازا ہو، اسے زندگی کے ہر لمحہ کو غنیمت سمجھ کر نیک اعمال اور آخرت کی تیاری میں خرچ کرنا چاہئے، خدا جانے کل کیا مانع پیش آجائے اور آدمی آخرت کے لئے نیک اعمال کا خاطر خواہ ذخیرہ جمع نہ کر سکے۔

نفس و شیطان آدمی کو پٹی پڑھاتے ہیں کہ میاں! ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے، چار دن خوب عیش کر لو، اور پھر توبہ کر لینا اور نیک عمل بھی کر لینا۔ ابھی کیا جلدی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی شیطانی و نفسانی دوسو سے کا جواب ارشاد فرما رہے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہو وہ آج ہی نیک اعمال میں سبقت کرے، خدا جانے کل کیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ خدا نخواستہ کل آدمی ایسا فقیر ہو جائے کہ پیٹ کی فکر میں اسے اپنے آپ کا ہوش نہ رہے یا ایسا مالدار ہو جائے اور نو دولت کے نشہ میں ایسا مست ہو کہ خدا سے سرکش ہو جائے اور نیک اعمال کی توفیق سلب ہو جائے، یا کسی بیماری یا حادثے کا شکار ہو کر اٹھنے بیٹھنے سے ہی لاچار ہو جائے اور اگر فرض کرو ان میں سے کوئی حادثہ بھی پیش نہیں آتا تو جوانی کے بعد بڑھاپے کی آفت سامنے ہے، جس میں آدمی کے اعضا جواب دے دیتے ہیں، اور جسم کی قوتیں ساتھ چھوڑ دیتی ہیں، اور پھر موت ہر شخص کے سامنے کھڑی ہے، وہ جب آئے گی تو یہاں سے کوچ کرتے ہی بنے گی، اور اگر کسی کو شیطان کی طرح قیامت تک کی زندگی بھی فرض کرو مل جائے تو دجال کے فتنہ کا سامنا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول بندے ہی محفوظ رہیں گے، اور پھر اس کے بعد قیامت کا سامنا ہے جس سے بڑھ کر کوئی آفت اور تلخ حادثہ نہیں..... جس شخص کے سامنے اتنی آفات منہ کھولے کھڑی ہوں وہ اگر اپنا وقت لیت و لعل اور آج کل میں ضائع کر دے اس سے بڑا احمق کون ہو گا۔

موت کو یاد رکھنا

باب

مَاجَاءَ فِي ذِكْرِ الْمَوْتِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اذْكُرُوا ذِكْرَ هَازِمِ اللَّذَاتِ (۱) يَعْنِي الْمَوْتَ .

قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لذتوں کو ختم کرنے
والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔“

تشریح : دنیا کی ساری لذتیں اور ساری خوشیاں اس ناپائیدار زندگی
تک محدود ہیں، جب روح و بدن کا رشتہ ٹوٹ جائے گا تو یہ عیش و عشرت اور
مسرت و شادمانی کے سارے اسباب دھرے رہ جائیں گے، انسان کی غفلت اور
جھوٹی لذتوں پر قناعت کا سبب یہی ہے کہ موت کا بھیانک چہرہ اس کی نظر سے
اوجھل ہے، اگر غفلت کا غبار چھٹ جائے اور موت اور موت کے بعد کا منظر
اس کے سامنے رہے تو اسے دنیا کی کسی چیز سے دل بستگی نہ رہے۔ مرتے ہی یہ
ساری چیزیں اس سے چھن جائیں گی اور وہ بیک بنی و دو گوش خالی ہاتھ گھر سے
نکال دیا جائے گا۔ جس چیمٹی بیوی کے لئے اپنے دین کو بگاڑا تھا، جس پیاری
اولاد کے لئے اپنی آخرت برباد کی تھی، جن عزیز و اقارب کی خاطر اپنی عاقبت
سے بے پروا تھا ان میں سے کوئی بھی تو ساتھ نہ دے گا، نہ کوٹھی بنگلہ اور مال و
دولت ساتھ جائے گی، قبر کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں اس کو تنہا جانا ہو
گا۔ چند دن بعد اس کا جسم، جس کے بنانے سنوارنے پر گھنٹے لگاتا تھا، گل سڑ

جائے گا اور کیڑوں کی خوراک بنے گا، یہ ہے موت کا ظاہری نقشہ۔
 باقی رہیں اس کی روحانی سختیاں، جان کنی کا عذاب، فرشتوں کا سامنا،
 قبر کے عذاب کی کیفیت اس کا اندازہ تو چشم تصور سے بھی نہیں کیا جاسکتا۔
 موت کو یاد رکھنا بہت ضروری بھی ہے اور بڑی عبادت بھی۔ یہ مرض غفلت کا
 تریاق بھی ہے، اور دنیوی پریشانیوں سے نجات کا علاج بھی۔ یہ آدمی کے لئے
 تازیانہٴ عبرت بھی ہے اور کلید سعادت بھی۔ اس شخص سے بڑا بد نصیب کون ہو
 گا جو اپنی موت کو بھول جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح بصیرت عطا کریں۔

قبر کا منظر باب

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ . حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ
 يُوسُفَ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُحْيَى أَنَّهُ سَمِعَ هَانِئًا مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ :
 كَانَ عُثْمَانُ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرِ بَكِي حَتَّى يَبْلُغَ إِخِيَّتَهُ ، فَقِيلَ لَهُ : تَذْكُرُ
 الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْكِي وَتَبْكِي مِنْ هَذَا ؟ فَقَالَ : إِنْ رَأَوْا اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَقَارِلِ الْآخِرَةِ ، فَإِنْ بَحَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ
 أَبْسَرُ مِنْهُ ، وَإِنْ لَمْ يَبْشَعْ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ قَالَ : وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا زِلْتُ مَنظُرًا قَطُّ إِلَّا الْقَبْرَ أَنْظِعَ مِنْهُ قَالَ : هَذَا
 حَدِيثٌ حَسَنٌ قَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ يُوسُفَ .

ترجمہ : ”حضرت ہانی فرماتے ہیں کہ امیر المومنین

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے
 ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو جاتی، عرض
 کیا گیا، آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تب نہیں
 روتے، مگر اس سے روتے ہیں؟ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر آدمی کو اس سے نجات مل گئی تو بعد کی منزلیں آسان ہوں گی، اور اگر اسی سے نجات نہ ہوئی تو بعد کا معاملہ اس سے سخت ہو گا۔

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے جو منظر بھی دیکھا قبر اس سے بھی زیادہ بھیانک ہے۔

تشریح: امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت کے افضل ترین حضرات میں سے ہیں، کئی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی، اس کے باوجود ان پر آخرت کا خوف اس قدر غالب ہے کہ کسی قبر کو دیکھتے ہیں تو قبر کے سوال و جواب، وہاں کی تاریکی اور وحشت و تنہائی کو یاد کر کے بے اختیار رونے لگتے ہیں۔

مرنے کے بعد آدمی کو جن منزلوں سے گزرنا ہے اگر خواب میں بھی کسی کو نظر آجائیں تو دہشت سے کلیجہ پھٹ جائے، مگر ایک تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پردہ غیب میں رکھا ہے اور پھر دنیا کی فضا نے انسانوں کی بصیرت پر غفلت کے پردے ڈال دیئے ہیں، ورنہ اگر قبر ہی کے مناظر انسان کے سامنے آجاتے تو زندگی اجیرن ہو جاتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے عذاب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا اگر وہ حالت تم پر کھل جاتی تو تم لوگ مردوں کو دفن کرنے کی ہمت نہ کرتے۔ کتنے خوش نصیب ہیں جو اس اندھیری کوٹھڑی میں روشنی کے لئے سامان کرتے ہیں اور کتنے بد نصیب ہیں جو قبر کے لئے سانپ اور بچھو اپنے ہاتھوں سے پالتے ہیں۔ یہی بد عملیاں، یہی ظلم و ستم، یہی حرام کاری و حرام خوری جو لوگ دنیا میں کرتے ہیں قبر کے سانپ اور بچھو ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دعا سکھائی ہے ”اللہم انی اعوذ بک من عذاب القبر وفتنة القبر“۔ ”اے اللہ! میں قبر کے عذاب اور قبر کے امتحان و آزمائش سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

حق تعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق

باب

مَا جَاءَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ .

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَأَنَسٍ وَأَبِي مُوسَى . قَالَ: حَدِيثُ عُبَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق رکھے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں۔“

تشریح : اس حدیث پاک کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمادی ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! موت کو تو ہم میں سے ہر شخص ناگوار سمجھتا ہے، مطلب یہ تھا کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ تو موت ہے اور موت ہر شخص کو طبعاً ناگوار ہے تو گویا بالواسطہ حق تعالیٰ سے ملاقات بھی ناگوار ہوئی۔

اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

عائشہ! یہ مطلب نہیں، بلکہ جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے حق تعالیٰ کی رضا مندی اور کرامت کی بشارت دی جاتی ہے، تب اس کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں رہتی، اور وہ حق تعالیٰ سے ملاقات کا مشتاق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتے ہیں، اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب و سزا کی خبر دی جاتی ہے اس وقت موت اور موت کے بعد کی حالت سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی چیز ناپسندیدہ اور مکروہ نہیں ہوتی، تب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد دوم ص ۹۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث پاک میں جس اشتیاق کا ذکر ہے وہ نزع کے وقت ہوتا ہے کیونکہ اس وقت عالم غیب سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے اور عالم آخرت کی چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں، اس وقت مومن حق تعالیٰ کی رضا و رحمت اور آخرت کی نعمتوں کو دیکھ کر اس دنیا کو چھوڑنے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق غالب آ جاتا ہے۔ اس کے برعکس کافر پر جب عالم غیب منکشف ہو جاتا ہے اور وہ آخرت کے عذاب و سزا کا پچشم خود مشاہدہ کرتا ہے تو اس دنیا کو چھوڑنا اس کے لئے بے حد ناگوار ہوتا ہے اور وہ کسی طرح بھی بارگاہِ خداوندی میں پیشی کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

یہاں چند چیزوں کا تذکرہ ضروری ہے۔

ایک یہ کہ موت اگرچہ ہر شخص کے لئے طبعاً ناگوار ہے، مگر چونکہ محبوب حقیقی سے ملاقات کا وہی ایک ذریعہ ہے اس لئے مومن شرعاً و عقلاً موت کو بھی بالواسطہ محبوب رکھتا ہے، اسی بنا پر صوفیا کا ارشاد ہے:

موت ایک پل ہے جس سے گذر کر آدمی اپنے محبوب تک

پہنچتا ہے

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب کا کیا پیارا شعر ہے:

صد شکر کہ آپنچا لبِ گور جنازہ
 لو بحرِ محبت کا کنارہ نظر آیا
 اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ تلخ دوا مریض کو طبعاً "ناگوار" ہوتی
 ہے لیکن چونکہ وہ جانتا ہے کہ دوا پینے سے شفا حاصل ہوگی اس لئے وہ نہ
 صرف خوشی خوشی دوا پیتا ہے بلکہ اس کی قیمت بھی ادا کرتا ہے۔
 دوسری بات یہ کہ حدیث پاک میں موت کی تمنا سے ممانعت فرمائی
 گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

”لا یتمنین احدکم الموت اما محسناً فلعلہ

یزداد واما مسیئاً فلعلہ یستعتب“

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۴)

ترجمہ: ”تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے،
 کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو شاید وہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کر
 سکے اور بدکار ہے تو ممکن ہے اسے توبہ اور معافی کی توفیق ہو
 جائے۔“

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے موت نہ مانگا کرو، اور اگر
 سوال کرنا ہی ہو تو یوں دعا کیا کرو:

”اللہم احینی ما علمت الحیاة خیراً لی،

وتوفنی اذا علمت الوفاة خیراً لی“

ترجمہ: ”اے اللہ! مجھے زندہ رکھیے جب تک آپ کے
 علم میں میرے لئے زندگی بہتر ہو، اور مجھے وفات دیجئے جب
 آپ کے علم میں میرے لئے وفات بہتر ہو۔“

اس لئے مومن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ ہر دم موت کے لئے تیار

اور حق تعالیٰ شانہ سے ملاقات کا مشتاق رہے، لیکن موت کی درخواست نہ کرے، بلکہ زندگی کی جو مہلت اسے میسر ہے اسے غنیمت سمجھے، اپنی نیکیوں میں اضافہ کرے، اور جو گناہ سرزد ہو گئے ان سے توبہ استغفار کرتا رہے، اور جو حقوق اس کے ذمہ واجب الادا ہیں ان سے سبکدوش ہونے کی فکر کرے، اور جو حقوق اب تک ضائع کر چکا ہے ان کی تلافی کی کوشش کرے، تاکہ جب بھی بلاوا آئے تو جانے کے لئے بالکل تیار بیٹھا ہو۔ حق تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قوم کو ڈرانا

باب

مَا جَاءَ فِي إِذْكَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمَهُ

حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْعَثِ أَحْمَدُ بْنُ الْقِدَامِ الْمِجَلِيُّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطَّنَافِيُّ . حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (وَانذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ) (۱) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا صَفِيَّةُ بِنْتُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ يَا بِنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا، سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ . قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي مُوسَى وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثُ حَسَنٍ غَرِيبٌ ، هَكَذَا رَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ نَحْوَ هَذَا ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْسَلًا . يَذْكُرُ فِيهِ عَنْ عَائِشَةَ .

ترجمہ : ”ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی : ”اور
 ڈرائیے اپنے نزدیک کے قبیلے والوں کو“ (الشراء ۲۱۳)
 تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے عزیز و
 اقارب خویش قبیلے کو جمع کر کے ایک ایک کا نام لیکر فرمایا،
 اے صفیہ بنت عبدالمطلب ! (یہ آپ کی پھوپھی تھیں) اے
 فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہا وعلیہا وسلم) اے عبدالمطلب
 کی اولاد! میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کا
 اختیار نہیں رکھتا (چنانچہ جب تک تم دین حق کو قبول نہ کرو
 میں تمہاری شفاعت بھی نہیں کر سکتا، نہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے
 عذاب سے بچا سکتا ہوں لہذا آخرت کی نجات تو صرف دین
 اسلام کو قبول کرنے پر موقوف ہے، ہاں) میرے مال میں سے
 جو چاہو مجھ سے مانگ لو (اس کے دینے کا بیشک اختیار رکھتا
 ہوں)“

تشریح: دین کی دعوت و تبلیغ کے دو اصول ہیں۔ ترغیب اور ترہیب۔
 ترغیب سے مراد یہ ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں
 سے آخرت کی جن نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے وہ یاد دلایا جائے، اور ترہیب سے
 مراد یہ ہے کہ کفر و شرک اور گناہوں کی جو سزائیں ملنے والی ہیں ان سے
 ڈرایا جائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل
 ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو دعوت دی جب وہ جمع ہو گئے
 تو آپؐ نے سب سے خطاب عام بھی فرمایا، اور قریش کی الگ الگ شاخوں اور
 ممتاز افراد سے خطاب خاص بھی فرمایا۔ چنانچہ فرمایا: اے کعب بن لوی کی
 اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے مرہ بن کعب کی اولاد! اپنے آپ کو
 آگ سے بچاؤ، اے عبد شمس کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے
 عبد مناف کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے ہاشم کی اولاد! اپنے آپ
 کو آگ سے بچاؤ، اے عبدالمطلب کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے

فاطمہ! اپنے آپ کو آگ سے بچا، میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، البتہ تمہارے ساتھ جس رشتہ کا تعلق ہے اس کے حقوق ادا کرتا رہوں گا۔ (صحیح مسلم)

اور صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے جماعت قریش! اپنی جانوں کو خرید لو (یعنی ایمان لا کر دوزخ سے بچا لو) میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا، اے عبد مناف کی اولاد! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آسکتا، اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تیرے کسی کام نہیں آؤں گا، اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تیرے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے محمدؐ کی بیٹی فاطمہ! میرے مال میں سے جو چاہے مانگ! مگر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تیرے کسی کام نہیں آؤں گا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۶۰)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھ کر قریش کے خانوادوں کو پکارنے لگے۔ اے بنو فہر! اے بنو عدی! یہاں تک جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو خبر دوں کہ اس وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے، تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب بیک آواز بولے، ہاں! اس لئے کہ ہمیں تجربہ ہے کہ آپؐ سچ کہنے کے عادی ہیں۔ آپؐ کے منہ سے کبھی غلط بات نہیں سنی گئی، اس پر آپؐ نے فرمایا میں تمہیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے اس سے ڈرانے والا ہوں۔

(صحیح بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص ۴۶۰)

اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کی فضیلت

باب

مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

حَدَّثَنَا هَمَّادٌ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

ابن عبد اللہ المسعودی عن محمد بن عبد الرحمن عن عیسیٰ بن طلحة عن
ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا یبلغ النار
رجلٌ بکى من خشية اللہ حتی یموت اللبن فی القدر، ولا یجتمع غبارٌ
فی سبیل اللہ ودخانٌ جہنم.

قال: وفي الباب عن ابي ریحانة وابن عباس قال هذا حديث حسن
صحيح ومحمد بن عبد الرحمن هو مولى آل طلحة وهو مدني ثقة، روى
عنه شعبة وسفيان الثوري.

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، نہیں
داخل ہو گا آگ میں وہ شخص جو رویا اللہ تعالیٰ کے خوف سے،
یہاں تک کہ واپس چلا جائے دودھ تھنوں میں (اور اس کا
واپس جانا از بس دشوار ہے، لہذا خوف خداوندی سے رونے
والے کا دوزخ میں جانا بھی دشوار ہے) اور (یہ بھی ارشاد
فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لگا ہوا غبار اور جہنم کا
دھواں دونوں جمع نہیں ہو سکتے (یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ
کے راستے کا غبار پہنچا، اسے دوزخ کا دھواں نہیں پہنچے گا)“

تشریح: اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا بہت ہی پسندیدہ عمل ہے، اس
سے دل کی کٹافیں اور غلاظتیں دھل جاتی ہیں، اور غفلت اور معاصی کی وجہ
سے دل پر سیاہی اور گرد و غبار کی جو تہہ جم جاتی ہے وہ آنکھوں کے ایک
قطرے سے (جو خوفِ الہی کے سبب نکلا ہو) صاف ہو جاتی ہے، نامہ اعمال کی
سیاہی کو سات سمندر نہیں دھو سکتے، مگر اشکِ چشم کے ایک دو قطرے نامہ
اعمال کی صد سالہ سیاہی کو دھو ڈالتے ہیں اسی بناء پر اللہ کے خوف سے رونے
کی فضیلت کا مضمون بہت سی احادیث میں آیا ہے۔ ایک حدیث میں ان سات
اشخاص کا ذکر آتا ہے جنہیں عرشِ الہی کے سایہ رحمت میں جگہ ملے گی۔ ان

میں ایک وہ خوش بخت بھی ہو گا جس نے تہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اسکی آنکھیں بھر آئیں، اور آنسو بہہ نکلے (صحیحین) ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پس اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر زمین پر گر گئے اسے قیامت کے دن عذاب نہ ہو گا (مسند رک)

ایک اور حدیث میں ہے کہ تین آنکھیں آگ کو نہیں دیکھیں گی، ایک وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہرہ دیا، دوسری وہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی، اور تیسری وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کے دیکھنے سے باز رہی (طبرانی) ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلے۔ دوسرے اس خون کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہایا جائے۔ اور نشانوں میں سے ایک وہ نشان جو (زخم کی صورت میں) اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہنچے۔ اور دوسرا وہ نشان جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کے ادا کرنے سے حاصل ہو۔ (ترمذی) ایک صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! نجات کی کیا صورت ہے؟ فرمایا، اپنی زبان کو بند رکھا کر، اپنے گھر میں سمٹ کر رہ، اور اپنی غلطیوں پر رویا کر۔ (ترمذی)

دوسرا مضمون اللہ تعالیٰ کے راستے کے غبار کی فضیلت کا ہے، احادیث مبارکہ میں اس کے بھی بہت سے فضائل آئے ہیں، جو حدیث کی کتابوں میں کتاب الجہاد کے تحت ذکر کئے گئے ہیں۔

یہاں تین چیزوں کی وضاحت ضروری ہے، ایک یہ کہ جن اعمال کی یہ فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کے کرنے سے جنت واجب ہوگی یا دوزخ حرام ہو جائے گی، یہ ان اعمال کی ذاتی خاصیت ہے اور اس خاصیت کے ظہور کے لئے ضروری ہے کہ کوئی قوی مانع اس کے روکنے والا موجود نہ ہو، اسکی مثال بالکل ایسی سمجھنی چاہئے کہ طب کی کتابوں میں ادویات کے جو فوائد درج ہوتے ہیں وہ اسی وقت ظاہر ہو سکتے ہیں جب کہ ان فوائد کو روکنے والی بد پرہیزی سے بھی احتراز کیا جائے۔ اگر ایک شخص دوائی بھی استعمال کرتا ہے

مگر اس کے ساتھ بد پرہیزی بھی کرتا ہے اگر اس کو دوائی پورا فائدہ نہ دے تو اس کو شکایت دوائی کی نہیں بلکہ اپنی بد پرہیزی کی کرنی چاہئے۔ اسی طرح جو شخص کوئی ایسا نیک عمل کرتا ہے جس پر جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے لیکن ساتھ ہی خدا نخواستہ کسی کبیرہ گناہ کا بھی مرتکب ہے مثلاً ”لوگوں کے حقوق دبا لیتا ہے تو اس کی بد پرہیزی کے سبب اگر اس نیک عمل کا پورا فائدہ ظاہر نہ ہو تو اس عمل کا قصور نہیں بلکہ اس کی بد پرہیزی کا قصور ہو گا۔ الغرض عمل کی خاصیت الگ چیز ہے اور اس کا ظہور کسی خاص آدمی میں ہو گا یا نہیں؟ یہ ایک دوسری بات ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا توبہ و استغفار ہی کی شکل ہے، اس لئے اس کے ذریعہ انشاء اللہ اس کے گزشتہ گناہ تو معاف ہو ہی جائیں گے اور اس کے ذمہ اگر کچھ حقوق و فرائض ہوں تو ان کو ادا کرے، اور آئندہ کے لئے تمام گناہوں سے باز رہنے کا عزم کرے، اور کبھی غفلت اور کوتاہی ہو جائے تو فوراً ”توبہ کی تجدید کر لیا کرے ایسا شخص انشاء اللہ جنت میں جائے گا۔

دوم: اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا بہت ہی پسندیدہ عمل ہے مگر ہے غیر اختیاری اس لئے اگر کوئی شخص خدا ترس ہو مگر اسے رونا نہ آئے تو اسے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بنالی جائے۔ دراصل بارگاہ خداوندی میں بندے کی عجز و بے چارگی اور تذلل کی قیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جتنی عاجزی اختیار کی جائے کم ہے۔

سوم: ”فی سبیل اللہ“ کے جو فضائل احادیث میں بیان فرمائے گئے ہیں ان کا اعلیٰ مرتبہ توجہ و جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ مگر خود جہاد بھی اعلائے کلمۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے) کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے دین کی تعلیم و تبلیغ بھی اسی کے ضمن میں آتی ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم :
جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو کم ہنسا کرتے

باب

فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ
لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا»

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ . حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ .
حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ بْنُ إِسْرَاهِيمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ مُورِقٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ
قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِيَّيْ أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ ، وَأَسْمَعُ
مَا لَا تَسْمَعُونَ ، أَطَلَبَ السَّمَاءَ . وَحَقُّ لَهَا أَنْ تَنْطِقَ مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ
إِلَّا وَمَلَكَتْ وَاضِعُ جَبْهَتِهِ سَاجِدًا لِلَّهِ ، وَاللَّهُ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا
وَلَبَسَكُمُ كَثِيرًا ، وَمَا تَلَدَّذْنُمُ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ وَتَلَخَّرَجْنُمُ إِلَى الصُّمَدَاتِ
تَجَارُونَ إِلَى اللَّهِ ، لَوِدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ شَجَرَةً تُنْعَضُ .

قال أبو حنيفة : وفي الباب عن أبي هريرة وعائشة وابن عباس وأنس .
قال هذا حديث حسن قريب ، وبروزي من غير هذا الوجه أن أبا ذرٍّ
قال : لو ددت أني كنت شجرة تُنْعَضُ .

حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْفَلَّاسُ . حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْوَهَّابِ الْمُتَّقِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا
وَلَبَسَكُمُ كَثِيرًا ، هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: ”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں وہ کچھ دیکھتا ہوں، جو تم نہیں دیکھتے، اور وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان جلال الہی کی ہیبت سے چرچراتا ہے اور اسے چرچرانا چاہیے بھی۔ اس میں چار انگشت کی جگہ بھی ایسی نہیں کہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں نہ رکھے ہوئے ہو۔ اللہ کی قسم! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں اس کا علم ہو جاتا تو تم بہت کم ہنسا کرتے، اور بہت زیادہ رویا کرتے، اور تم نرم و گداز بستروں پر عورتوں سے لطف اندوز نہ ہوتے بلکہ تم اللہ کے سامنے دھاڑیں مارتے ہوئے جنگلوں کو نکل جاتے۔ پھر فرمایا کاش! میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا (اور دوسری روایتوں میں ہے کہ یہ آخری فقرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمودہ نہیں، بلکہ راوی حدیث حضرت ابوذر کا قول ہے اور یہی صحیح ہے)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کو ان سب باتوں کا علم ہو جاتا جن کا مجھے علم ہے تو تم بہت کم ہنسا کرتے اور بہت رویا کرتے۔“

تشریح: یعنی حق تعالیٰ شانہ کے جلال و جبروت کا مشاہدہ جو مجھے حاصل ہے، جنت و دوزخ کے جو نقشے میرے سامنے ہیں، موت و مابعد الموت اور میدان قیامت کی جو کیفیتیں مجھے معلوم ہیں، ملائکہ مقربین کا عظمت و ہیبت خداوندی سے تھر تھرانے کا جو حال میں دیکھ رہا ہوں، یہ ساری باتیں اگر تمہیں معلوم ہو جاتیں تو تمہیں نہی کھیل نہ سوجھتا، بلکہ تمہارا پتہ پانی ہو جاتا، اور تم دیوانہ وار روتے اور دھاڑیں مارتے ہوئے جنگلوں کا رخ کرتے۔

اس حدیث پاک سے منصب نبوت کی رفعت و بلندی اور انبیاء کرام

علیم السلام خصوصاً ”حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلہ اور قوت برداشت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کچھ دیکھتے تھے جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے، وہ کچھ سنتے تھے جس کے سننے سے دوسرے عاجز تھے، جنت و دوزخ کے نقشے آپ کے سامنے تھے، بیت و جلال الہی کا منظر پیش نظر تھا، ملائعہ اعلیٰ میں فرشتوں کی تسبیح و تقدیس اور تضرع کی آوازیں گوش مبارک میں آرہی تھیں مگر ان تمام امور کے باوجود معمولات زندگی میں فرق نہیں آتا تھا۔ جب کہ یہی باتیں کسی دوسرے پر منکشف ہو جاتیں تو وہ ان کی تاب نہ لا سکتا۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ قیامت کا منظر جب لوگوں کے سامنے آئے گا تو وہ مدہوش اور کھوئے سے نظر آئیں گے، حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے بلکہ عذاب الہی کی شدت کو دیکھ کر ہوش اڑ جائیں گے۔

لوگوں کو ہنسانے کے لئے بات کرنا

باب

فَإِنَّ نَسَكُم بِكَلِمَةٍ يُضْحِكُ بِهَا النَّاسَ

۲۳۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَدِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ . حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرَى بِهَا بَأْسًا يَهْوِي بِهَا سَبْعِينَ خَرِيْفًا فِي النَّارِ، قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض دفعہ آدمی ایک بات کہتا ہے جس (کے انجام) کی طرف اسے

دھیان بھی نہیں ہوتا، مگر وہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر
مبغوض اور ناپسندیدہ ہوتی ہے کہ آدمی اس کی وجہ سے ستر
سال کی مسافت پر جہنم میں جا گرتا ہے۔“

تشریح: اس حدیث پاک میں زبان کی بے احتیاطی پر تنبیہ کی گئی ہے،
یعنی بسا اوقات آدمی ایک بات کو بہت معمولی سمجھ کر کرتا ہے، اور اسے یہ
خیال تک نہیں ہوتا کہ یہ بات کتنی سنگین اور غضب خداوندی کا موجب ہو
سکتی ہے مثلاً ”کسی کا مذاق اڑاتا ہے، کسی کی غیبت کرتا ہے، احکام الہیہ کے
بارے میں کوئی غلط رائے زنی کرتا ہے، کسی مسلمان کی بے آبروئی کرتا ہے،
منہ سے کوئی کلمہ کفر بکتا ہے، اور ان ساری باتوں کو معمولی سمجھتا ہے، اور
مزے لے لے کر لوگوں کے سامنے ان کو بیان کرتا ہے، لوگ اسکی ان باتوں
سے لطف اندوز ہوتے ہیں، مگر یہ باتیں جو اس کے خیال میں بس معمولی سی
ہیں، اس کے حق میں غضب الہی کا اور نفوذ باللہ بعض اوقات سلب ایمان کا
موجب بن جاتی ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا بِخْنَبِيُّ بْنُ سَعِيدٍ . حَدَّثَنَا
بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ . حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ : وَبِئْسَ الَّذِي يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ لِیُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ ،
وَبِئْسَ لَهُ وَبِئْسَ لَهُ .

قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

ترجمہ: ”حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
سنا ہے کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کے ہنسانے
کے لئے بات کرے تو جھوٹ بولے، اس کے لئے ہلاکت ہے،
اس کے لئے ہلاکت ہے۔“

تشریح: ایک تو لوگوں کو ہنسانا ہی ایک مسخرہ پن اور حلم و وقار کے منافی

ہے پھر اس مقصد کے لئے جھوٹی اور فرضی باتیں تراشنا اور بھی برا ہے، خصوصاً اگر اس کی اس غلط بیانی سے کسی مسلمان کی تحقیر یا کسی کی بے آبروئی ہوتی ہو تو اس کی ہلاکت میں کیا شک ہے، تاہم دل لگی اور مزاح کے طور پر اگر کوئی بات کی جائے (جو خلاف واقعہ نہ ہو) وہ اس حدیث پاک کی وعید میں داخل نہیں ہے۔

بے مقصد باتوں سے پرہیز کی تاکید

باب

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ التَّبْغَدَاذِيُّ . حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ . حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : تَوَفَّى رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ ، فَقَالَ : بَعَثَ رَجُلٌ أُبَشِرَ بِالْجَنَّةِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوْلَا تَذَرِي فَلَمَّاهُ تَكَلَّمُ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ أَوْ يَحِلُّ بِمَا لَا يَنْقُصُهُ ، قَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرِ بْنِ النَّيْتَابُورِيِّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا : حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَمَاعَةَ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ قُرَّةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ ، قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

حَدَّثَنَا مُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ مِنْ

حُسنِ اسلامِ المرءَ تركه مالا يَنْفَعُهُ .

قَالَ أَبُو هِشَامٍ : وَهَكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ مُرْتَلًا ، وَهَذَا عِنْدَنَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، وَعَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ لَمْ يَذْكُرْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ .

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص کی وفات ہوئی تو کسی شخص نے (اسے مخاطب کر کے) کہا ”تجھے جنت کی خوشخبری ہو“۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تجھے کیا خبر ہے؟ شاید اس نے کبھی کوئی بے مقصد لفظ بولا ہو“ یا ایسی چیز کے دینے میں بخل کیا ہو جو کم نہیں ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایسی چیزوں کو ترک کر دے جو اس کے (دین یا دنیا کے) کام کی نہیں۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بیشک آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے ایک یہ ہے کہ غیر مفید باتوں کو ترک کر دے“۔

تشریح : جو باتیں یا کام شرعاً ”منوع“ نہیں ان کو ”مباح“ کہا جاتا ہے، یعنی ان کا کرنا جائز ہے، پھر مباحات کی دو قسمیں ہیں، بعض تو وہ ہیں جن میں دین کا یا دنیا کا کوئی فائدہ ہو، اور بعض ایسی بے مقصد اور بے فائدہ ہیں جن

میں نہ دنیا کا نفع ہو، نہ آخرت کا۔ ایسی چیزوں کو ”لایعنی“ کہا جاتا ہے، اور ان ارشادات طیبہ میں ایسی لایعنی اور بے مقصد باتوں کے چھوڑنے کی ترغیب دی گئی ہے اسلئے کہ آدمی کی زندگی بے مقصد چیز نہیں کہ اسے بے مقصد باتوں میں کھویا جائے، یہ بہت ہی قیمتی چیز ہے اس لئے اس کو زیادہ سے زیادہ قیمتی بنانا ہی عقل مندی ہے، اس لئے ایک مسلمان کے اسلام کا حسن اور خوبی اسی میں ہے کہ اپنے اوقات عزیز کو بے مقصد چیزوں اور باتوں میں ضائع ہونے سے بچائے اور اس خداداد نعمت کی صحیح قدر پہچانے۔

جو شخص شغل بے کاری میں مشغول ہو کر اپنے اوقات ضائع کرتا ہے قیامت کے دن اس کو حسرت و افسوس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس سے اس پر مناقشہ بھی کیا جائے کہ زندگی کے اوقات کو بے کار ضائع کر کے اس نعمت کی ناقدری و ناشکری کیوں کی؟

اسی بنا پر جب ایک صحابیؓ نے فوت ہونے والے کو جنت کی مبارک باد دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ کہہ کر ٹوک دیا کہ تجھے کیا خبر؟ شاید اس نے کبھی کوئی بے مقصد لفظ بولا ہو جس پر اس سے مناقشہ کیا جائے یا اس نے کسی ایسی چیز کے دینے میں بخل سے کام لیا ہو جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی، مثلاً ”علم کی بات بتانا“ یا ضرورت مند کو آگ دے دینا۔

اس حدیث پاک سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ بے مقصد باتیں کرنا اور ایسی چیزوں میں بخل کرنا بری بات ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ مرنے والے کی تعریف میں مبالغہ نہ کیا جائے، اور نہ اس کے جنتی ہونے کا قطعی حکم لگایا جائے، ہاں! ایک مسلمان کے بارے میں نیک گمان رکھنے کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و فضل سے اسکی بخشش فرمادی ہوگی۔

کلم گوئی کا بیان

باب

فی قِلَّةِ الْكَلَامِ

حَدَّثَنَا هَنَادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ ، وَحَدَّثَنِي
أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ : سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُرِّيَّ صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :
إِنْ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ مَا يَبْطُنُ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَّغْتَ
فَيَكْتُبُ اللَّهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمٍ يَلْقَاهُ ، وَإِنْ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ
بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ مَا يَبْطُنُ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَّغْتَ ، فَيَكْتُبُ اللَّهُ عَلَيْهِ
بِهَا سَخَطَهُ إِلَى يَوْمٍ يَلْقَاهُ

قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ،
وَهَكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ وَنَحْوِ هَذَا ، قَالُوا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ بِلَالَ بْنِ الْحَارِثِ ، وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثَ
مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بِلَالَ بْنِ الْحَارِثِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ
عَنْ جَدِّهِ .

ترجمہ : ”حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد
فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک تم سے ایک آدمی اللہ تعالیٰ
کی رضامندی کا لفظ کہہ دیتا ہے، اس کو یہ گمان بھی نہیں ہوتا
کہ وہ کس مرتبہ کو پہنچے گا، مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کلمہ
کی بدولت ہمیشہ کے لئے اپنی رضامندی لکھ دیتے ہیں، اور بے

شک تم میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی بات کہہ دیتا ہے، اس کو یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ یہ بھی کوئی ناراضی کی بات ہوگی مگر اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے اس لفظ کی وجہ سے قیامت تک اپنی ناراضی لکھ دیتے ہیں۔“

تشریح: حدیث کا مضمون واضح ہے کہ بعض اوقات آدمی بعض الفاظ کو معمول سمجھ کر کہہ دیتا ہے، حالانکہ وہ معمول نہیں ہوتے، بلکہ ان کی وجہ سے اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی یا ناراضی کا فیصلہ فرما دیتے ہیں، اس لئے آدمی کو اپنی زبان بڑی احتیاط سے استعمال کرنی چاہئے۔ حضرات صوفیا کرام قدس اللہ اسرارہم نے مجاہدہ نفس کے چار شعبے قرار دیئے ہیں، (۱) قلت کلام، (۲) قلت طعام، (۳) قلت منام، (۴) قلت اختلاط مع الانام، یعنی کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، اور لوگوں سے کم ملنا، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

چشم بند گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی نور حق بر ما بہ خند

واقعی جب تک آدمی فضولیات و لغویات سے چشم بندی، گوش بندی اور لب بندی نہ کرے وہ نہ دنیا کے کسی کام کا ہے، نہ دین کے۔ زبان حق تعالیٰ شانہ کی بہت ہی بڑی نعمت ہے جو انسان کو عطا کی گئی ہے اسکی قدر ان سے پوچھنا چاہئے جو اس نعمت سے محروم ہیں، لیکن اسی زبان کو جب آدمی فضول باتوں میں استعمال کرنے لگے تو اس سے بڑھ کر انسان کا کوئی دشمن نہیں دنیا میں جس قدر شر و فساد پھیلا ہے آپ غور کریں گے تو اس کا بیشتر حصہ زبان کی پیداوار نظر آئے گا، حق تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کی حقارت و ذلت

باب

مَاجَاةً فِي هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ
أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَمْدِيلُ مِندَلٍ مِندَ اللَّهِ جَنَاحَ بَدُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا
شَرْبَةً مَاءً .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ
مُجَالِيدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ الْمُشْتَوْرِيدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ : كُنْتُ مَعَ
الرَّكْبِ الَّذِينَ وَقَعُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّخْلَةِ
الْمَيْتَةِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اتَرَوْنَ هَذِهِ هَانَتْ عَلَى
أَهْلِهَا حِينَ الْقَوَاهَا ، قَالُوا : مِنْ هَوَانِهَا الْقَوَاهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ، قَالَ : فَالْأُنْيَا
أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ عَلَى أَهْلِهَا

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : حَدِيثُ الْمُشْتَوْرِيدِ حَدِيثٌ حَسَنٌ .

ترجمہ : ”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا اللہ

تعالیٰ کے نزدیک چھڑ کے پر کے برابر بھی قدر و قیمت رکھتی تو یہاں کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی پینے کو نہ دیتا۔

۲ : ”حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس جماعت میں ساتھ شامل تھا جو آنحضرتؐ کی معیت میں بکری کے مرے ہوئے بچے پر ٹھہری۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے، اس مردار کو جب اس کے مالکوں نے یہاں پھینکا تو یہ ان کے نزدیک ذلیل و بے قدر تھا یا نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کے بے قدر اور ذلیل ہونے کی وجہ ہی سے تو انہوں نے اسے یہاں پھینکا ہے، آپؐ نے فرمایا دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے، جس قدر کہ یہ مردہ بچہ اپنے مالکوں کے نزدیک حقیر اور بے قیمت ہے۔“

فائدہ : صحیح مسلم میں بروایت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ یہ واقعہ اس طرح آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر بکری کے کن کئے مردہ بچہ پر ہوا، جو گندگی کے ڈھیر پر پڑا ہوا تھا۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو اس کو ایک درہم میں خریدنے پر تیار ہو، صحابہؓ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس مردار کو ایک درہم میں کون لے سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل و حقیر ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمَكْتَبِيُّ . حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَابَتٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ قُتَيْبَةَ ، قَالَ : سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ قُرَّةَ ، قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْرَةَ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : سَمِعْتُ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذَكَرُ اللَّهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالَمٌ أَوْ مُتَعَمِّلٌ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

۳: ”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ دنیا ملعون ہے، اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے، صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے متعلقہ چیزیں اور عالم اور دین کا طالب علم اس ملعونیت سے مستثنیٰ ہیں۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ. حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ. قَالَ: سَمِعْتُ مُسْتَوْرِدًا أَخَا بَنِي فِهْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ إِلَّا مَثَلُ مَا يَجْمَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ: عَمَّاذَا بَرَجِيعُ
قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللَّهِ وَوَالِدُ قَيْسٍ أَبُو حَازِمٍ أَمَّهُ عَبْدُ بْنُ عَوْفٍ وَهُوَ مِنْ الصَّحَابَةِ

۴: ”حضرت مستور بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈالے پھر دیکھے کہ وہ کتنا پانی ساتھ لے کر واپس آتی ہے۔“

تشریح: مطلب یہ کہ پانی کا جو قطرہ انگلی کو لگے اس کی جو نسبت دریا کے ساتھ ہو سکتی ہے (اور ظاہر ہے کہ اسے دریا سے کوئی نسبت ہی نہیں) بس

وہی نسبت ساری دنیا کو آخرت کے ساتھ سمجھنی چاہئے اور یہ مثال بھی صرف سمجھانے کے لئے ہے، ورنہ دنیا کو آخرت کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو دریا سے ہو سکتی ہے، کیونکہ دنیا فانی بھی ہے اور محدود بھی، اور آخرت لازوال بھی ہے اور غیر محدود بھی ظاہر ہے کہ فانی کا باقی کے ساتھ اور محدود کا غیر محدود کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں۔

حق تعالیٰ شانہ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ انسانوں کو جن علوم سے آگاہ فرمایا ہے ان میں سے ایک آخرت کا علم ہے، عام انسانی عقل صرف دنیا تک محدود ہے، آخرت تک اس کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی، یہ حق تعالیٰ شانہ کی خاص رحمت و عنایت ہے کہ اس نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ بندوں کو آخرت کے حالات سے مطلع فرمایا، اور آخرت کی دائمی اور لازوال نعمتوں کے حاصل کرنے کا طریقہ ارشاد فرمایا۔ جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیم کے بعد بھی آخرت سے غافل اور دنیا میں منہمک ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ چوٹی کے انڈے میں جو بچہ ہوتا ہے وہ اسی انڈے کو پوری کائنات سمجھتا ہے، اور اس کے نزدیک آسمان و زمین کی وسعتیں اسی انڈے کے قطرہ تک محدود ہیں، اگر اسے عقل و شعور حاصل ہو اور وہاں اسے یہ بتایا جائے کہ ایک جہان ایسا ہے جس کی وسعتوں کے ساتھ تیرے زمین و آسمان (انڈے کے خول) کو کوئی نسبت ہی نہیں، اور وہاں کی ایک چھوٹی سی ڈبیہ میں تیرے آسمان جیسے لاکھوں کروڑوں سما سکتے ہیں تو وہ اس خبر پر کبھی یقین نہیں کرے گا، اس لئے کہ اس نے نہ تو باہر نکل کر دنیا کی وسعتوں کو دیکھا ہے اور نہ اس کے محدود تصور میں یہ وسعتیں سما سکتی ہیں، ٹھیک یہی مثال ابنائے دنیا کی ہے کہ آخرت ان کی نظر سے اوجھل ہے اور ذہن اتنا تنگ اور محدود ہے کہ وہ اس آسمان و زمین سے ورے کسی چیز کا تصور ہی نہیں کر سکتا، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر ایمان نہیں رکھتے وہ آخرت کے بارے میں انبیاء کرام علیہم السلام کی معلومات اور ان کی سچی خبروں کا مضحکہ اڑاتے ہیں، حالانکہ درحقیقت وہ مسکین، انبیاء کرام کی تعلیمات کا مذاق نہیں

اڑاتے بلکہ اپنی محدود عقل اور تنگ نظری کا ماتم کرتے ہیں، کل جب اس چیونٹی کے انڈے کا خول ٹوٹے گا، اور آخرت کا وسیع اور غیر محدود عالم آشکارا ہو گا تو وہ اپنی ناقص عقل پر خود نادم و شرمندہ ہوں گے۔

ان ارشاداتِ طیبہ میں دنیا کی حقارت و ذلت اور آخرت کے مقابلے میں اس کی بے وقعتی و بے وقاری کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اگر یقین کی آنکھ سے دیکھا جائے اور دل کی گہرائیوں میں اتر جائے تو کوئی عاقل ایک لمحہ کے لئے بھی دنیا سے دل نہیں لگائے گا، دنیا کی ذلت و حقارت کے وجوہ و اسباب بے شمار ہیں، ان میں سے چند کی طرف یہاں مختصر اشارہ کیا جاتا ہے:

اول: ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا مومن و کافر، نیک و بد، صالح و فاجر ہر ایک کے پاس موجود ہے، اور اسے ایک یہودی، ایک چوہڑے چمار اور ایک قادیانی سے عقد کرنے میں بھی عار نہیں، اگر یہ انتہائی درجہ کی رذیل اور مکینہ نہ ہوتی تو ایسے رذیلوں سے اس کا کوئی جوڑ نہ ہوتا، ایک ایسی بازاری عورت جو ہر چوہڑے چمار سے شب باشی کرنے کی عادی ہو کون شریف آدمی ہو گا جو اس سے دل لگائے۔

دوم: اس رذالت و مکینگی کے ساتھ ساتھ وہ بے وفا ایسی ہے کہ آج ہے، کل نہیں۔ اول تو وہ آدمی کو جیتے جی چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے، جیسا کہ بڑھاپے میں ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی نہ ڈھنگ سے کھا سکتا ہے، نہ سو سکتا ہے، نہ چل پھر سکتا ہے، نہ دنیا کی دوسری لذات سے نفع اندوز ہو سکتا ہے، اور اگر یہ بھی نہ ہو تو خود آدمی ان ساری چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر بیک بنی و دو گوش یہاں سے رخصت ہو جاتا ہے، اور دنیا کی ساری لذتیں اس سے جبرا "چھین لی جاتی ہیں، پس ایک ایسی چیز جس پر موت کی تلوار ہر وقت لٹک رہی ہو اور جس کے چھن جانے کا کھٹکا ہر دم لگا رہے، کوئی عاقل اس سے دل نہیں لگا سکتا۔

ایک عارف کا قول ہے کہ "اگر دنیا میں اور کوئی برائی نہ ہوتی، اور بالفرض حساب و کتاب کا اندیشہ بھی نہ ہوتا تب بھی اس کی زوال پذیر کیفیت ایسی تھی کہ کوئی عاقل اس سے دل نہ لگاتا۔" ایک اور عارف فرماتے ہیں:

حال دنیا را پر سیدم من از فرزانه
گفت یا نعلے است یا بادیت یا افسانہ
باز پر سیدم کہ گو آں کس کہ دل دروے بہ بست
گفت یا غویست یا دیویست یا دیوانہ
ترجمہ: ”میں نے ایک دانا سے دنیا کا حال دریافت کیا، تو
فرمایا اسے سایہ سمجھو یا ہوا، یا افسانہ، میں نے پھر عرض کیا کہ
اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو یہاں دل لگا بیٹھے،
فرمایا وہ کوئی جن بھوت ہو گیا یا پھر دیوانہ ہو گا۔“

سوم: دنیا کی ایک قباحت یہ ہے کہ یہاں کوئی لذت بھی خالص نہیں،
بلکہ ہر لذت بیسیوں آفات و مصائب میں لپیٹی ہوئی ہے، آدمی دو وقت کا کھانا
کھاتا ہے اسی پر غور کر لیا جائے کہ پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے اسے کن
مصیبتوں اور مشقتوں سے گزرنا پڑتا ہے اور پھر کھانے کے بعد بیسیوں بیماریاں
اور مصیبتیں جنم لیتی ہیں، اور اگر خدا خدا کر کے صحیح ہضم بھی ہو گیا تو اس کا
نتیجہ بول و براز جیسی گندگی کی شکل میں رونما ہوتا ہے، لوگ اس دنیا میں عزت
و وجاہت اور مال و منال کے پیچھے دوڑتے ہیں، مگر آفات و مصائب اور
پریشانیوں کے جال میں گرفتار ہو کر رہ جاتے ہیں، دنیا کا خاصہ یہ ہے کہ جو
شخص جس قدر لذات کی جستجو کرے گا اسی قدر آفات کا شکار ہو گا، اور جو
شخص جس قدر قناعت سے کام لے گا اسی قدر آسودہ رہے گا۔

چہارم: دنیا کی ایک خاصیت یہ ہے کہ یہاں کسی کا پیٹ نہیں بھرتا
بلکہ جس قدر دنیا سمیٹنے کی زیادہ کوشش کرے اسی قدر اس کی بھوک بڑھتی جاتی
ہے، بالآخر استقا کے مریض کا سا حال ہو جاتا ہے کہ اگر دریا بھی ہڑپ کر
جائے تب بھی پیاس نہیں بجھتی۔ اس لئے عقلمند وہ ہے جو یہاں بقدر کفاف پر
قناعت کرے اور جوع البقر میں مبتلا نہ ہو۔

پنجم: دنیا کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اس میں آدمی کا انہماک جس قدر
بڑھتا جائے اسی قدر آخرت سے غفلت بڑھتی جاتی ہے، گویا دنیا و آخرت

دونوں مخالف سمت میں واقع ہیں کہ ایک کی طرف جتنا قُرب ہو گا دوسری سے اسی قدر بُعد بڑھتا جائے گا، اور آخرت چونکہ انسان کا اصلی وطن ہے، اور حق تعالیٰ کو محبوب ہے، اس لئے دنیا میں انہماک کا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی اپنے اصلی وطن کی تیاری سے محروم رہ جائے گا، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں منہمک ہو کر آخرت سے غافل ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ کچھ لوگ کشتی میں سوار ہو کر سفر کر رہے تھے، کشتی ایک جزیرے کے ساحل پر ٹھہری، لوگ اپنی ضروریات کے لئے جزیرے میں اتر گئے، کچھ احمقوں کو وہاں کے سبزہ زار ایسے پسند آئے کہ انہی میں مگن ہو کر رہ گئے، کشتی اپنے وقت پر چھوٹ گئی، اور یہ رات کے وقت جزیرے کے درندوں کا لقمہٴ تر بن گئے۔

ششم: دنیا کی ایک سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ آدمی کو یہاں کی ہر چیز کا حساب چکانا ہے۔ ابتدائی زندگی سے لے کر مرنے تک پوری زندگی کی آمد و صرف کا حساب جس شخص کے سامنے ہو وہ یہاں کی لذات سمیٹنے کے درپے ہو گا؟ یا اپنا بوجھ زیادہ سے زیادہ ہلکا رکھنے کی کوشش کرے گا؟ یہاں آدمی یہ سمجھتا ہے کہ جتنی دولت کسی کے پاس زیادہ ہو، اور عیش پرستی اور تنعم کے اسباب جتنے زیادہ فراہم ہوں وہ اسی قدر کامیاب ہے۔ مگر کل جب حساب و کتاب کے کھاتے کھلیں گے تب نظر آئے گا کہ اس دنیا میں جو لوگ جتنے زیادہ ہلکے پھلکے تھے اسی قدر کامیاب نکلے۔ اس لئے یہاں کی کامیابی درحقیقت ناکامی و ہلاکت ہے، اور یہاں کی ناکامی درحقیقت کامرانی ہے۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم اور ارشادات نبویہؐ میں جس دنیا کی مذمت فرمائی گئی ہے اس سے وہ دنیا مراد ہے جو حق تعالیٰ شانہ کی طاعت و بندگی اور آخرت کی تیاری سے غافل کر دے، ورنہ دنیا کی وہ چیزیں جو یاد الہی اور یاد آخرت میں معاون ہوں وہ مذموم نہیں، بلکہ آخرت کے حصول کا ذریعہ ہونے کے لحاظ سے محمود ہیں۔

اور یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ دنیا کی چیزوں کو اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ وہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کمزور بندوں کی معاش کے لئے عطا فرمائی

ہیں تو ان کی حیثیت عطیۃ الہی اور انعام ربانی کی ہو جاتی ہے، اس لحاظ سے وہ لائق قدر اور مستوجب شکر ہیں، اللہ کے مقبول بندے یہاں کے ذرائع و اسباب معاش کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان پر کریم آقا کا شکر بجالاتے ہیں، اور دنیا کی یہ نعمتیں ان کے لئے جمال و جلال الہی کے دیدار کا آئینہ بن جاتی ہیں، اس کے برعکس جو لوگ حق تعالیٰ کے احکام سے غافل ہو کر دنیا کی لذات میں منہمک ہو جاتے ہیں ان کے لئے یہی نعمتیں حق تعالیٰ سے سرکشی اور بغاوت کا ذریعہ بن جاتی ہیں، وہ شکر کے بجائے کفرانِ نعمت کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ اپنی صحیح معرفت نصیب فرمائے، اور دنیا کی حقیقت ہم پر کھول دے، اور یہاں کی تمام چیزوں کو ہمارے لئے اپنی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنا دے، آمین۔

دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے

باب

تَاجَاءُ أَنَّ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ الْمَلَاءِ بْنِ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ : الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا

مومن کے لئے قید خانہ ہے، اور کافر کے لئے جنت ہے۔“

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں جو دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت فرمایا گیا، علمائے امت نے اس کی متعدد توجیہات فرمائی ہیں، مثلاً ”ایک یہ کہ اس حدیث میں مومن کی دنیا کا اس کی جنت کے ساتھ اور کافر کی دنیا کا اس کی جہنم کے ساتھ مقابلہ فرمایا گیا ہے۔“

گویا ارشاد نبویؐ کا مدعا یہ ہے کہ مومن، دنیا میں خواہ کتنی ہی راحت و آرام میں ہو لیکن آخرت اور جنت کی نعمتوں کے مقابلہ میں اس کی دنیوی راحت و آرام کی وہی حیثیت ہے جو گھر کے مقابلہ میں جیل کی ”اے“ کلاس کی ہوا کرتی ہے، اس کے برعکس کافر دنیا میں خواہ کیسا ہی بد حال اور کشتہ آلام ہو، مگر دوزخ کی زندگی کے مقابلہ میں اس کی یہاں کی زندگی گویا جنت کھلانے کی مستحق ہے۔

دوم: یہ کہ دنیا میں کافر کی بہ نسبت ایک مومن کو آفات و مصائب کا سامنا عموماً زیادہ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

”اشد البلاء الانبياء ثم الأمثل فالأمثل.“

یعنی دنیا میں آفات و مصائب سب سے زیادہ انبیاء کرام علیہم السلام کو پیش آتے ہیں۔ پھر علی الترتیب ان لوگوں کو جو سب سے زیادہ ان حضرات کے نقش قدم پر ہوں۔ اس کے برعکس کافر کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت دی جاتی ہے، اس لئے وہ لذات و شہوات میں غرق رہتا ہے، اس بنا پر فرمایا گیا ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے، جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو گویا اسے قید خانہ سے رہائی مل جاتی ہے۔ جب کہ کافر کے لئے یہ دنیا خواہشات و لذات اور عیش پرستی کی جگہ ہے، اور جب وہ یہاں سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی راحت و آرام کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

سوم: قید خانہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں آدمی کی آزادی سلب ہو جاتی ہے، وہ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور کسی سے ملاقات کرنے میں

پابند حکم ہوتا ہے، اپنی خواہش سے نہ کھا سکے، نہ اٹھ بیٹھ سکے، نہ کسی سے ملاقات کر سکے۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہاں اس کے لئے راحت و آرام کا خواہ کتنا ہی سامان جمع کر دیا جائے مگر وہاں اس کا دل نہیں لگتا، بلکہ اپنے گھربار اور اہل و عیال میں جانے کے لئے اس کی روح ہمیشہ بے چین اور مضطرب رہتی ہے، ٹھیک یہی کیفیت ایک مسلمان کی دنیا کے قیدخانہ میں ہونی چاہئے، کہ وہ یہاں آزاد زندگی نہ گزارے، بلکہ احکام الہیہ کا پابند ہو، اور پھر اسے یہاں دل بستگی نہیں ہونی چاہئے بلکہ اپنے وطن اصلی کی طرف واپسی کے لئے ہمہ وقت بے چین رہے، یہاں شتر بے ہمار کی سی زندگی گزارنا اور یہاں کی زندگی سے دل لگا کر بیٹھ جانا کسی مومن کے شایان شان نہیں۔

یہ چیز ایک ایسے کافر ہی کو زیب دیتی ہے جو آخرت کی زندگی پر یقین نہیں رکھتا۔ اور جو اسی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہوئے:

”باہر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست“

کے نظریہ پر ایمان رکھتا ہے۔ دنیا کی فانی لذات پر رہنمائی ہے، اور حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز کئے بغیر یہاں کا کوڑا کرکٹ جمع کرنے کے سودا میں مبتلا ہو جانا ایک ایسی حماقت ہے جو کسی مومن سے سرزد نہیں ہونی چاہئے۔ گویا اس حدیث پاک میں اہل ایمان کو سبق دیا گیا ہے کہ وہ دنیا کو قیدخانہ سمجھیں۔ یہاں دل نہ لگائیں، بلکہ احکام الہیہ کی پابندی کرتے ہوئے وطن اصلی کی تیاری میں مشغول رہیں۔

دنیا میں چار آدمیوں کی مثال

باب

مَا جَاءَ مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ أَرْبَعَةٍ تَفَرِّ

- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ - حَدَّثَنَا عُبَادَةُ -

ابنِ مُسْلِمٍ . حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ خُبَّابٍ عَنْ سَعِيدِ الطَّائِي أَيْ ابْنِ الْبَخْتَرِيِّ أَنَّهُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو كَبْشَةَ الْأَنْمَارِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : ثَلَاثَةٌ أَقْسَمُ عَلَيْهِمْ وَأَحَدُهُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ ، قَالَ : مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ ، وَلَا ظَلَمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً أَنْصَبَ عَائِنَهَا إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ هِزًّا ، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ قَرَرٍ أَوْ كَلِمَةٍ نَحْوَهَا ، وَأَحَدُهُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ ، قَالَ : إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ : عَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ ، وَبَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ ، وَيَعْلَمُ فِيهِ فِيهِ حَقًّا ، فَهَذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ . وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا ، فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ : لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَتَمَلَّيْتُ بِعَمَلِ فَلَانٍ فَهُوَ نِيَّتُهُ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ . وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا ، فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِتَقْيِيرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ ، وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ ، وَلَا يَعْلَمُ فِيهِ حَقًّا ، فَهَذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ . وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللَّهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ : لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَتَمَلَّيْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فَلَانٍ فَهُوَ نِيَّتُهُ فَوِزُّهُمَا سَوَاءٌ . قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو کبشہ انمارى رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں، اور تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں اسے اچھی طرح ذہن میں بٹھا لو۔ آپ نے فرمایا (کہ جن تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ) بندے کا مال صدقہ کرنے سے کبھی کم نہیں ہوتا (کیونکہ صدقہ کی بدولت اس کے مال میں برکت ہوتی ہے اور بہت سی ایسی آفات جن میں بے دریغ مال صرف

ہوتا ان سے آدمی محفوظ ہو جاتا ہے، اور پھر صدقہ کی بدولت نہ صرف دنیا میں اس کے مال میں برکت ہوتی ہے بلکہ آخرت میں اسے سات سو گنا تک بدلہ بھی ملے گا) اور (دوسری بات یہ کہ) جب بھی کسی بندے پر ظلم کیا جائے جس پر وہ صبر کرے (اور جواب میں کوئی انتقامی کارروائی نہ کرے) تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتے ہیں، اور (تیسری بات یہ کہ) جب بھی کسی بندے نے (مخلوق سے مانگنے اور) سوال کرنے کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

اور میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اسے اچھی طرح ذہن میں بٹھا لو، چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ دنیا بس چار (قسم کے) آدمیوں کے لئے ہے۔ ایک وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال بھی دیا، اور (احکام شرعیہ کا) علم بھی۔ پس وہ مال کے بارے میں اپنے رب سے ڈرتا ہے (کہ کسی ناجائز ذریعہ سے مال سمیٹنے کی کوشش نہیں کرتا، بلکہ صرف حلال و طیب ذرائع پر قناعت کرتا ہے) اور (پھر مال ہاتھ میں آجانے کے بعد وہ اسے اپنی خواہشات میں نہیں اڑاتا بلکہ) اس کے ذریعہ صلہ رحمی کرتا ہے، اور اس مال میں اللہ تعالیٰ کا حق جانتا ہے (اور اس حق شناسی کی بنا پر جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے وہاں خرچ کرتا ہے) یہ شخص تو سب سے افضل مرتبہ میں ہے۔

دوسرا وہ بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم تو عطا فرمایا، مگر مال نہیں دیا۔ پس وہ اپنے (علم و معرفت کی وجہ سے) حقیقی نیت رکھتا ہے، وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں اس میں وہی عمل کرتا جو فلاں صاحب کر رہے ہیں (اور اس کی طرح مال کو کار خیر میں خرچ کرتا) پس اس شخص کو

اپنی نیت کا ثواب ملے گا، پس ان دونوں شخصوں کا اجر و ثواب برابر ہے۔

تیسرا وہ بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال تو دیا مگر علم نہیں دیا، پس وہ اپنی بے علمی اور جہالت کی وجہ سے مال کو (اپنی خواہشات میں) اندھا دھند خرچ کرتا ہے، نہ تو (مال کے حاصل کرنے میں) خدا کا خوف رکھتا ہے (کہ حلال و حرام کی تمیز کرے) اور نہ اس کے ذریعہ صلہ رحمی کرتا ہے، اور نہ وہ اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حق جانتا ہے (اس لئے مال کی تحصیل اور اس کے صرف کرنے میں کسی حکم شرعی کی رعایت نہیں کرتا) یہ شخص بدترین مرتبہ میں ہے۔

چوتھا وہ بندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نہ تو علم دیا، نہ مال، پس وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی مال میں فلاں آدمی کی (جس کا ذکر تیسرے نمبر پر ہوا) روش اختیار کرتا (مثلاً "جس طرح اس نے اپنی لڑکی لڑکے کی شادی دھوم دھام سے کی، اور اس میں کنجریاں نچائیں میں بھی اسی طرح ٹھاٹ سے بچوں کی شادیاں کرتا) پس یہ شخص اپنی نیت کی وجہ سے گنہگار ہے، اور ان دونوں کو (جو تیسرے اور چوتھے نمبر پر ذکر کئے گئے ہیں) برابر گناہ ہو گا۔

تشریح: یہ حدیث پاک بہت ہی سبق آموز ہے، اس میں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مضمون حلیہ ارشاد فرمائے ہیں، اور اس حلف کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ عام طور پر لوگوں کا نظریہ اور انکی روش بالکل الٹ ہے، عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صدقہ و خیرات دینے سے مال کم ہو جائے گا، چونکہ مال کی محبت دلوں میں جمی ہوئی ہے اس لئے مال کم ہونے کا خیال صدقہ و خیرات اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے مانع آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگ اپنی ضروریات بلکہ لغو اور مہمل خواہشات پر ہزاروں روپیہ اڑا

دیتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہوئے جان نکلتی ہے، اور اگر خرچ کریں بھی تو نہ صرف فقرا و مساکین پر، بلکہ خدا تعالیٰ پر گویا احسان کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں اس ذہنیت کا علاج فرمایا ہے کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اس میں برکت و اضافہ ہوتا ہے، اس لئے خرچ کرنے والوں کا فقرا و مساکین پر کوئی احسان نہیں، بلکہ حق تعالیٰ شانہ کا احسان ان خرچ کرنے والوں پر ہے۔

اسی طرح عام خیال یہ ہے کہ جس شخص پر کسی نے ظلم کیا ہو یا اس کی بے عزتی کی ہو اس کی عزت خاک میں مل جاتی ہے، چنانچہ لوگ ہتک عزت کا انتقام لینا ضروری سمجھتے ہیں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حلفاً فرماتے ہیں کہ مظلوم اگر اپنی طرف سے کوئی انتقام نہ لے تو حق تعالیٰ اس کی عزت و وقار میں اضافہ فرماتے ہیں، اور ایسے شریف انسان کی عزت لوگوں کے دلوں میں مستحکم ہو جاتی ہے، اور بسا اوقات خود ظالم بھی نادم و شرمندہ ہو کر اس سے معافی مانگنے پر مجبور ہو جاتا ہے، ظالم سے اس کے ظلم کا بدلہ لینا اگرچہ صحیح ہے، اور حدود کے اندر رہتے ہوئے شریعت نے اس کی اجازت بھی دی ہے، مگر یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ مظلوم اگر انتقام نہ لے بلکہ ظالم کو معاف کر دے تو یہ عزت و وقار کے خلاف ہے، عزت و وقار ظاہری کرو فر اور شان و شوکت کے مظاہرے کا نام نہیں، بلکہ سچی عزت و عظمت وہ ہے جو دلوں میں راسخ ہو، اس لئے بڑا آدمی وہ نہیں جو لوگوں کو انکی گستاخیوں کا مزہ چکھائے، بلکہ بڑا آدمی وہ ہے جو انتقام کی قدرت کے باوجود غنودہ و درگزر سے کام لے اور اپنے بدترین دشمن اور ظالم کو بھی معاف کر دے۔

یہاں ایک اور نکتہ بھی لائق توجہ ہے، جو عام انسانوں کی نظر سے اوجھل ہے، وہ یہ کہ جو شخص ظالم سے انتقام لینے کی ٹھان لے حق تعالیٰ شانہ اس کا معاملہ اس کے سپرد فرما دیتے ہیں، اور جو شخص محض رضائے الہی کے لئے صبر سے کام لے اور انتقام سے دستکش ہو جائے حق تعالیٰ ظالم سے اس کا انتقام خود لیتے ہیں۔

تیسری بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلفاً فرمائی وہ یہ کہ جب کوئی بندہ مخلوق سے مانگنے کا دروازہ کھول لیتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس پر غنا اور سیرچشی کا دروازہ بند کر دیتے ہیں، اور فقر و احتیاج کا دروازہ اس پر کھول دیتے ہیں۔

یہ بات بھی عام انسانوں کی روش کے خلاف ہے، عموماً مخلوق سے جو سوال کیا جاتا ہے وہ یہ سمجھ کر کیا جاتا ہے کہ فقر و غربت کا مداوا ہو گا، مگر مانگنے کی علت جس شخص کو لگ جاتی ہے، تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ اس کا فقر ختم نہیں ہوتا بلکہ اس میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے سوال کرنے کی اجازت صرف مجبوری اور اضطرار کی حالت میں دی ہے، گدائی کو پیشہ اور ذریعہ معاش بنالینا شریعت کی نظر میں حرام اور ذلیل ترین جرم ہے، بلکہ جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ بھیک مانگنا اس کا پیشہ ہے اس کو دینا بھی جائز نہیں۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار اشخاص کا تذکرہ فرمایا ہے، ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت بھی عطا فرمایا ہے اور علم کی دولت سے بھی نوازا ہے، وہ مال کے حاصل کرنے اور اس کے خرچ کرنے میں احکام الہیہ کی پابندی کرتا ہے، مال کو حق تعالیٰ شانہ کی امانت سمجھ کر کار خیر میں صرف کرتا ہے، اس کے حق میں مال سراپا رحمت اور آخرت کے اجر و ثواب کا ذریعہ ہے، ایک دوسرا شخص ہے جسے علم کی دولت تو نصیب ہے مگر مال سے محروم ہے، یہ اس پہلے شخص کے اچھے کاموں پر رشک کرتا ہے، اور یہ نیت رکھتا ہے کہ اگر اسے بھی مال میسر آتا تو وہ بھی اسی طرح کار خیر میں خرچ کرتا، پہلے شخص کو گو نیک عمل کا ثواب ملے گا، مگر حسن نیت میں چونکہ دونوں شریک ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو بھی اچھی نیت پر اجر عطا کریں گے۔

اس کے برعکس ایک شخص وہ ہے جو مال و دولت سے بہرہ ور ہے، مگر علم و عقل کی دولت سے محروم ہے، وہ مال و دولت کو عطیہ خداوندی سمجھنے کے بجائے اپنا موروثی حق یا اپنی عقل و ذہانت کا کرشمہ سمجھتا ہے، اس لئے نہ وہ

مال کمانے میں حلال و حرام کی پروا کرتا ہے اور نہ مال خرچ کرنے میں احکام الہیہ کی پابندی کرتا ہے، نہ فقرا و مساکین اور محتاجوں کا حق ادا کرتا ہے، نہ عزیز و اقارب کی مدد اور اعانت کرتا ہے، اس کا مال اکثر و بیشتر خواہشات کے پورا کرنے اور جھوٹی نمائش کے ذریعہ عزت و وقار کے موہوم مینار کھڑے کرنے میں خرچ ہوتا ہے، ایسے شخص کے لئے یہ مال وبال جان ہو گا، اور قیامت کے دن اس کو اپنی غلط کاریوں کا خمیازہ بھگتنا ہو گا۔

ایک اور شخص ہے جو مال اور علم دونوں سے محروم ہے، وہ اس دنیا دار کے کٹوفر کو دیکھ کر رال ٹپکتا ہے کہ اگر اسے بھی ذرائع میسر آتے تو وہ بھی اسی طرح داد عیش دیتا اور اسی طرح مال کو نفس پرستی میں خرچ کرتا، یہ شخص اپنی جاہلانہ خواہش اور غلط نیت کی بنا پر گنہگار ہو گا، کیونکہ غلط کام اگرچہ نہیں کر سکا، مگر غلط روی کا عزم صمیم اس کے دل میں بھی موجزن ہے۔

دنیا کا غم اور اسکی محبت

ب

مَاجَاءَ فِي الْمَمِّ فِي الدُّنْيَا وَحُبِّهَا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَعْدِيَّةٍ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ بَشِيرِ بْنِ إِبْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ سَمَاءِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ شِهَابِ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ تَزَلَّتْ بِهِ
فَاقَةٌ فَأَتَزَلَّمَا بِالنَّاسِ لَمْ تُدْفَقْ فَاقَتُهُ ، وَمَنْ تَزَلَّتْ بِهِ فَاقَةٌ فَأَتَزَلَّمَا بِاللَّهِ ،
فَهُوَ شَيْءٌ اللَّهُ لَهُ يَرْزُقُ عَاجِلٍ أَوْ آجِلٍ .

قال أبو عيسى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَرِيبٌ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، أَخْبَرَنَا

سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ : جَاءَ مُعَاوِيَةُ إِلَى أَبِي هَاشِمٍ ابْنِ عُبَيْدَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ يَمُودُهُ ، فَقَالَ : يَا خَالَ مَا يُبْسِكُكَ أَوْجَعُ بِشْرُكَ^(۱) أَمْ حِرْصٌ عَلَى الدُّنْيَا ؟ قَالَ : كُلُّ لَأَا ، وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَى إِلَى عَهْدٍ لَمْ أَخْذُ بِهِ ، قَالَ : إِنَّمَا يَكْفِيكَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، وَأَجِدُنِي الْيَوْمَ قَدْ جَنَحْتُ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : وَقَدْ رَوَى زَائِدَةُ وَعُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ مَثْنَمٍ ، قَالَ : دَخَلَ مُعَاوِيَةُ عَلَى أَبِي هَاشِمٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ . حَدَّثَنَا وَكِيعٌ . حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَمْرِ بْنِ حَطِيبَةَ عَنِ الْمُنْبِيرَةِ بْنِ سَعْدِ بْنِ الْأَخْرَمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَتَخَذُوا الصُّنْئَةَ فَتَرْغَبُوا فِي الدُّنْيَا قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کو فقر و فاقہ پیش آئے پھر وہ اسے لوگوں کے سامنے ظاہر کرے تو اس کا فاقہ دور نہیں ہوگا، اور جس شخص کو فاقہ پیش آئے اور وہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرے تو حق تعالیٰ شانہ، ضرور اس کو رزق عطا فرمائیں گے، خواہ جلدی، خواہ کچھ دیر میں۔“

۲: حضرت ابو وائلؓ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ماموں حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، حضرت معاویہؓ نے عرض کیا کہ ماموں جان! آپ رو کیوں رہے ہیں، تکلیف بے چین کر رہی ہے، یا دنیا میں رہنے کی خواہش؟ فرمایا، ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی جسے میں بھانپ نہیں سکا۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ ”تیرے لئے بس اتنی دنیا کافی ہے کہ تیرے پاس خدمت کے لئے ایک آدمی ہو، اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک سواری ہو“ لیکن میں آج دیکھ رہا ہوں کہ میں نے اس سے زائد مال جمع کر رکھا ہے۔

۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین حاصل نہ کیجیو ورنہ دنیا میں تمہارا جی لگنے لگے گا۔“

تشریح: ان احادیث طیبہ سے دنیا کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذوق واضح ہو جاتا ہے اور اس سے اپنی حالت کا موازنہ کر کے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم دنیا کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اس ذوق سے کس قدر محروم ہو رہے ہیں، اگر حق تعالیٰ شانہ آخرت کا صحیح یقین اور حقیقت دنیا کی صحیح پہچان نصیب فرمادیں تو واقعہ یہ ہے کہ ہماری زندگی کا نقشہ ہی بدل جائے، اور مال و دولت، صحت و عمر اور قوت و طاقت کا جو خزانہ دنیا سمیٹنے پر ضائع کر رہے ہیں اس کا رخ آخرت کا گھر بنانے کی طرف پھر جائے۔

پہلی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا اصول ارشاد فرمایا ہے جو ایک طرف انسانی نفسیات کی گرہ کشائی کرتا ہے اور دوسری طرف آدمی کے فقر و فاقہ کا صحیح حل پیش کرتا ہے، انسان کی عام عادت یہ ہے

کہ جب وہ فقر و فاقہ اور تنگ دستی کا شکار ہوتا ہے تو لوگوں کے سامنے اس کی شکایت کرتا ہے، کچھ لوگ ازراہ ہمدردی اس کی مدد بھی کر دیتے ہیں۔ لیکن اس سے اسکے فقر و فاقہ کا مداوا نہیں ہوتا، بلکہ حرص اور لالچ کی آگ مزید بھڑک اٹھتی ہے، اور ایسے شخص کو کبھی سیرچشی نصیب نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس اگر تنگ دستی اور فقر و فاقہ پر آدمی صبر کرے اور صرف حق تعالیٰ شانہ سے التجاء کرے تو حق تعالیٰ اس کو الٰہیمان و سکون اور سیرچشی کی دولت بھی عطا کرتے ہیں، اور اکثر تنگ دستی کے بجائے کشائش سے بھی نواز دیتے ہیں۔

مومن کی عمر کا طویل ہونا

باب

مَاجَاءَ فِي طَوْلِ السَّنَةِ لِلْمُؤْمِنِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ بْنِ أَعْرَابِيٍّ قَالَ : بَارَسَ رَسُولَ اللَّهِ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ ؟ قَالَ : مَنْ طَالَ مُرُوءُهُ ، وَحَسُنَ عَمَلُهُ .

وَفِي الْبَابِ مَنْ أَيْ هُرَيْرَةُ وَجَابِرُ

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

حَدَّثَنَا أَبُو حَتْمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ . حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ .

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ : بَارَسَ رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ ؟ قَالَ : مَنْ طَالَ مُرُوءُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ ، قَالَ : فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ ؟ قَالَ : مَنْ طَالَ مُرُوءُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ فرمایا: جس کی عمر طویل ہو، اور اس کے اعمال اچھے ہوں۔

۲: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ فرمایا، جس کی عمر لمبی ہو، اور بھلے کام کرتا ہو، عرض کیا، تو سب سے برا آدمی کون ہے؟ فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور کام برے کرتا ہو۔

تشریح: یہ مضمون بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ نیک آدمی کی عمر کا طویل ہونا ایک نعمت ہے کہ اس سے اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور یہی اس کی بلندی درجات کا ذریعہ ہے، اور برے آدمی کو زیادہ مہلت ملنا اس کے لئے آفت ہے جس سے اس کے شر اور برائی میں اضافہ ہوتا ہے، اور وہ زیادہ سے زیادہ عذاب اور لعنت کا مستحق بنتا چلا جاتا ہے۔

حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا، ان میں سے ایک صاحب اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ہفتہ عشرہ کے بعد انتقال ہو گیا، صحابہ کرامؓ ان صاحب کے جنازے سے فارغ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم نے اس کے لئے کیا دعا کی تھی؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم نے یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرما دیں، اس پر رحم فرمائیں، اور اسے اس کے شہید ساتھی کے ساتھ ملا دیں، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس نے اپنے رفیق کے بعد جو نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، نیک عمل کئے وہ کدھر گئے؟ ان دونوں کے درمیان تو آسمان و زمین کا فرق ہے۔ (ابوداؤد و نسائی)

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو عذرہ کے تین شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لائے، آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو ان کی کفالت کا ذمہ لے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں۔ چنانچہ یہ تینوں صاحب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہنے لگے، چند دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے ایک دستہ بھیجا، ان تین میں سے ایک صاحب اس جہاد میں گئے اور شہید ہو گئے، پھر ایک اور لشکر بھیجا، اس میں دوسرے صاحب شامل ہوئے اور شہید ہو گئے، ان کے بعد تیسرے صاحب کا انتقال بستر پر ہوا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان تینوں کو خواب میں دیکھا، دیکھتا کیا ہوں کہ تینوں جنت میں ہیں، اور جو صاحب اپنے بستر پر مرے تھے وہ ان کے آگے ہیں، ان کے پیچھے وہ صاحب ہیں جو بعد میں شہید ہوئے تھے، اور ان کے پیچھے وہ صاحب ہیں جو پہلے شہید ہوئے تھے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان کی اس ترتیب سے حیرت ہوئی، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں حیرت و تعجب کی کیا بات ہے؟ اللہ کے نزدیک اس مومن سے کوئی شخص افضل نہیں جس کو اسلام کی حالت میں ایک بار سبحان اللہ، یا لا الہ الا اللہ، یا اللہ اکبر کہنے کی مہلت مل جائے۔ (مسند احمد)

حضرت محمد بن ابی عمیرہ صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر کوئی بندہ پیدائش سے موت تک اللہ تعالیٰ کی طاعت میں سجدہ میں پڑا رہے تو قیامت کے دن اپنے اس عمل کو حقیر سمجھے گا، اور یہ چاہے گا کہ اسے دنیا میں پھر بھیج دیا جائے تاکہ وہ اپنے اجر و ثواب میں مزید اضافہ کر سکے۔

ان احادیث میں امت کو آگاہ فرمایا گیا ہے کہ مومن کی عمر کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جس کو اس کی صحیح قدر و قیمت معلوم ہو گئی اور اس انمول گوہر کو خدا تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے درجات کے حصول میں خرچ کیا، اور بہت ہی لائق افسوس ہے وہ شخص جس نے اسے لہو و لعب اور کھیل تماشوں میں ضائع کر دیا، اور مہلت حیات ختم ہونے کے بعد

خالی ہاتھ دنیا سے رخصت ہوا۔

”اللهم لا تجعل الدنيا اكبر همنا ولا مبلغ
علمنا ولا غاية رغبتنا ولا تسلط علينا من
لا يرحمنا“

اس امت کی عمر ساٹھ سے ستر برس تک

باب

تَاجَاءَ فِي فَنَاءِ أَعْمَارِ هَذِهِ الْأُمَّةِ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى السَّبْعِينَ

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
رَبِيعَةَ عَنْ كَامِلِ أَبِي الْغَلَاءِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مُعْزُ أُمَّتِي مِنْ سَبْعِينَ سَنَةً إِلَى
سَبْعِينَ سَنَةً

قال أبو عيسى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ ، وَقَدْ رَوَى مِنْ غَيْرِهِ وَجْهٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی (اوسط)
عمریں ساٹھ برس سے ستر برس تک ہیں۔“

تشریح : مطلب یہ کہ عام طور سے اس امت کے افراد کی طبعی عمر ساٹھ
ستر کے درمیان ہوگی۔ اور یہ مہلت بڑی مختصر ہے۔ خصوصاً جب کہ آدمی
چالیس کے سن سے تجاوز کر چکا ہو اسے اپنی زندگی کے مختصر لمحات کو بہت ہی
احتیاط سے استعمال کرنا چاہئے۔

زمانہ سمٹ جائے گا

باب

مَا جَاءَ فِي تَقَارُبِ الزَّمَانِ وَقِصْرِ الْأَمَلِ

حَدَّثَنَا قَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّوْرِيُّ . حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَفٍ .
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَمَّرٍ الْعُمَرِيُّ عَنْ سَمْعٍ بِنِ سَعِيدِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَنَسِ
ابْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَقُومُ السَّاعَةُ
حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ ، فَتَكُونُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ ، وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ ،
وَتَكُونُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ ، وَيَكُونُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ ، وَتَكُونُ السَّاعَةُ
كَالضَّرْمَةِ بِالنَّارِ .

قَالَ أَبُو حَبِيبٍ : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ ، وَسَمِعْتُ
سَعِيدَ هُوَ أَخُو بَعْثَى بْنِ سَعِيدٍ

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمانہ سمٹ جائے، پس
سال مہینے کی، مہینہ ہفتے کی، ہفتہ دن کی، دن گھڑی کی اور گھڑی
آگ کے شعلہ کی مانند ہو جائے گی۔“

تشریح : اس حدیث میں زمانے کے سمٹنے کا جو مضمون ارشاد فرمایا ہے اس
سے یہ مراد نہیں کہ سال، مہینے، ہفتے، دن اور گھڑی کی جو مقدار آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھی اس وقت میں کوئی کمی آجائے گی، بلکہ مراد
(واللہ اعلم) یہ ہے کہ زمانے سے برکت اٹھ جائے گی، اور لوگوں کو تیزی سے
وقت گزرنے کی شکایت ہوگی۔ ایسا محسوس ہوگا کہ گویا زمانے کی رفتار غیر

معمولی طور پر تیز ہو گئی ہے، دنوں کا کام ہفتوں میں ہو پاتا ہے، اور ہفتوں کا مہینوں میں اور مہینوں کا سالوں میں۔

زمانے کے سمٹ جانے کا ایک پہلو یہ ہے کہ جو حوادث کہیں سالوں میں ہوا کرتے تھے وہ مہینوں میں ہونے لگیں گے۔ جو مہینوں میں ہوا کرتے تھے وہ ہفتوں میں اور جو ہفتوں میں ہوا کرتے تھے وہ دنوں میں پیش آنے لگیں گے۔

اسی کا ایک پہلو یہ ہے کہ لوگوں کی مصروفیت اتنی بڑھ جائے گی کہ انہیں سانس لینے کی مہلت ہی نہیں ہوگی، اور نہ یہ پتہ چلے گا کہ سورج کب ظلوع ہوا اور کب غروب ہو گیا۔

خلاصہ : یہ کہ قرب قیامت کی وجہ سے جس طرح اور چیزوں سے برکت اٹھ جائے گی اسی طرح وقت میں بھی برکت نہیں رہے گی، اور جس طرح گرانی بڑھ جانے سے کرنسی کی ”قدر“ گھٹ جاتی ہے، اسی طرح مشاغل بڑھ جانے کی وجہ سے وقت کی قیمت بھی گر جائے گی۔

اس حدیث میں گویا یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ایسے زمانے میں جب کہ وقت کی برکت اٹھ جائے، مومن کو چاہئے کہ اپنے اوقات کو بہت عزیز سمجھے، اور طویل زندگی کو مختصر تصور کرتے ہوئے اسے زیادہ سے زیادہ قیمتی بنانے اور حسنت میں خرچ کرنے کی کوشش کرے۔ واللہ اعلم۔

امیدوں کا کوتاہ ہونا

باب

مَا جَاءَ فِي قِصَرِ الْأَمَلِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَيْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو أَحَدَ . حَدَّثَنَا

سُفْيَانُ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ جَابِرٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَدِّي فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ
وَعِدُّ نَفْسِكَ فِي أَهْلِ الْقُبُورِ ، فَقَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ : إِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ
نَفْسَكَ بِالنِّسَاءِ ، وَإِذَا امْتَسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ ، وَخُذْ مِنْ حِجَّتِكَ
قَبْلَ مَمَاتِكَ وَمِنْ حَبَانِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ فَإِنَّكَ لَا تَذَرِي بِأَعْبَدَ اللَّهِ
مَا أَتَمَّكَ غَدًا .

قال أبو عيسى : وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ الْأَعْمَشُ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ
ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ . حَدَّثَنَا أَحَدُ بَنِي عَبْدِ الصَّغِيِّ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا سَمَاءُ
ابْنُ زَيْدٍ ، عَنْ لَيْثٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم
کے ایک حصے کو پکڑ کر (اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ
میرے کندھے کو پکڑ کر) فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو گویا بے
وطن اجنبی ہو بلکہ (اس سے بڑھ کر یوں سمجھو کہ گویا تم)
راستہ طے کرنے والے مسافر ہو اور اپنے آپ کو اہل قبور
میں سے شمار کرو۔

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن
عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم صبح کرو تو تمہارے دل میں
شام کا خیال نہیں آنا چاہیے، اور جب شام کرو تو تمہارے دل
میں صبح کا خیال نہیں آنا چاہیے، اور بیماری سے پہلے اپنی
صحت سے، اور موت سے پہلے اپنی زندگی سے کچھ حاصل کر لو
کیونکہ اے بندہ خدا! تم نہیں جانتے کہ کل کو تمہارا کیا نام ہو
گا؟ (زندہ کہلاؤ گے یا مردہ)“

تشریح : آخرت سے غفلت اور طاعت و عبادت میں سستی و کوتاہی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ آدمی دنیا میں اس طرح جی لگا کر بیٹھ جاتا ہے گویا اسے بس یہیں رہنا ہے، اس ویرانہ دنیا کو آباد کرنے کیلئے ہزاروں تجویزیں سوچتا ہے، بیسیوں منصوبے بناتا ہے، اور لمبی لمبی امیدیں باندھتا ہے، آخرت کا تصور ان خیالی آرزوؤں میں دب کر رہ جاتا ہے اور آدمی کی حالت دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس کو فرشتہ اجل کا کبھی سامنا نہیں ہو گا۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں

سامان سو برس کا، پل کی خبر نہیں

شیخ چلی کا قصہ مشہور ہے جسے لطیفہ کے طور پر سکر ہم ہنسا کرتے ہیں لیکن غور کیجئے تو ہم میں سے ہر شخص شیخ چلی ہے جو خیالی دنیا میں گمن ہو کر طویل الیحاد منصوبے بناتا ہے، لیکن موت کی ٹھوکر ہمارے خیالاتی شیش محل کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے، اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طول اہل اور خیالی منصوبہ بندی کا علاج تجویز فرمایا ہے اور وہ مراقبہ موت ہے۔

اس ارشاد نبویؐ کے مطابق ایک مومن کو دنیا میں اس طرح رہنا چاہئے گویا وہ اجنبی مسافر ہے جو شخص چند روز کا ویزا لیکر کسی غیر ملک میں ضروری کام سے گیا ہو اس کی حیثیت اس ملک میں اجنبی مسافر کی ہوگی، اگر وہ اپنے کام سے غافل ہو کر اس ملک کی تعمیر و ترقی اور وہاں کی دلفریبیوں میں دلچسپی لینے اور لمبے لمبے منصوبے سوچنے لگے تو یہ اسکی حماقت ہوگی، اسے وقت مقررہ پر وہاں سے بہر حال کوچ کرنا ہوگا، اور اس کے سب خیالی منصوبے نہ صرف یہ کہ مہمل اور فضول ہو کر رہ جائیں گے بلکہ جس مقصد کے لئے وہ وہاں گیا تھا اس میں بھی ناکام ہو کر واپس آئے گا، ٹھیک یہی کیفیت آدمی کی اس دنیا میں ہے، وہ یہاں بہت ہی مختصر سی مہلت کیلئے آیا ہے، اور ایک اہم ترین مقصد کی تکمیل کے لئے آیا ہے، اگر اس مقصد سے ہٹ کر وہ یہاں کی ادھیڑ بن میں وقت ضائع کر دے گا تو خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہو گا۔ اور پھر غیر وطن میں جو شخص جاتا ہے گو وہ وہاں کا باشندہ نہیں بلکہ

اجنبی ہوتا ہے۔ تاہم چندے اس کو وہاں قیام کرنا ہے غور کیا جائے تو دنیا میں انسان کی یہ حیثیت بھی نہیں بلکہ وہ ابتدا آفرینش سے آخری لمحہ زندگی تک مسلسل شاہراہ حیات کا مسافر ہے ایک لمحہ کیلئے بھی اس کا سفر حیات منقطع نہیں ہوتا، بلکہ ہر لمحہ اسے دنیا سے موت کی آغوش میں دھکیل رہا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ دنیا میں اپنے آپ کو صرف اجنبی ہی کی طرح نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اس مسافر کی طرح سمجھو جو جادۂ منزل پر گامزن ہے، اور چونکہ اس سفر کی پہلی منزل موت ہے اس لئے اپنے آپ کو اہل قبور کی صف میں شامل سمجھو، آج نہیں تو کل وہاں جا پہنچو گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مراقبہ تعلیم فرمایا تھا، وہ اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے اپنے شاگرد حضرت مجاہد سے فرماتے تھے کہ صبح ہو تو شام کی فکر مت کرو، اور شام ہو تو صبح کی فکر مت کرو، خدا جانے تم صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک یہاں رہو گے بھی یا نہیں، صبح ہو تو یوں تصور کرو شاید یہ میری زندگی کی آخری صبح ہو اور آج کے بعد میں سورج کو ظلوع ہوتے ہوئے نہ دیکھوں، اور شام ہو تو یہ خیال کرو کہ ممکن ہے یہ شام میری شام زندگی ہو، اور اس کے بعد مجھے کوئی شام میسر نہ آئے، کتنے ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ایسے ہیں جو موت سے غافل خوش گپیوں میں مشغول ہیں، حالانکہ انکا کفن دھل کر دکان پر آچکا ہے۔

اور اس مراقبہ موت کا مقصد یہ ہے کہ جو لمحہ زندگی جس حالت میں بھی تمہیں میسر ہے اس کو غنیمت سمجھ کر آخرت کی تیاری کرو، بیماری سے پہلے صحت میں اپنا توشہ تیار کرلو، اور موت سے پہلے زندگی کو نیک اعمال سے کار آمد بنالو۔ بندۂ خدا! تمہیں کیا معلوم ہے کہ کل تمہیں کس نام سے پکارا جائے گا، تمہارا نام زندوں میں ہو گا، یا مردوں کے رجسٹر میں اندراج کر دیا جائے گا، لوگ ”مذخلہ“ کہہ کر تمہارا نام لیں گے، ”یا مرحوم“ کہہ کر تمہیں یاد کیا جائے گا۔

خیرے کن ائے فلاں و غنیمت شمار عمر
پیش زانکہ بانگے درآید فلاں درجہاں نماند

امام غزالیؒ نے ”اربعین“ میں دنیا کی مثال بہت ہی عمدہ بیان فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

”دنیا توشہٴ آخرت ہے اور اس سے مقصود یہی ہے کہ مسافرانِ بآسانی اپنا سفر ختم کر سکیں مگر بے وقوف اور احمق لوگوں نے اسی کو مقصود اصلی سمجھ لیا اور طرح طرح کے مشغلوں اور قسم قسم کی خواہشوں میں ایسے پڑے کہ آنے والے وقت کو بالکل بھول گئے۔ ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حج کی نیت سے روانہ ہو اور جنگل میں پہنچ کر سواری کے گھاس دانہ اور مرکب کے موٹا تازہ کرنے کی فکر میں لگ جائے اور ہمراہیوں سے پیچھے رہ جائے، افسوس ہے اس کی حالت پر کہ تن تھا جنگل میں رہ گیا، اور قافلہ کوچ کر گیا، جس نیت سے چلا تھا یعنی حج وہ بھی گیا گزرا ہوا، اور نتیجہ یہ ہوا کہ جنگلی درندوں نے موٹی تازی سواری کو بھی چیر پھاڑ ڈالا اور اس کو بھی اپنے منہ کا نوالہ بنا گئے۔ یاد رکھو کہ دنیا آخرت کی کھیتی اور منزل کا پڑاؤ ہے اور تم اپنے جسم خاکی پر سوار ہو کر سفر آخرت کر رہے ہو اس لئے تم کو چاہئے کہ اپنی سواری کا گھاس دانہ بقدر کفایت اٹھاؤ اور سفری ضرورتوں میں کام آنے والا سامان میا کر کے وہ بیج بوؤ جس کو آخرت میں کاٹو اور پھر دائمی زندگی آرام سے گزار سکو اور اگر اس ماتحت سواری کی پرورش و فریبی میں مشغول ہو جاؤ گے تو قافلہ کوچ کر جائے گا اور تم منزل مقصود پر نہ پہنچ سکو گے۔

دنیا میں مخلوق کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کشتی پر کچھ آدمی سوار ہوں اور کشتی کسی جزیرے کے کنارے پر آٹھرے اور کشتی کا ملاح سوار یوں کو اجازت دیدے کہ جاؤ جزیرے میں اتر کر اپنی ضرورتیں پوری کر آؤ مگر ہوشیاری سے کام لینا جگہ خطرناک ہے اور ابھی سرد دراز سر پر ہے غرض سواریاں اتریں اور ادھر ادھر منتشر ہو کر کئی اقسام پر منقسم ہو گئیں۔ بعض تو ضروری حاجت سے فارغ ہوتے ہی لوٹ پڑے اور فضول وقت گزارنا ان کو اچھا نہ معلوم ہوا، پس دیکھا کہ کشتی خالی پڑی ہے لہذا اپنی پسند کے موافق ساری کشتی میں اعلیٰ درجہ کی ہوا دار اور فراخ جگہ منتخب کر کے وہاں بیٹھ گئے اور بعض جزیرہ

کی خوشگوار ہوا کھانے اور خوش الحان پرندوں کی سریلی آوازوں کے سننے میں لگ گئے، سبز مخمل فرش اور رنگ برنگ کے پھول بوٹوں اور طرح طرح کے پتھروں، درختوں کی گل کاریوں میں مشغول ہو گئے، مگر پھر جلدی ہوش آگیا اور فوراً "کشتی کی جانب واپس ہوئے یہاں پہنچ کر دیکھا کہ جگہ تنگ رہ گئی ہے اور پر ہمارے فضا کی جگہوں پر، ان سے پہلے آجانے والے لوگ بستر لگا چکے ہیں لہذا اس تنگ ہی جگہ میں تکلیف کے ساتھ بیٹھ گئے اور چند لوگ اس جزیرہ کی عارضی بہار پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ دریائی خوشنما سیوں اور پہاڑی خوبصورت پتھروں کے چھوڑنے کو ان کا دل ہی نہ چاہا، پس ان کا بوجھ لاد کر انہوں نے اپنی کمر پر رکھا اور سمندر کے کنارے پر پہنچے کہ کشتی پر سوار ہوں، دیکھا کہ کشتی لبریز ہو چکی ہے کہ اس میں نہ بیٹھنے کی جگہ ہے اور نہ اس فضول بوجھ کے رکھنے کیلئے کوئی مکان ہے۔ اب حیران ہیں کہ کیا کریں ادھر تو بوجھ کے بھینکنے کو نفس گوارا نہیں کرتا اور ادھر اپنے بیٹھنے تک کو جگہ نہیں ملتی غرض قہر و رویش برجان و رویش، نہایت دقت کے ساتھ ایک نہایت تنگ جگہ گھس بیٹھے اور کنکروں اور پتھروں کے بارگراں کو اپنے سر پر لاد لیا، اب انکی حالت کا تم ہی اندازہ کر لو کہ کیا ہوگی، کمر الگ دکھے گی، گردن جدا ٹوٹے گی اور جس مصیبت و تکلیف کے ساتھ وقت کٹے گا اس کو ان کا ہی دل خوب سمجھے گا، اور بعض لوگ جزیرے کے دل افروز حسن پر ایسے عاشق ہوئے کہ کشتی اور سمندر سب کو بھول گئے پھول سوگھنے اور پھل کھانے میں مصروف ہو گئے اور کچھ خبر نہ رہی کہ کہاں جانا ہے اور یہاں رہ کر کن درندوں اور موذی جانوروں کی غذا بننا ہے آخر سب کے بعد بادل خواستہ ساحل پر پہنچے تو کشتی میں نام کو بھی جگہ نظر نہ آئی، تھوڑی دیر بعد کشتی لنگر اٹھا کر وہاں سے چل دی اور یہ لوگ کنارے پر کھڑے حسرت بھری نظروں سے اپنے ہمراہیوں کو دیکھتے رہ گئے، آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ جزیرہ کے درندوں نے ان کو پھاڑ ڈالا اور موذی جانوروں نے ان کے نازک اور خوبصورت بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، یہی حال بیہوش دنیا داروں کا ہے اب تم خود غور کر کے سمجھ لو کہ کن لوگوں پر کونسی مثال چسپاں ہوتی ہے۔"

حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ
 تَحَادٍ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ
 ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا ابْنُ آدَمَ وَهَذَا أَجَلُهُ
 وَوَضَعَ يَدَهُ حِينَئِذٍ قَفَاهُ، ثُمَّ بَسَطَهَا فَقَالَ: وَنَمَّ أَمَلُهُ وَنَمَّ أَمَلُهُ.
 قَالَ أَبُو عِيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ
 أَبِي سَعِيدٍ.

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے
 روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”یہ
 آدمی ہے، اور یہ اس کی اجل ہے (جو قریب ہی کھڑی ہے)“
 پھر آپؐ نے اپنا دست مبارک پشت کی طرف کیا۔ پھر اس کو
 پھیلا یا۔ اور فرمایا : ”اور وہاں اور وہاں (یعنی بہت دور) اس
 کی آرزو ہے۔“

تشریح : اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حسی مثال
 سے یہ حقیقت ذہن نشین کرائی ہے کہ آدمی اپنی خواہشات کی تکمیل اور اپنی
 آرزوؤں کو پورا کرنے کے لئے جو منصوبے بناتا ہے یہ شیخ چلی کی طرح محض
 اس کی خام خیالی ہے۔ ورنہ اس دنیا میں کبھی کسی کی تمام آرزوئیں پوری نہیں
 ہوئیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ آدمی اپنی امیدوں اور آرزوؤں کے لئے جب دوڑ
 دھوپ کرتا ہے، وہ اس خام خیالی میں ہوتا ہے کہ اس کی امید بر آئے گی اور
 وہ اپنی خواہشات و مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن اجل
 کا خفیہ ہاتھ رونما ہوتا ہے، اور اس کی تمام آرزوؤں، امیدوں اور خواہشوں
 کا خون کر دیتا ہے، اسے چار و ناچار پیام اجل کو لبیک کہنا پڑتا ہے، اور دنیا کی
 ساری تگ و دو کے بارے میں وہ یہ کہتا ہوا دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
 اس وقت اس پر دنیا کی صحیح حقیقت منکشف ہوتی ہے اور وہ سمجھتا ہے

کہ دنیا کے بے حقیقت سراب کے لئے اس کی محنت و کاوش محض حماقت تھی:
 وکم حسرات فی بطون المقابر
 حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً "ہمارے آقا حضرت محمد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کو دنیا کے اسی دھوکہ و فریب سے آگاہ کرتے
 ہیں، اور وہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں رہتے ہوئے ہی دنیا کے دھوکہ و غرور، اس کی
 بے ثباتی و ناپائیداری اور اس کی غداری و بے وفائی کی حقیقت انسانوں پر کھل
 جائے جو موت کے وقت سب پر کھل جاتی ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثال دے کر سمجھاتے
 ہیں کہ دیکھو یہ آدمی کھڑا ہے، اور یہ اس کے قریب ہی اس کی اجل کھڑی ہے،
 اور دور اور بہت دور اس کی امیدیں اور آرزوئیں کھڑی نظر آ رہی ہیں،
 آدمی جوں جوں ان خوشنما آرزوؤں کی طرف لپکتا اور دوڑتا ہے اسی نسبت
 سے اس کی اجل اس کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ
 آدمی کبھی اپنی امیدوں تک نہیں پہنچ پائے گا، بلکہ راستے ہی میں اجل اس کو
 دبوچ لے گی، یہ اپنی خام آرزوؤں کو نگاہ حسرت سے دیکھتا اور پیچھے اجل میں
 پھڑپھڑاتا ہوا دنیا سے رخصت ہو گا۔ انسانوں کی نظر پر غفلت کی پٹی بندھی ہے
 اس لئے انہیں قریب کھڑی اپنی اجل نظر نہیں آتی، مگر ساتھ ہی دل کی
 آنکھوں پر خواہشات کی دور بین چڑھی ہوئی ہے اس لئے انہیں اپنی آرزوئیں
 بہت قریب نظر آتی ہیں، حق تعالیٰ اس غفلت کی پٹی اور خواہشات کی دور بین
 کو اتارنے کی توفیق عطا فرمائے تو نظر آئے گا کہ اجل سر پر کھڑی مسکرا رہی
 ہے، اور آرزوؤں کا سراب دور اور بہت دور ہے، جہاں تک پہنچنا اس کے
 لئے ناممکن ہے، قطعی ناممکن۔

حَدَّثَنَا هَمَّادٌ . حَدَّثَنَا أَبُو مُتَاوِبَةَ ، عَنْ الْأَعْمَشِيِّ ، عَنْ
 أَبِي السَّرِّ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ : مَرَّ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُلَاحِظُ خُمًّا لَنَا ، قَالَ : مَا هَذَا ؟ قُلْنَا قَدْ وَهَى فَنَحْنُ نُصَلِّحُهُ ،

قَالَ : مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذَلِكَ .
 قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو الشَّيْبَانِ سَمِعَهُ مِنْ
 ابْنِ مُحَنَّدٍ ، وَقَالَ ابْنُ أَحْمَدَ الثَّوْرِيُّ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے ہم اپنا چھپر ٹھیک کر رہے تھے (اس کی لپائی وغیرہ کر رہے تھے) آپؐ نے فرمایا یہ کیا (ہو رہا) ہے؟ عرض کیا کہ یہ بوسیدہ ہو گیا تھا، ہم اس کی مرمت کو رہے ہیں، فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ موت کا معاملہ اس سے زیادہ جلدی کا ہے۔“

تشریح : مطلب یہ کہ اس بوسیدہ چھپر کے گرنے میں تو کچھ وقت لگے گا لیکن موت کے آنے کا وقت کسی کو معلوم نہیں، وہ اس کے گرنے سے بھی پہلے آسکتی ہے اس لئے چھپر کی تیاری سے زیادہ موت کی تیاری کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

رہائش کی ضرورت کے لئے انسان مکان یا جھونپڑا بناتا ہے، اور شریعت نے بقدر ضرورت اس کی اجازت بھی دی ہے، لیکن تعمیرات میں غلو اور آرائش و زیبائش کو پسند نہیں فرمایا۔ بہت سے اہل اللہ نے عمر جھونپڑے میں گزار دی۔ جب ان سے عرض کیا جاتا کہ کوئی ڈھب کا مکان بنا لیجئے تو فرماتے کہ کیا خبر ہے کہ شام تک یہاں رہیں گے بھی یا نہیں؟ خود ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے جھونپڑے اتنے معمولی اور بے حیثیت تھے کہ آج کوئی غریب سے غریب بھی ان میں رہائش کا تصور نہیں کر سکتا۔ یہ خام خیالی کہ یوں روپیہ کمائیں گے، اور یوں مکانات بنائیں گے، اور ان میں فلاں فلاں آسائشوں کو جمع کریں گے موت سے غفلت کی بنا پر ہے۔

اس امت کا فتنہ مال ہے

باب

مَا جَاءَ أَنَّ فِتْنَةَ هَذِهِ الْأُمَّةِ فِي الْمَالِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَوَّارٍ - حَدَّثَنَا
لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ جُبَيْرٍ بْنَ نُفَيْرٍ ،
حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ
حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ .

ترجمہ : ”حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
ہوئے سنا ہے، ہر امت کا ایک خاص فتنہ ہوتا ہے (جو دیگر
فتنوں کے لئے اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے) اور میری
امت کا فتنہ مال (کی فراوانی) ہے۔“

تشریح : مال کی کثرت کو عام طور سے مشکلات کے حل کی کلید سمجھا جاتا
ہے اور لوگ اس کے لئے سرگردان رہتے ہیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہیں کہ مال کی محبت، اس کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کا جنون اور
اس کے ذریعہ خواہشات پورا کرنے کا شوق دل کا روگ ہے جو آدمی کو احکام
الہیہ کی تعمیل، آخرت کی یاد اور موت کی تیاری سے غافل کر دیتا ہے، اسی کی
خاطر لڑائی جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ قتل و غارت اور فتنہ و فساد برپا ہوتا
ہے، اسی سے حسد، کینہ، عداوت، بغل، طمع جیسے امراض قلب پیدا ہوتے ہیں،

یہی مال انسان کو کبر و نخوت، غرور و پندار اور خود بینی و خود نمائی پر آمادہ کرتا ہے، اسی کی خاطر آدمی اپنے دین و ایمان اور عقیدہ و ضمیر کو داؤ پر لگاتا ہے، اس لئے مال کی محبت سارے فتنوں کی جڑ ہے۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جو انسان کے دین و اخلاق کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے، اسی مرض کی اصلاح کے لئے اہل اللہ کی صحبت اختیار کی جاتی ہے۔ اور اسی کے لئے مجاہدات و ریاضات کی ضرورت پیش آتی ہے، حق تعالیٰ شانہ اس روسیاہ کو بھی اس مرض سے شفا عطا فرمائے۔

اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں
ہوتیں تو یہ تیسری کو تلاش کرتا
باب

مَا جَاءَ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَأَبْتَقَى ثَالِثًا

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زَيْبَادٍ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي رَافِعٍ .
ابْنِ سَفِيٍّ . حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَنَسِ
ابْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ' لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ
مِنْ ذَهَبٍ لَأَسَبَّ أَنْ يَسْكُونَ لَهُ ثَالِثٌ وَلَا يَمْلَأُ قَاهُ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ
اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ .

وَفِي الْبَابِ : عَنْ أَبِي بِنِ كَنْبٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَعَائِشَةَ وَابْنَ الزُّبَيْرِ وَأَبِي
وَاقِدٍ وَجَارِ بْنِ قَبَائِسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ .
قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ابن آدم کے پاس ایک وادی سونے سے بھری ہوئی ہو تو یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس ایک اور وادی ہو، اور اس کے پیٹ کو صرف مٹی بھر سکتی ہے، اور حق تعالیٰ شانہ اس شخص کی توبہ قبول فرماتے ہیں جو توبہ کرے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں تین مضمون ارشاد ہوئے ہیں:

اول انسان کا بالطبع مال کا حریص ہونا اور مال و دولت سے اس کا سیر نہ ہونا۔ سوائے ان مقبولان الہی کے جن کے دل مال کی ناپاک محبت سے پاک ہو گئے ہیں، عام انسانوں کا حال یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنے کی فکر ان پر سوار رہتی ہے، اور وہ اس کو بڑھانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ فرض کیجئے کسی کو اس قدر مال و دولت مل جائے کہ اس سے پوری ایک وادی بھر جائے تب بھی اس کی طبیعت سیر نہیں ہوگی، بلکہ یہ چاہے گا کہ کاش ایک وادی اور ہو، اور اگر ایک اور مل جائے تو چاہے گا کہ ایک تیسری وادی بھی ہو۔ الغرض ہفت اقلیم کی سلطنت اور روئے زمین کی دولت ایک آدمی کی پیاس بجھانے کے لئے بھی کافی نہیں بلکہ حرص و آز کی دوزخ سے ہمیشہ ”ہل من مزید“ کی صدا بلند ہوتی ہے اس لئے عقلمند وہ ہے جو یہاں طبیعت بھرنے کی فکر نہ کرے۔ بلکہ بقدر ضرورت پر قناعت کر کے حق تعالیٰ شانہ کی یاد میں لگا رہے:

کار دنیا کسے تمام نہ کرد
ہرچہ گیرید مختصر گیرید

دوسرا مضمون یہ ارشاد ہوا ہے کہ آدمی کا پیٹ صرف مٹی بھر سکتی ہے، مٹی سے قبر کی مٹی مراد ہے، یعنی آدمی کی مال کی حرص ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے اور قبر کی مٹی اس کا پیٹ بھرے۔ شیخ سعدی نے درج ذیل شعر میں اس حدیث کا گویا ترجمہ کر دیا ہے:

گفت چشم جنگ دنیا دار را
یا قناعت پر کند یا خاک گور

اس ارشاد میں حریص آدمی کی دُعا و رذالت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہے۔ یعنی بجائے اس کے کہ دنیا کے مال و دولت سے 'جو مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور جن کا انجام بھی مٹی ہے' یہ شخص سیرچشی اختیار کرتا اور حق تعالیٰ شانہ کی عبادت و رضا جوئی میں مشغول ہو کر آخرت کی نعمتوں اور لذتوں سے کامران و شاد کام ہوتا اس نے مٹی کی حرص اور رغبت اس قدر کی کہ قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز اس کا پیٹ نہ بھر سکی۔

تیسرا مضمون یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ شانہ کی طرف رجوع کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں یعنی دنیا کی حرص و لالچ سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ توفیق عطا فرمائیں، توفیق الہی کے حصول کے لئے بارگاہ خداوندی میں جھکتا، اس سے رجوع کرنا، اور اس کی ذات عالی سے دنیا کے زہر سے بچنے کی توفیق مانگنا لازم ہے۔ پس جو شخص حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، دنیا کی حرص چھوڑ کر پیشہ قاعدت اختیار کرے اور حق تعالیٰ کی جناب میں توبہ و انابت اختیار کرے حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ اس کے دل کو غنا سے بھر دیتے ہیں اسے خزانہ غیب سے رزق عطا فرماتے ہیں۔ وہ اپنے ساز و سامان کی قلت کے باوجود اہل دنیا سے زیادہ غنی ہو جاتا ہے۔ بلکہ واقعہ "یہی شخص غنی ہے، ورنہ دنیا کے حریص اکھوں کروڑوں رکھنے کے باوجود فقیر ہیں۔"

بوڑھے کا دل دو چیزوں کی محبت میں جوان ہوتا ہے

باب

ما جاء في: قلب الشيخ شاب على حب ائمتين

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ ، عَنْ

الْفُعْفُعَاءِ بْنِ حَكِيمٍ ، عَنْ أَبِي سَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : قَلْبُ الشَّيْخِ شَابَ عَلَى حُبِّ اِثْنَيْنِ طُولُ الْحَيَاةِ وَكَثْرَةُ الْمَالِ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا أَبُو عُوَانَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ

ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَهْرُمُ ابْنُ آدَمَ وَبَسْبُ مِنْهُ اِثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بوڑھے کا دل دو چیزوں کی محبت میں جوان ہوتا ہے۔ زندگی کا لمبا ہونا۔ اور مال کی کثرت۔

۲ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابن آدم بوڑھا ہوتا رہتا ہے مگر اس کی دو عادتیں جوان ہوتی رہتی ہیں، ایک زندہ رہنے کی حرص، دوسرے مال کی حرص۔“

تشریح : یعنی یہاں کی زندگی اور مال و دولت کی محبت آدمی کی طبیعت میں جاگزیں ہے، اگر اس کی اصلاح نہ کی جائے تو یہ عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہتی ہے، آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے، اس کا پیمانہ عمر لبریز ہو جاتا ہے، لیکن دنیا میں رہنے کی خواہش اور مال کی حرص اس میں جوانوں سے زیادہ ہوتی ہے، اس لئے کہ جوانی کے زمانے میں جو عادت پڑ جائے اور جیسا مزاج بن جائے بڑھاپے میں وہ پختہ تر ہو جاتا ہے اور اس کی اصلاح دشوار ہو جاتی ہے، اس حدیث کی دعوت یہ ہے کہ دنیا میں سدا قیام کی محبت اور مال کی حرص ایک

مرض ہے جس کا علاج جوانی کے زمانے ہی میں ہو جانا چاہئے، اور اس کا علاج ہے دنیا کے فناء و زوال کو سوچنا، آخرت کی لامحدود اور دائمی زندگی کو پیش نظر رکھنا، موت کو یاد کرنا، اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنا اور اہل دنیا کی صحبت سے حراز کرنا۔ واللہ الموفق۔

دنیا سے بے رغبتی کا بیان

باب۔

مَا جَاءَ فِي الزَّهَادَةِ فِي الدُّنْيَا

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاثِدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ خَلْبَسٍ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخُلَوَانِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا لَيْسَتْ بِتَحْرِيمِ الْحَلَالِ وَلَا إِضَاعَةِ الْمَالِ وَلَكِنَّ الزَّهَادَةَ فِي الدُّنْيَا أَنْ لَا تَسْكُونَ بِمَا فِي بَيْدِكَ أَوْ تَتَّقِيَ عِمَّا فِي بَيْدِي اللَّهِ وَأَنْ تَسْكُونَ فِي ثَوَابِ الْمَصِيبَةِ إِذَا أَنْتَ أَصِبتَ بِهَا أَرْغَبَ فِيهَا لَوْ أَنَّهَا أَبْقَيْتَ لَكَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَأَبُو إِدْرِيسَ الْخُلَوَانِيُّ اسْمُهُ عَائِذُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَعَمْرُو بْنُ وَاثِدٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: ”حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دنیا سے بے رغبتی حلال کو حرام کرنے اور مال کو ضائع کرنے سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ دنیا سے اصل بے رغبتی یہ ہے کہ تمہیں ایسی چیز پر جو تمہارے قبضہ میں ہے، زیادہ اعتماد نہ ہو بہ

نسبت اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، اور یہ کہ جب تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو (اس پر ملنے والے ثواب کے پیش نظر) تمہیں اس کے (زائل ہونے کی بہ نسبت) اس کے باقی رہنے کی زیادہ رغبت ہو۔“

تشریح: زہد فی الدنیا سے مراد ہے دنیا سے بے رغبتی ہونا، اور اس کے ساز و سامان، اس کی لذات و شہوات، اور اس کے مال و جاہ سے دلچسپی نہ ہونا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ صرف دنیا کی لذات اور مال و دولت سے کنارہ کشی مطلوب نہیں، بلکہ اصل مطلوب دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی پر کامل وثوق و اعتماد اور بھروسہ ہو، جو چیز اپنے ہاتھ اور قبضے میں ہو آدمی اس پر پوری طرح مطمئن ہوتا ہے، اور اس کے بارے میں کبھی فکر مند نہیں ہوتا، اسی طرح ایک مومن کو حق تعالیٰ کی رزاقیت پر اعتماد و توکل کر کے رزق کے معاملہ میں پوری طرح مطمئن اور بے فکر ہونا چاہئے جب تک یقین و توکل اور اعتماد علی اللہ کا مقام راسخ نہیں ہوتا زہد کی حقیقت حاصل نہیں ہوگی۔ دوسری چیز جو مطلوب ہے وہ دنیا سے بڑھ کر آخرت کا یقین ہے۔ دنیا میں آدمی کو جو مصائب و حوادث پیش آتے ہیں آخرت میں ان پر اجر و ثواب کا وعدہ ہے، اب اگر وہ مصیبت ٹل جائے تو دنیا کی راحت نصیب ہوئی، اور اگر باقی رہے تو آخرت کا ثواب۔ اور وہاں کی راحت و اطمینان یقینی ہے، پس زہد یہ ہے کہ آدمی کو آخرت کا یقین اور وہاں کے اجر و ثواب کے حصول کا جذبہ ایسا غالب ہو کہ وہ عقلی طور پر مصیبت کے باقی رہنے کو (جو آخرت کی راحت کا موجب ہے) مصیبت کے ٹلنے پر (جو دنیا کی راحت کا ذریعہ ہے) ترجیح دے، آلام و مصائب سے دل برداشتہ نہ ہو بلکہ اس کو بھی حق تعالیٰ کا عطیہ اور اپنے لئے ترقی درجات کا ذریعہ سمجھے۔

یہاں دو باتیں اور بھی ذہن میں رکھنی چاہئیں۔

ایک یہ کہ مصائب و تکالیف پر طبعی تکلیف اور صدمہ کا ہونا عبدیت کے

منافی نہیں، بلکہ عین عبدیت ہے، اس لئے کہ انسان گوشت پوست ہی کا بنا ہوا تو ہے، لوہے اور پتھر کا بنا ہوا نہیں کہ حوادث سے متاثر ہی نہ ہو، اس لئے حوادث و آفات اور آلام و مصائب سے طبعی تاثر انسانی سرشت ہے، اور پھر حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے ان کا نزول ہوتا ہی اس لئے ہے کہ انسان ان سے متاثر ہو۔ اس کے مجز و ضعف اور بے چارگی و بندگی کا ظہور ہو۔ اگر انسان کو طبعی کلفت ہی نہ ہو تو نزول حوادث کا مقصد ہی فوت ہو جائے، بہر حال طبعی رنج و صدمہ کا ہونا نہ ممنوع ہے، نہ خلاف عبدیت ہے، البتہ مومن کا قلب عین مصیبت کے وقت بھی عقلی طور پر پرسکون ہوتا ہے، اور یہ حقیقت اس کے قلب کی گہرائیوں میں راسخ ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس کے ساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے وہ اس کے حق میں سراسر حکمت و مصلحت ہے۔ اسلئے وہ مصائب سے پریشان خاطر نہیں ہوتا، بلکہ یہ حوادث و مصائب اس کی معرفت و تعلق مع اللہ میں ترقی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ آفات و مصائب کے ازالہ کے لئے جائز تدابیر و اسباب کا اختیار کرنا ممنوع نہیں، بلکہ مامور بہ ہے، مگر نظر اسباب پر نہیں ہونی چاہئے، بلکہ خالق اسباب جل مجدہ پر ہونی چاہئے، اسباب کو محض حکم خداوندی سمجھ کر اختیار کرے، اور پھر معاملہ یکسر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا خُرَيْثُ بْنُ السَّائِبِ قَالَ : سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ . حَدَّثَنِي حُمْرَانُ ابْنُ أَبَانَ ، عَنْ عُمَانَ بْنِ عَفَّانٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِيْسَ لَا بِنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَتَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ وَجِلْفٌ الْخُلْبَزِ وَالْمَاءِ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهُوَ حَدِيثُ الْخُرَيْثِ ابْنِ السَّائِبِ ، وَسَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ سُلَيْمَانَ بْنَ سَلَمَةَ الْبَلْخِيُّ يَقُولُ : قَالَ النَّصْرُ

ابن شَمِيل: جَلَفُ الْخُلْبَزِ بِغَيْرِ لَيْسَ مَعَهُ إِدَامٌ

ترجمہ: ”حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے
ہیں کہ ابن آدم کا درج ذیل چیزوں کے سوا کوئی حق نہیں،
ایک مکان جس میں وہ رہ سکے، دوسرے اتنا کپڑا جو اس کی
سترپوشی کا کام دے سکے، تیسرے روکھی سوکھی روٹی اور
پانی۔“

تشریح: مطلب یہ کہ انسان کی بنیادی ضرورت بس یہ تین چیزیں ہیں، جو
اس کے وجود و بقا کے لئے ناگزیر ہیں، یہ تین چیزیں تو گویا اللہ تعالیٰ کی جانب
سے اس کے لئے واجب اور ضروری ہیں، جن کی قیامت کے دن باز پرس نہیں
ہوگی، جب کہ یہ چیزیں حلال ذریعہ سے حاصل کی ہوں، ان کے علاوہ باقی سب
حد ضرورت سے زائد چیزیں ہیں اگر حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے عنایت ہو
جائیں تو شکر بجالائے، اور میسر نہ ہوں تو چونکہ کوئی استحقاق تو ہے نہیں، اسلئے
اس کو حرف شکایت زبان پر لانے کا کوئی حق نہیں، نیز اس ارشاد پاک میں اس
پر بھی تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ حد ضرورت سے زائد جتنی چیزیں ہیں وہ لائق
محاسبہ ہیں، قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے ان پر باز پرس ہو سکتی
ہے، حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل و احسان سے معاف فرمادیں تو ان کی شان
کریمی ہے، ورنہ ایسا کون ہے جو ان نعمتوں کا شکر ادا کر سکے، اور قیامت کے
محاسبہ سے عمدہ بر آہو سکے، اس لئے ان تین بنیادی ضرورتوں سے زائد چیزیں
زیادہ سے زیادہ جمع کرنا کمال نہیں (جیسا کہ ہم اپنی کم فہمی کی وجہ سے سمجھتے
ہیں) بلکہ اس کی ہوس دنیا و آخرت میں موجب وبال ہے۔ حق تعالیٰ شانہ
ہمیں نور بصیرت عطا فرمائے، اور دنیا کی حقیقت ہم پر منکشف فرمائے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ . حَدَّثَنَا

شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ مُطْرِفٍ ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أُنْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ : (اَلْهَاكُمْ اَللّٰهُ كَاثُرٌ) قَالَ : يَقُولُ ابْنُ اَدَمَ مَالِي مَالِي، وَهَلْ لَكَ مِنْ مَّالِكَ اِلَّا مَا نَصَّدَقْتُ فَاَمَضَيْتَ اَوْ اُكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْ اَبَيْتَ فَاَبْلَيْتَ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”مطرف بن عبد اللہ اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، اس وقت آپؐ الھکم التکاثر کی تلاوت فرما رہے تھے، آپؐ نے فرمایا، ابن آدم کہتا ہے میرا مال، میرا مال، اور نہیں ہے تیرے لئے مگر وہ جو تو نے صدقہ کر کے اسے آگے بھیج دیا، یا کھا کر اسے ختم کر دیا، یا پہن کر اسے بوسیدہ کر دیا۔“

تشریح : مطلب یہ کہ آدمی کا دنیا کے مال و دولت اور ساز و سامان کو اپنی طرف منسوب کرنا یہ اس کی خالص خوش فہمی ہے، ورنہ ان تمام چیزوں میں سے جنہیں وہ بڑے طمطراق سے ”میرا مال میرا مال“ کہتا ہے اس کے کام کی صرف تین چیزیں ہیں۔ ایک وہ صدقہ جو خدا تعالیٰ کے خزانے میں جمع کر دیا، دوسرے وہ کھانا جو کھا کر ختم کر دیا، تیسرے وہ کپڑا جسے پہن کر استعمال کر لیا، ان کے علاوہ باقی سب چیزیں یہ چھوڑ کر چلا جائے گا، جو دوسروں کے حصہ میں آئیں گی، ایسی ”بے وفا“ کو اپنا کہہ کر اس پر اترانا اور خوش ہونا کمال حماقت ہے، ہاں عطیہ الہی سمجھ کر خوش ہو، اور اس پر شکر بجالائے۔

اس حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے مراقبہ کی تعلیم فرمائی ہے جو حب مال کی بیماری کے لئے تریاق ہے، یعنی یہ سوچنا کہ میرے پاس جتنا مال ہے یہ میری زندگی ہی میں کار آمد ہے، مرنے کے بعد یہ دوسروں کی تحویل میں ہو گا، اور اس کے کمانے اور جمع کرنے کا حساب و کتاب مجھے دینا ہو گا، اور چونکہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، خدا جانے وقت

مقدر کب آجائے تو مال کا بھی کوئی بھروسہ نہ ہوا۔ تو ایسی بے وفا اور ناپائیدار چیز سے دل لگانا، اس پر اپنی زندگی کھپانا، اور اس کی خاطر اتنی مشقتیں جھیلنا یہ میری کم عقلی ہے، جس شخص کے دل میں مال کی محبت کا روگ ہو، اگر وہ پانچ سات منٹ روزانہ یہی مراقبہ کر لیا کرے تو انشاء اللہ اس مرض سے نجات مل جائے گی۔ واللہ الموفق۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ هُوَ الْبَاهِلِيُّ
حَدَّثَنَا مَكْرَمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ
يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ إِن تَبْذُلَ
الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ وَإِنْ مَنَعَكَ شَرٌّ لَكَ وَلَا تُنْلِمُ عَلَى كَنَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ
تَعْمَلُ وَالْيَدُ الْمَعْلُومَةُ خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ الْغُفْلَى
قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَشَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَكْنَى
أَبَا عَمَّارٍ .

ترجمہ : ”حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے آدم کے بیٹے! اگر تو زائد مال کو خرچ کر ڈالے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے، اور اگر تو اسے روک رکھے تو یہ تیرے لئے برا ہے، اور بقدر کفایت کے (روکنے) پر تجھے ملامت نہیں کی جائے گی، اور (خرچ کرنے میں) ان لوگوں سے ابتدا کر جن کا نان و نفقہ تیرے ذمہ ہے، اور اوپر والا ہاتھ بہتر ہے نیچے والے ہاتھ سے۔“

تشریح : اس ارشاد پاک میں چار مضمون ارشاد فرمائے گئے ہیں، ایک یہ کہ آدمی کو مال جمع کرنے کی حرص نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ مال کا خرچ کرنا اس کے لئے بہتر ہے اور اسے جمع کر کے رکھنا اس کے حق میں برا ہے۔ حق

تعالیٰ شانہ نے مال کو آدمی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، پس مال کو اگر جائز دنیوی ضروریات میں خرچ کرے گا تو دنیا کی ضروریات پوری ہو گئی۔ اور یہ دنیوی خیر ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا تو اس کے لئے ذخیرہ آخرت بنے گا، یہ مال کی اخروی خیر ہے، اور اگر جمع کر کے رکھ چھوڑا، نہ اسے دنیوی ضرورت کے موقعوں پر خرچ کیا، اور نہ دینی کاموں میں لگایا تو اسکے مرنے کے بعد مال تو دوسرے کے کام آئے گا اور اس کے کمانے اور جمع کرنے کا حساب اس کو دینا ہو گا، اس لئے مال جمع کر کے چھوڑ جانا اس کے حق میں سراسر وبال ثابت ہوا۔

البتہ مال کے خرچ کرنے میں دو باتیں ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہئیں، ایک یہ کہ مال کو خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں میں خرچ نہ کرے، ورنہ مال کا خرچ کرنا بھی وبال جان ہو گا، دوسرے یہ کہ فضول خرچی سے احتراز کیا جائے، کیونکہ مال بھی حق تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس نعمت کو فضول کاموں میں اڑانا اس نعمت کی بے قدری ہے۔ قرآن کریم میں اس طرح مال اڑانے والوں کو ”اخوان الشیاطین“ یعنی شیطان کا بھائی فرمایا ہے۔

دوسرا مضمون اس حدیث پاک میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ بقدر کفاف مال جمع کرنے میں آدمی پر ملامت نہیں، یعنی اگر کسی کے پاس صرف اتنا روپیہ پیسہ یا مال و دولت ہے کہ اس سے اس کی ضروریات ہی پوری ہو سکتی ہیں۔ اگر وہ اس کو اپنی ضروریات کے لئے روک رکھے اور کسی کو نہ دے تو وہ لائق ملامت نہیں۔ کیونکہ توکل کا اعلیٰ درجہ کہ آدمی کچھ بھی پاس نہ رکھے ہر شخص کے بس کی بات نہیں، اور نہ ہر شخص اس کا مکلف ہے، ہاں کسی کو حق تعالیٰ قوت قلب، قوت یقین اور قوت توکل کا یہ اعلیٰ مرتبہ نصیب فرمادیں تو وہ بقدر کفاف کے جمع کرنے سے بھی بے نیاز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات خلفائے راشدین اور بہت سے اکابر اولیاء اللہ کی یہی شان تھی کہ اہل و عیال کا نفقہ ان کے حوالے کر کے فارغ ہو جاتے، اور اپنی ذات کے لئے کسی چیز کے جمع کرنے کے روادار نہیں تھے بلکہ جو کچھ بھی آتا تھا شام سے پہلے

پہلے اسے ٹھکانے لگا دیتے تھے۔

تیسرا مضمون یہ ارشاد فرمایا کہ آدمی کو خرچ کی ابتدا ان لوگوں سے کرنی چاہئے جن کا نان و نفقہ اس کے ذمہ ہے، پہلے ان کی ضرورت کے بقدر ان کو دے، پھر دیگر مصارف پر خرچ کرے، یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اہل حقوق کے حقوق تلف کر کے صدقہ و خیرات کرتا پھرے۔

چوتھا مضمون یہ ارشاد فرمایا کہ ”اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے“ اوپر والے ہاتھ سے دینے والا، نیچے والے ہاتھ سے لینے والا ہاتھ مراد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو دینے والا مومن، لینے والے سے بہتر ہے، کیونکہ دینے والا دے کر خود فقرا اختیار کر رہا ہے، اور لینے والا لیکر مال دار بن رہا ہے، نیز دینے والا خلق خدا کی نفع رسانی میں مشغول ہے اور لینے والا اپنے نفع کے حصول میں مشغول ہے، اس ارشاد پاک میں یہ تعلیم فرمائی گئی ہے کہ مومن کو حتی الوسع دینے والا بننا چاہئے، لینے والا نہیں۔ اس کا ہاتھ ہمیشہ اوپر رہنا چاہئے، نیچے نہیں۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا

باب

فِي التَّوَكُّلِ عَلَى اللَّهِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ السَّكَنِيُّ . حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ شُرَيْبٍ ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هُبَيْرَةَ ، عَنْ أَبِي تَيْمِيمٍ الْجَنَيْشَانِيِّ ، عَنْ مُعَرِّ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقْتُمْ كَمَا يُرَزَقُ الطَّيْرُ تَمْدُدُوْا خِمَاسًا وَتَرُدُّوْا حِطَّانًا .

قَالَ أَبُو عَيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا
الْوَجْهِ وَأَبُو تَيْمِيَّةٍ الْجَنْشَارِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَالِكٍ

ترجمہ : ”امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم حق تعالیٰ شانہ پر ایسا بھروسہ
اور اعتماد کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے تو تم کو اسی طرح رزق
دیا جاتا جس طرح پرندوں کو دیا جاتا ہے، کہ وہ صبح کو بھوکے
جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر واپس آتے ہیں۔“

تشریح : توکل کے معنی ہیں اپنے تمام کاموں میں حق تعالیٰ شانہ کو وکیل
اور کارساز بنانا، اور ان کے علم، ان کی قدرت اور ان کی رزاقیت پر اعتماد و
بھروسہ کرنا، قرآن کریم اور حدیث پاک میں توکل کے بہت سے فضائل ارشاد
ہوئے ہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں ”وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ“
(العلاق : ۳) یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے وہ اس کو کافی ہے۔

اس حدیث پاک میں توکل کا اعلیٰ ترین مرتبہ اور اس کا ثمرہ بیان فرمایا
گیا ہے کہ اگر تم معاش کے سلسلہ میں حق تعالیٰ شانہ پر کامل بھروسہ کرتے تو
حق تعالیٰ شانہ ظاہری اسباب کے بغیر اسی طرح تمہاری پرورش فرماتے جس
طرح پرندوں کی پرورش ہو رہی ہے، وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں، اور شام کو
شکم سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔

یہاں یہ یاد رہنا چاہئے کہ اسباب معاش کا بالکل ترک کر دینا ہر شخص کا
کام نہیں، نہ ہر شخص اس کا مکلف ہے، البتہ تین باتیں ہر شخص کو لازم ہیں،
ایک یہ کہ کسب معاش کے لئے صرف ایسے اسباب اختیار کرے جن کی
شریعت نے اجازت دی ہے، غیر مشروع اور ناجائز اسباب سے احتراز کرے،
دوم یہ کہ اسباب کو اسباب کے درجہ میں رکھ کر اختیار کرے، ان کو موثر
حقیقی نہ سمجھے، بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ یہ اسباب محض ظاہری علامات ہیں، ورنہ
موثر حقیقی محض حق تعالیٰ شانہ کی قدرت و مشیت ہے، حق تعالیٰ چاہیں تو ان

ظاہری اسباب کے بغیر بھی عطا فرما سکتے ہیں، اور اگر نہ دینا چاہیں تو سارے اسباب بے کار ہیں، سو یہ کہ اسباب کو بقدر ضرورت اختیار کرے، ان میں اس قدر تو غلو و انہماک نہ کرے کہ انہیں اسباب میں الجھ کر رہ جائے، اور حق تعالیٰ شانہ کی طاعت و بندگی کے لئے فارغ نہ ہو سکے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ .
حَدَّثَنَا حَادُّ بْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : كَانَ أَخَوَانِ
عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالْآخَرُ بِمَحْتَرِفٍ نَشَكَى الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ : لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے، ایک کام کاج کیا کرتا تھا، اور دوسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیتا۔ کام کر نیوالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھائی (کے کام نہ کرنے) کی شکایت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، شاید تجھے بھی اسی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہو۔“

تشریح : اس حدیث میں اس پر تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ کام کرنے والے یوں نہ سمجھیں کہ ہمارے کام کرنے کی بدولت رزق ملتا ہے، بلکہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے لوگ جو کام کاج نہیں کر سکتے، یا دینی کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے دنیوی کام نہیں کرتے ان کی برکت سے کام کرنے والوں کو بھی رزق عطا کیا جاتا ہو، دوسری حدیث میں صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ تمہیں کمزور

لوگوں کی برکت سے رزق دیا جاتا ہے، کسان کاشت کرتا ہے، اور اس کی کاشت کی ہوئی کھیتی سے چرند پرند اور کیڑے مکوڑے مستفید ہوتے ہیں۔ کسان تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب اس کی کمائی کھا رہے ہیں، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ان چیزوں کی برکت سے کسان کو رزق عطا فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ وَنَحْمُودُ بْنُ حِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ
قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي ثُمَيْلَةَ
الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحْضِنٍ الْأَطْلَسِيِّ، عَنْ أَبِيهِ
وَكَاثٍ لَمْ تُصْعَبْ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصْبَحَ
بَيْنَكُمْ آمِنًا فِي سَرِيرِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوَّةٌ يَوْمِيهِ فَكَأَنَّمَا حَبِرَتْ
لَهُ الدُّنْيَا

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مَرْوَانَ
ابْنِ مُعَاوِيَةَ وَحَبِرَتْ جُمِعَتْ . حَدَّثَنَا بِذَلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ . حَدَّثَنَا
الْحُسَيْنِيُّ . حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ نَحْوَهُ
وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ

ترجمہ : ”حضرت عبید اللہ بن محسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جو شخص ایسی حالت میں صبح کرے کہ اپنی ذات کے بارے میں امن سے ہو، بدن درست ہو اور اس کے پاس ایک دن کی خوراک ہو تو یوں سمجھو گویا ساری دنیا اپنے سازو سامان کے ساتھ سمٹ کر اس کے پاس جمع ہو گئی ہے۔“

تشریح : مطلب یہ کہ امن و عافیت اور قدر کفاف روزی یہ ایسی نعمتیں

ہیں کہ جس شخص کو حاصل ہوں تو گویا دنیا کی ساری دولتیں اس کے پاس جمع ہیں، کیونکہ دنیا کا ساز و سامان انہی تین نعمتوں کے حصول کے لئے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو یہ نعمتیں عطا فرما دے تو دنیا کے مال و جاہ اور عزت و منصب کی ہوس بے کار ہے، اس حدیث پاک میں ایک تو ان نعمتوں پر شکر الہی بجالانے کی تعلیم ہے۔ دوسرے قناعت کی تلقین ہے، کیونکہ دنیا کا ساز و سامان جتنا زیادہ بڑھے گا، قلب کو اتنی تشویش ہوگی، افکار اور پریشانیوں میں اتنا ہی اضافہ ہوگا، راحت و سکون اور امن و عافیت، جس کا ہر شخص متلاشی ہے، اسی وقت میسر آسکتی ہے جب قلب عطائے الہی پر قانع ہو جائے، اور زائد از ضرورت چیزوں کی طلب اور ہوس اس کے اندر سے مٹ جائے۔

بقدر کفایت روزی پر صبر کرنا

باب

مَا جَاءَ فِي الْكَفَافِ وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ

أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ
يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَخْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْفَاسِمِ أَبِي
مَعْدٍ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنْ أَغْبَطَ
أَوْ لِيَانِي مِنْدِي لَتَوُيِّنَ خَفِيفُ الْخَاذِ ذُو حَظٍّ مِنَ الصَّلَاةِ أَحْسَنَ عِبَادَةِ رَبِّهِ
وَأَطَاعَهُ فِي السَّرِّ وَكَانَ غَامِضًا فِي النَّاسِ لَا يُشَارُ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ ، وَكَانَ
رِزْقُهُ كِفَافًا فَصَبَرَ عَلَى ذَلِكَ ، ثُمَّ تَفَضَّ بِبَيْدِهِ فَقَالَ : عَجَلْتُ مَتَيْتُهُ قُلْتُ
بَوَاكِهَ قُلْتُ تَرَانَهُ ، وَهَذَا الْإِسْنَادُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :
مَرْضَى عَلَى رَبِّي لِيَجْعَلَ لِي بَطْلَعًا مَكَّةَ ذَهَبًا ، قُلْتُ لَا يَا رَبِّ وَلَكِنْ
أَشْبَعُ يَوْمًا وَأَجُوعُ يَوْمًا وَقَالَ ثَلَاثًا أَوْ نَحْوَ هَذَا ، فَإِذَا جُئْتُ تَضَرَّعْتُ إِلَيْكَ

وَذَكَرْتُكَ، وَإِذَا شَبِهْتُ شَكَرْتُكَ وَحَدُّتُكَ، قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ فَصَالَةَ بْنِ عُبَيْدِ الْقَاسِمِ، هَذَا هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
وَبُكْنَى أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَيُقَالُ أَيْضًا بُكْنَى أَبَا عَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ مَوْلَى
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ شَاكِي ثِقَةٍ وَعَلِيُّ بْنُ يَزِيدَ
ضَعِيفُ الْحَدِيثِ وَبُكْنَى أَبَا عَبْدِ الْمَلِكِ

ترجمہ: ”حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: میرے دوستوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ لائق رشک وہ مومن ہے جس کی کمر (زیادہ اہل و عیال اور دنیا کے زیادہ کاروبار کے بوجھ سے) ہلکی پھلکی ہو، نماز سے بڑا حصہ رکھتا ہو، اپنے رب کی خوب عبادت کرے، اور تنہائی میں اس کی فرمانبرداری کرے، لوگوں میں گمنام ہو کہ اس کی طرف انگلیاں نہ اٹھتی ہوں، اور اس کی روزی بقدر کفایت ہو پس وہ اس پر صبر کرے، یہ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹکی بجا کی، اور فرمایا..... اس کی موت جلدی آجائے، اس پر رونے والیاں بھی کم ہوں، اور اس کی وراثت بھی کم ہو۔

اسی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا ارشاد نقل کیا ہے کہ میرے رب نے مجھ سے یہ پیشکش کی کہ وہ میرے لئے وادی مکہ کو سونا بنا دیں، میں نے عرض کیا، نہیں، اے رب! بلکہ میں ایک دن سیر ہوا کروں، اور ایک دن بھوکا رہا کروں، پس جب بھوک ہو تو سیری کے لئے تیرے سامنے گڑگڑاؤں اور تجھے یاد کیا کروں، اور جب پیٹ بھر جائے تو تیرا شکر اور تیری حمد بجالاؤں۔“

تشریح : پہلی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام دوستوں میں سے اس مومن کو لائق رشک فرمایا جس میں یہ صفات پائی جائیں۔

۱.... اس کے ساتھ اہل و عیال کا زیادہ جھیلانا ہو، نہ زیادہ کاروبار کا بکھیرا ہو، بلکہ وہ ان چیزوں سے ہلکا پھلکا اور فارغ البال ہو، اس لئے کہ عموماً یہ چیزیں آدمی کو ایسا پھانس لیتی ہیں کہ اسے دین و دنیا کا کوئی ہوش نہیں رہتا، ہاں! کسی شخص کو اہل اللہ کی صحبت سے ایسی حالت نصیب ہو جائے کہ یہ سارے جھگڑے بکھیرے بھی اس کے دامن دل کو نہ کھینچ سکیں، اور باہمہ اور بے ہمہ کی کیفیت پیدا ہو جائے، اہل و عیال کی مشغولی اسے یاد خداوندی سے مانع نہ رہے تو اس کا شمار بھی انہی خوش قسمت لوگوں میں ہو گا جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لائق رشک فرمایا ہے، بلکہ بعید نہیں کہ اس کا مرتبہ اور زیادہ بلند ہو جائے اس لئے کہ اجر بقدر مجاہدہ ملتا ہے، اور اس شخص کا مجاہدہ ہلکے پھلکے آدمی سے یقیناً بڑھ کر ہے، تاہم اگر کسی کے پاس اہل و عیال اور دنیا کے مال کی قلت ہو تو اس پر افسوس اور حسرت کی ضرورت نہیں، بلکہ حق تعالیٰ صحیح بصیرت نصیب فرمائے تو بارشاد نبویؐ یہ حالت لائق رشک ہے۔

۲.... اس مومن کی دوسری لائق رشک ادا یہ ذکر فرمائی کہ اسے نماز میں راحت و لذت حاصل ہو، اور نماز کا ایک خاص حظ اور حصہ اس کو عطا کیا گیا ہو۔ اسی کے ساتھ اپنے رب جل شانہ کی عبادت میں اسے احسان کا درجہ حاصل ہو، اور تنہائی میں جہاں اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ دیکھتا ہو، اپنے رب تعالیٰ کی خوب عبادت و فرمانبرداری کرتا ہو۔ یہ صفت لائق رشک اس لئے ہے کہ یہی مقصود زیست اور مقصد زندگی ہے، اس دنیا میں اس سے بڑھ کر نہ کوئی نعمت ہے نہ لذت کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنی یاد اور اپنی اطاعت و عبادت کے لئے منتخب فرمالے۔

۳.... تیسری لائق رشک صفت یہ ارشاد فرمائی ہے کہ وہ دنیا میں گم نام ہو۔ نہ اس کے نام کی شہرت، نہ اس کی طرف نظریں اٹھتی ہوں، نہ انگلیوں

سے اشارے کئے جاتے ہیں، نہ محافل و مجالس میں اس کے لئے جگہ خالی کی جاتی ہو۔

عام لوگ شہرت و عزت کے خواہاں رہتے ہیں، اور اس کے لئے بڑی تک و دو اور کوششیں کرتے ہیں، اور یہ چیز ایک مستقل درد سر اور عذاب بن کر رہ جاتی ہے، پھر دنیوی شہرت ایسی چیز ہے کہ بہت ہی کم آدمی اس کی آفتوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں، اور پھر یہ ایسی لغو اور فضول چیز ہے کہ آخرت میں تو اس کا کیا نفع ہوتا دنیا میں بھی سوائے پریشانی اور فکر کے اس سے کچھ حاصل نہیں، ہاں! کسی کی قلبی صلاحیتیں ہی ماؤف ہو گئی ہوں، اور جس طرح خارشٹی کو خارش میں لذت آتی ہے وہ شہرت کے آفات ہی میں لذت محسوس کرے تو وہ بحث سے خارج ہے۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ اگر کسی شخص کو اس کوشش و طلب کے بغیر حق تعالیٰ وہی طور پر شہرت عطا کر دیں اور اس کو مخلوق کی اصلاح و ارشاد اور نفع رسانی کا ذریعہ بنا دیں تو وہ مذموم نہیں۔ لیکن اس کے غوائل و آفات سے پھر بھی ڈرتے رہنا، اور حق تعالیٰ شانہ سے حفاظت کی التجائیں کرتے رہنا ضروری ہے۔

۴ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لائق رشک مومن کے بارے میں تین باتیں اور ذکر فرمائیں۔ اول چٹکی بجا کر یوں فرمایا کہ اس کی موت جلدی آجائے بعض حضرات نے اس کی تفسیر قلتِ عمر سے فرمائی ہے، کیونکہ عمر کم ہوگی تو دنیا کے شر و فساد اور معصیت اور گناہ کے انبار سے محفوظ رہے گا، اور بعض حضرات نے اس کی تفسیر نزع کی آسانی سے فرمائی ہے، یعنی چونکہ اس کی روح دنیا کی چیزوں میں اٹکی ہوئی نہیں ہے، اور اس پر حق تعالیٰ شانہ کی ملاقات کے شوق اور دارالقرار کی منزل تک پہنچنے کا غلبہ ہے اس لئے اس کی روح جلدی نکل جاتی ہے، اور بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ جس طرح زندگی میں اس کے اخراجات و مصارف کم تھے، اسی طرح اس کی موت کے مصارف بھی کم سے کم ہوں، اور کسی

طمرات کے بغیر جلد از جلد اسے سپرد خاک کر دیا جائے۔ اس ارشاد کا اگر پہلا مطلب لیا جائے۔ یعنی عمر کا کم ہونا۔ تو یہ ہر شخص کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ دوسری احادیث میں طویل عمر کو جب اس کے ساتھ حسن عمل بھی ہو، افضل فرمایا گیا ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ اس پر رونے والیاں کم ہوں، کیونکہ اس کا خویش قبیلہ زیادہ نہیں تھا اس لئے جب مرا تو اس پر کوئی رونے والا بھی نہیں۔ اللہ اکبر! کیسی عمدہ حالت ہے کہ جیسے دنیا میں اکیلا آیا تھا ویسے ہی اکیلا رخصت ہوا، کیونکہ اگر کسی کی موت پر ہزاروں رونے والے بھی ہوں تو ان کے رونے سے مرنے والے کو کیا نفع؟ بقول اکبر:

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے
تیر خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

مرنے کے بعد آدمی کو نہ تو دنیا کی عزت و وجاہت کام آئے گی، نہ دولت و ثروت، نہ لوگوں کے مرثیے اور نوے، اس کے کام تو وہ اعمال آئیں گے جن کو یہ اپنے ساتھ لے گیا۔

تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اس کا ترکہ بھی کم ہو۔ جس کو یہ پیچھے چھوڑ کر گیا تھا۔ نہ وہ اپنی زندگی میں دنیا سے ملوث ہوا، نہ اس کے مرنے پر اس کی وراثت کے جھگڑے ہوئے۔

یہ تمام صفات، جن کو اس حدیث میں لائق رشک فرمایا گیا، اگر کسی بندہ خدا کو نصیب ہوں تو اسے شکر کرنا چاہئے، اور اگر نصیب نہ ہوں تو کم از کم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان کو لائق رشک تو سمجھے۔ اس سے بھی کسی درجے میں ذوق نبوی کے ساتھ ہم آہنگی نصیب ہو جائے گی۔ رزقنا اللہ بفضله ومنہ

دوسری حدیث کا مضمون واضح ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشکش کی گئی کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لئے بطحائے مکہ سونا بنا دیا جائے، مگر اس کو منظور نہیں فرمایا، اور یوں عرض کیا کہ یا

اللہ! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کھایا کروں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ بھوکا رہوں تو آپ کی بارگاہ میں گزر گاؤں، اور جس دن کھانے کو میسر آئے آپ کا شکر و حمد بجالاؤں۔

اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت نفس اور بلندیِ زہد کا کسی قدر اندازہ کیا جاسکتا ہے، اسی کے ساتھ دنیا کی حقارت و ذلت بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ خود رب العالمین کی طرف سے آپ کو یہ پیشکش کی جاتی ہے مگر آپ اس کو قبول نہیں فرماتے، یہاں سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کا فقر و فاقہ خود اختیاری تھا، مجبوری کی وجہ سے نہیں تھا، یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آدمی بھوکا ہو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے گزر کرانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنت ہے، اور یہ حق تعالیٰ شانہ کو بہت ہی پسند ہے، اسی طرح جب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کوئی نعمت ملے اس پر شکر کرنا بھی اس نعمت کا حق ہے، کیونکہ شکر پر مزید انعامات سے نوازنے کا وعدہ ہے، اور ناشکری پر سزا کی وعید ہے، حق تعالیٰ شانہ ہم کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان محبوب اداؤں کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْقُرَيْشِيُّ . حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَبِي أَبُوبَ عَنْ ثُرَيْبِ بْنِ شَرِيكٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَزْوَانَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَكَانَ رِزْقُهُ كِفَافًا وَنَمَّتْهُ اللَّهُ قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تحقیق کامیاب

ہوا وہ شخص، جو اسلام لایا، اور اس کو بقدر ضرورت رزق عطا کیا گیا،

اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قناعت عطا فرمائی۔“

تشریح: مطلب یہ کہ ایسا شخص جس کو یہ تین نعمتیں ملی ہوں، دنیا اور آخرت میں کامیاب ہے، اسلام کی ہدایت ہو جانا، بقدر ضرورت روزی مل جانا، اور اس پر قناعت نصیب ہو جانا۔ کیونکہ رزق تو منجانب اللہ مقدر ہے، جس شخص کو قناعت نصیب ہو گئی، اور وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا، اس کو دنیا اور آخرت کی ساری نعمتیں مل گئیں۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّوْرِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْقُرَيْشِيُّ . أَخْبَرَنَا حَبَوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ ، أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِيءٌ اَنْخَلَوْلَانِيُّ اَنْ اَبَا عَلِيٍّ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ الْجَنْبِيُّ ، أَخْبَرَهُ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ مُبَيِّدٍ اَنْهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : طُوْبِي اِنْ هُدِيَ اِلَى الْاِسْلَامِ ، وَكَانَ عَيْشُهُ كِفَافًا وَنَمَّعَ ، قَالَ : وَاَبُو هَانِيءٌ اِسْمُهُ 'حَيْدُ بْنُ هَانِيءٍ' قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

ترجمہ: ”حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ”مبارک ہے وہ شخص، جس کو اسلام کی ہدایت ہوئی، اور اس کی روزی بقدر کفایت تھی اور اس کو قناعت نصیب ہوئی۔“

تشریح: یعنی وہ شخص نہایت مبارک ہے، جس کو اسلام کی ہدایت ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے اس کا سینہ کھول دیا، اور اس کو بقدر کفایت روزی میسر آئی کہ الحمد للہ گزارہ چل رہا ہے، اگرچہ بچتا بچتا کچھ نہیں، اور اس کو اللہ تعالیٰ نے قناعت کی دولت سے نوازا کہ اس کو زیادہ جمع کرنے کی حرص نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ ہم کو بھی یہ دو لتیں نصیب فرمائے۔ آمین۔

فقر کی فضیلت کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْفَقْرِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو بْنُ نُبَهَانَ بْنِ صَفْوَانَ الشَّافِعِيُّ
الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ أَسْمَ . حَدَّثَنَا شَدَّادُ أَبُو طَلْحَةَ الرَّاسِبِيُّ عَنْ
أَبِي الْوَازِعِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، وَاللَّهِ إِنِّي لَا حَبْلَكَ فَقَالَ : أَنْظِرْ مَاذَا تَقُولُ ، قَالَ :
وَاللَّهِ إِنِّي لَا حَبْلَكَ ، فَقَالَ : أَنْظِرْ مَاذَا تَقُولُ ؟ قَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا حَبْلَكَ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، فَقَالَ إِنْ كُنْتَ تُعْبِئُنِي فَأَعِدْ لِفَقْرٍ تَجْعَلُنَا^(۱) ، فَإِنَّ الْفَقْرَ
اسْرِعَ إِلَى مَنْ يُحِبُّنِي مِنَ السَّبِيلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ . حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ
حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ شَدَّادِ أَبِي طَلْحَةَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ .
قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَأَبُو الْوَازِعِ الرَّاسِبِيُّ أَسْمُهُ
جَابِرُ بْنُ عَمْرٍو وَهُوَ بَصْرِيُّ

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! مجھے آپ سے محبت ہے‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا‘ دیکھو کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا‘ اللہ کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں‘ تین بار یہی فقرہ دہرایا‘ آپ نے فرمایا اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو فقر وفاقہ کے لئے ڈھال تیار کر رکھ‘ کیونکہ جو شخص مجھ سے محبت رکھے فقر اس کی طرف ایسی تیزی سے دوڑتا ہے کہ سیلاب گڑھے کی طرف اتنی تیزی سے نہیں جاتا۔“

تشریح : یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالداروں کے مقابلہ میں خود اختیاری فقر قبول فرمایا تھا، اس لئے کہ اس دنیا کی لذات اور یہاں کا عیش و تنعم اس لائق نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن عصمت اس سے ملوث ہوتا۔ پس جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت و تعلق نصیب ہو اس کو بھی اسی زہد اختیاری سے بقدر تعلق حصہ ملنا ضروری ہے، اور یہ تعلق و نسبت جس قدر قوی ہوگی اسی نسبت سے فقر خود اختیاری اور زہد و قناعت کی دولت بھی نصیب ہوگی۔

علاوہ ازیں جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ رکھتا ہو اس کے دعوائے محبت کا امتحان بھی ضروری ہے، اور فقر و فاقہ اور تنگ دستی کی حالت میں آدمی کے یقین و توکل اخلاق و اعمال اور عادات و اطوار کا خوب خوب امتحان ہو جاتا ہے۔ جو شخص رام محبت میں راسخ قدم ہو وہ ہر یسر و عسر اور تنگی و فراخی میں آداب محبت بجالاتا ہے، اور جو دعوائے محبت میں کچا ہو فقر و فاقہ کی کھنالی میں اس کا کھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور جس کا دل مال کی محبت سے فارغ ہو جائے، اگر حق تعالیٰ شانہ اس پر دنیا کے دروازے بھی کھول دیں تب بھی وہ اپنے فقر اصلی پر نظر رکھتا ہے، اور حق تعالیٰ شانہ سے اس کا رشتہ احتیاج و افتقار منقطع نہیں ہوتا۔

فقر امہاجرین اغنیاء سے پہلے
جنت میں داخل ہوں گے

باب

مَا جَاءَ أَنَّ فَقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِهِمْ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَغْرِيُّ . حَدَّثَنَا زَيْبَادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةِ بْنِ أَبِي سَمِيدَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَقَرَأَهُ الْمُهَاجِرِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ
بِحَسَمَاتِهِ سَنَةً

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلٍ الْكُوفِيُّ . حَدَّثَنَا ثَابِتُ

ابْنُ مُحَمَّدٍ الْعَايِدُ الْكُوفِيُّ . حَدَّثَنَا الْحَرِثُ بْنُ النُّعْمَانَ اللَّيْثِيُّ عَنْ أَنَسٍ

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اللَّهُمَّ أَحْبِبْنِي مِنْكِبَتَا وَأَمْنِي

مِنْكِبَتَا وَأَحْشِرْنِي فِي زُرْمَةِ الْمَسَاكِينِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ : لِمَ

يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : إِنَّهُمْ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِينَ خَرِيفًا .

بِأَعَانَةِ لَا تَرُدُّ الْمَسْكِينِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ، يَا عَائِشَةُ أَحْبَبِي الْمَسَاكِينَ

وَقَرَّبِيهِمْ فَإِنَّ اللَّهَ يُقَرِّبُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ . حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ . حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِحَسَمَاتِهِ عَامٍ

بِصَفِّ يَوْمٍ ، قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا أَلْبَاسُ الدُّورِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيدٍ

الْمَقْرِيُّ . حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَوْبٍ عَنْ عَمْرٍو بْنِ جَابِرٍ الْخَفَرِيِّ عَنْ

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : تَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ

الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِينَ خَرِيفًا ، هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا الْمُحَارَبِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِدُخُلِ فَقْرَاهِ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَانِهِمْ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَهُوَ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ، وَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقرا، مہاجرین، مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔
”اللہم احینى مسکیناً وامتنى مسکیناً“

واحشرنى فى زمرة المساکين يوم القيامة۔“

ترجمہ: ”اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں موت دے، اور قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت میں میرا حشر فرما۔“

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ یہ دعا کیوں کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مساکین، مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! کسی مسکین کو خالی ہاتھ واپس نہ لو، خواہ کھجور کی پھانک ہی دینا پڑے۔ (کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہئے) اے عائشہ! مساکین سے محبت کر، اور ان کو قریب کر، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھ کو اپنا قرب عطا فرمائیں گے۔“

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقرا، مالداروں سے پانچ سو سال یعنی آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔“

ترجمہ: ”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقیر مسلمان، اغنیا سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔“

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقرا مسلمین، مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور آدھے دن سے مراد پانچ سو سال ہیں۔“

تشریح: ان احادیث میں فقر و مسکنت کی یہ خاص فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے، چونکہ فقرا و مساکین کو دنیا کی لذتوں سے حسب خواہش نفع اٹھانے کا موقعہ نہیں ملا، اس لئے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں عطا فرمائیں گے کہ وہ مالداروں سے پہلے جنت میں داخل ہو کر وہاں کی لازوال نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ جنت کی ایک گھڑی بھی دنیا کی پوری زندگی کی نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے، اس لئے اگر کسی شخص کو حق تعالیٰ نے غربت و مسکنت میں رکھا ہو تو اسے حق تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس تک دستی کا بدلہ اسے جنت میں عطا فرمائیں گے۔

فقرا کے جنت میں پہلے جانے کی دو مقداریں مذکورہ بالا احادیث میں ذکر کی گئی ہیں، ایک چالیس سال، اور دوسری پانچ سو سال۔ یہ دوسری احادیث سند کے اعتبار سے زیادہ قوی ہیں۔ حضرات علما نے ان دونوں کے درمیان تطبیق اس طرح دی ہے کہ یہ دونوں مقداریں الگ الگ لوگوں کے اعتبار سے ہیں، جو فقیر کہ حریص مالدار پر حرص کرتا اور لپچاتا ہو، وہ اس سے چالیس سال پہلے جنت میں جائے گا، اور جو فقیر کہ دنیا سے بے رغبت ہو اور زہد و قناعت کی وجہ سے اسے کسی مالدار پر رشک نہ آئے وہ اس سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو گا۔ گویا جو فقیر کہ دنیا کی حرص اور خواہش رکھتا ہو وہ فقیر

زادہ سے ۲۵ میں سے ۲۳ درجے پیچھے جنت میں داخل ہو گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپ کے اہل بیت کی معیشت

باب

مَا جَاءَ فِي مَعِيشَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلِهِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ . حَدَّثَنَا عَمَادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ مُجَالِيدٍ
عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوفٍ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَدَمَتُ لِي بِطَعَامٍ وَقَالَتْ :
مَا أَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَأَنَاهُ أَنْ أَبْكِي إِلَّا بَسَكَيْتُ قَالَ : قُلْتُ لِمَ ؟ قَالَتْ :
إِذْ كَرُّ الْحَالِ الَّتِي فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا ، وَاللَّهُ
مَنْشَبِعٌ مِنْ خُبْزٍ وَنَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ .
قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ : ”حضرت مسروق تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ام
المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا اور فرمایا کہ جب بھی
سیر ہو کر کھانا کھاتی ہوں اگر رونا چاہوں تو رو سکتی ہوں میں
نے عرض کیا، یہ کیوں؟ فرمایا مجھے وہ حالت یاد آ جاتی ہے جس
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو خیر یاد کہا، اللہ کی
قسم! آپ نے کبھی دن میں دو مرتبہ روٹی اور گوشت سے سیر
ہو کر نہیں کھایا۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . أَنبَأَنَا شُعْبَةُ

مَنْ أَبِي إِسْحَقَ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ بَزِيدٍ يُحَدِّثُ هُنَا الْأَسْوَدَ
ابْنَ بَزِيدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : مَا شَبَّحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
خُبْرٍ شَعِيرٍ يَوْثَيْنِ مُتَكَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ .
قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَفِي الْبَابِ مَنْ
أَبَى هُرَيْرَةَ .

ترجمہ : ”حضرت اسودؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد
نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پے
درپے دو دن جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ
آپؐ کا وصال ہو گیا۔“

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ . حَدَّثَنَا بَزِيدُ بْنُ
كَيْسَانَ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : مَا شَبَّحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فَلَانَا نَبَاغَا مِنْ خُبْرِ الْبُرِّ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا هَذَا حَدِيثٌ
صَحِيحٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور آپؐ کے اہل بیت کو کبھی تین دن متواتر گیوں
کی روٹی بھی پیٹ بھر کر میسر نہیں آئی، یہاں تک کہ آپؐ دنیا
سے تشریف لے گئے۔“

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بَكْرٍ
حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَمَّانَ ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا أَمَانَةَ
يَقُولُ : مَا كَانَ يَفْضَلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خُبْرُ الشَّعِيرِ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ ،
وَيَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ هَذَا كُوفِيٌّ وَأَبُو بُكَيْرٍ وَالِدُ يَحْيَى ، رَوَى لَهُ سَمْعَانُ
النُّزَرِيُّ . وَيَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُكَيْرٍ مِصْرِيُّ صَاحِبُ اللَّيْثِ .

ترجمہ : ”حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ سے جو کی روٹی بھی
بچ نہیں رہتی تھی۔ (یعنی اتنی زیادہ نہ ہوتی تھی کہ سیر ہو کر
اٹھ جائیں اور کھانا بچ رہے)۔“

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ . حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ
يَزِيدَ مِنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ ، عَنْ عِكْرَمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ اللَّيْلَ الْمُتَتَابَةَ طَاوِيًا وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُونَ
مَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْرِهِمْ خُبْرَ الشَّعِيرِ .
قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی راتیں خالی پیٹ گزار
دیتے تھے، اور آپ کے اہل خانہ کو رات کا کھانا میسر نہ آتا
تھا، اور ان کے یہاں روٹی زیادہ تر جو ہی کی ہوتی تھی۔“

حَدَّثَنَا أَبُو عَمَارٍ . حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، عَنْ
عِمَارَةَ بْنِ الْقُفَّاعِ ، عَنْ أَبِي رُزَيْعَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قَوَاتًا .
قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے، ”اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل کو رزق بقدر کفایت دیجئے۔“

تشریح: قوت اتنی مقدار کو کہتے ہیں جس سے روح و بدن کا رشتہ قائم رہ سکے، اور بعض حضرات نے اس کی تفسیر قدر کفایت کے ساتھ فرمائی ہے، یعنی بس اتنا رزق ملے جو ان کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے، اس حدیث پاک سے ایک تو دنیا کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوق اور مزاج معلوم ہو جاتا ہے، عام طور سے لوگ اپنے متعلقین کے لئے فراخی رزق کی دعا کیا کرتے ہیں، (اور کسی معصیت کے ارتکاب کے بغیر اگر یہ نصیب ہو تو بدموم بھی نہیں) لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں اپنے متعلقین کے لئے بقدر کفاف روزی کی درخواست کرتے ہیں۔ (فداہ آبائنا و امہاتنا و ارواحنا صلی اللہ علیہ وسلم) دوسری بات اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوئی کہ اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ پر ابتدائی حالات میں روزی کی تنگی کا معاملہ جو اکثر مشاہدہ میں آیا ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی پاک دعا کا اثر ہے۔ بعد میں جب ان حضرات کے پاک قلوب سے دنیا نکل جاتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ ان پر فراخی کر دیتے ہیں۔ اس لئے حضرات کاملین کے آخری دور کی فراخی سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے، بلکہ ان کے اول سلوک کے حالات کو پیش نظر رکھنا چاہے اس حدیث میں امت کے ضعف و مساکین کے لئے بھی بڑی تسلی اور بشارت ہے، انہیں اپنے فقر و فاقہ اور ناداری و تنگ دستی سے رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ ایک اعتبار سے ان کی حالت لائق شکر ہے کہ جس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کریم مولیٰ سے خود مانگ کر لیا تھا ان کو اضطراری طور پر ہی سہی، مگر اس مانگی ہوئی نعمت سے کچھ حصہ تو مل گیا۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ

أَنَسٍ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَذْخِرُ شَيْئًا لِنَفْسِهِ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رَوَى هَذَا الْخَلْدِثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لئے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے۔“

تشریح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ فتح خیبر کے بعد اہمات المؤمنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ان کا نفقہ عطا فرما دیتے تھے، مگر خود اپنی معیشت توکل پر تھی، اس لئے جو آتا تھا اللہ کی راہ میں خرچ فرما دیتے تھے، اور اگلے دن کے لئے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے، جس شخص کو توکل کا یہ اعلیٰ درجہ نصیب نہ ہو اور اہل و عیال کے حقوق اس کے ذمہ ہوں اس کو اس کی ہوس نہیں کرنی چاہئے کہ سب کچھ لٹا کر فارغ ہو جائے، ورنہ پریشان ہو گا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . أَخْبَرَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عَمْرِو . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : مَا أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خُوانٍ وَلَا أَكَلَ خُبْزًا مُرْفَقًا حَتَّى مَاتَ .

قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چوکی پر کھانا رکھ کر نہیں کھایا، اور نہ آپ نے کبھی میدے کی چپاتی کھائی، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔“

تشریح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک زمین پر دسترخوان

بچھا کر کھانے کا تھا، چوکی پر رکھ کر کھانا کھانا تنعم پرست لوگوں کا شیوہ ہے، جیسا کہ ہمارے زمانے میں تنعم پرستوں نے میز کرسی پر کھانے کا دستور نکالا ہے، یہ خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . أَخْبَرَنَا عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْحَنْفِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ . أَخْبَرَنَا أَبُو حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ قِيلَ لَهُ : أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّعْنَئِ ، يَعْنِي الْخَوَارِیَ ؟ فَقَالَ سَهْلٌ : مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّعْنَئِ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ ، فَقِيلَ لَهُ : هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاقِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ : مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاقِلُ ، قِيلَ : فَكَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِالشَّعِيرِ ؟ قَالَ : كُنَّا نَنْفَعُهُ فَيَطِيرُ مِنْهُ مَا طَارَ ، ثُمَّ نُرْزِيهِ فَنَمْنِجُهُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ

عَنْ أَبِي حَازِمٍ .

ترجمہ : ”حضرت سل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کبھی چپاتی دیکھی بھی نہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے، ان سے عرض کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ لوگوں کے گھروں میں چھلنیاں ہوتی تھیں؟ فرمایا: ہمارے ہاں چھلنیوں کا دستور نہیں تھا، عرض کیا گیا کہ پھر آپ حضرات جو (کے آٹے) کا کیا کرتے تھے؟ (یعنی کیسے پکا کھا لیتے تھے) فرمایا: ہم اس میں پھونک مار لیا کرتے تھے، اس میں سے جو (بھوسہ وغیرہ) اڑتا ہوتا اڑ جاتا، پھر اسے پانی سے تر کر کے گوندھ لیا کرتے تھے۔“

تشریح: اس باب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اہل بیت اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیشت کا جو نقشہ سامنے آتا ہے آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اور واقعہ یہ ہے کہ آج کے شکم پروری کے دور میں بہت سے مسکینوں کے لئے اس کا یقین کرنا بھی مشکل ہے، انسان ہمیشہ سے اس نفسیاتی مرض کا شکار رہا ہے کہ وہ حقائق کا تصور اپنی ذہنی سطح اور اپنی الف و عادت کے پیمانوں سے کرتا ہے، جو حقائق اس کی ذہنی سطح سے بالاتر یا اس کی عادات و مالوفات کے خلاف ہوں جھٹ سے ان کا انکار کر دیتا ہے، حالانکہ واقعی حقائق کو جھٹلانا اس کے ذہنی افلاس کی علامت تو ہو سکتی ہے، مگر اس تکذیب و انکار سے واقعات و حقائق نہیں مٹ سکتے۔

یہاں دو چیزوں کا ذکر ضروری ہے، ایک یہ کہ جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد و فقر آپ کا خود اختیاری تھا، کسی مجبوری کا نتیجہ نہیں تھا، اگر آپ یہاں کی راحت و آسائش کی خواہش کرتے تو حق تعالیٰ شانہ آپ کو ضرور مرحمت فرماتے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت عالی و بلند نظری میں دنیا کی اس قدر وقعت ہی نہ تھی کہ آپ یہاں کے آرام و آسائش اور راحت و تنعم کو اختیار فرماتے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ دیوانے اور مجنون لوگ سارا دن کوڑے کے ڈھیر پر پڑے ہوئے پھٹے پرانے چیتھڑوں کو جمع کرتے رہتے ہیں، اپنے خیال میں وہ بہت قیمتی متاع جمع کر رہے ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص ان سے یہ چیزیں چھیننے لگے تو وہ لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں، لیکن جو لوگ عقل و خرد رکھتے ہیں وہ ان پاگلوں کے اس اہتمام کو دیکھ کر کبھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوتے کہ یہ بھی کوئی لائق قدر چیز ہو سکتی ہے جس کو یہ لوگ جمع کر کے اپنے اوپر لا رہے ہیں، بلکہ انہیں ان بے چاروں کی دیوانگی اور پاگل پن پر رحم آتا ہے کہ مسلوب العقل ہونے کی وجہ سے ان کی حالت کیسی ہو گئی ہے۔

ٹھیک یہی مثال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور ابنائے دنیا کی ہے،

انبیا کرام علیہم السلام کو حق تعالیٰ شانہ نے صحیح عقل و فہم سے نوازا ہے، ان کی نظر میں دنیا کے سامان عیش اور اسباب راحت کی حیثیت پھٹے پرانے گندے چیتھڑوں سے زیادہ نہیں، اس لئے وہ نہ صرف یہ کہ ان گندے چیتھڑوں کے جمع کرنے کے لئے فکر مند نہیں ہوتے بلکہ جو لوگ اپنی خام عقلی اور آخرت فراموشی کی وجہ سے جیفہ دنیا پر مکھیوں کی طرح جمع ہو رہے ہیں انبیا کرام علیہم السلام کو ان کی اس حالت پر رحم آتا ہے۔ یہ ہے اصل علت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و قناعت کی۔

دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زہد و قناعت کا جو معیار قائم فرمایا بلاشبہ وہی اصل کمال ہے، مگر اس معیار پر پورا اترنا ہر شخص کا کام نہیں، نہ ہر شخص کو اس کی ریس کرنے کی اجازت ہے، اس لئے اگر ہم اپنے ضعف و ناتوانی کی بنا پر اس معیار کو نہ اپنا سکیں تو یہ ہماری استعداد کا نقص ہے کہ ہمارے قومی اس کے متحمل نہیں، اور نہ ایمان و یقین اور روحانی قوت کا یہ بلند مقام ہمیں نصیب ہے، چونکہ ہم ضعف کو اپنی کمزوری و ناتوانی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام زہد کی تاب نہیں ہو سکتی اس لئے ہمیں اس کی ریس بھی نہیں کرنی چاہئے۔ البتہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اصل لائق رشک حالت تو وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ اور یہ ہمارا نقص اور عیب ہے کہ ہم اس مقام کے حاصل کرنے سے کوتاہ ہیں، الغرض نہ تو اس اعلیٰ ترین مقام کی ہوس کی جائے جس کے ہم اہل نہیں۔ اور نہ ان اسباب راحت کو کمال اور لائق فخر سمجھا جائے جن میں ہم گلے گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

حضرات صحابہ کرامؓ کی معیشت کا نقشہ

باب

مَا جَاءَ فِي مَبَشَرَةِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُجَالِدٍ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ

عَنْ بَيَّانٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ يَقُولُ :
إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ أَفْرَاقَ دِمَاءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، وَإِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمِهِ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أُغْزُو فِي الْمَصَابِقَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا نَأْكُلُ إِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحَبَلَةَ ، حَتَّى إِنْ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَأَن تَضَعُ
الشَّاةُ أَوْ الْبَعِيرُ ، وَأَصْبَحْتُ بَنُو أُسَيْدٍ يُعْزِرُونِي فِي الدِّينِ ^(۱) لَقَدْ خَبِثْتُ إِذَا
وَضَلَّ عَمَلِي .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ بَيَّانٍ .
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ . حَدَّثَنَا
إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ . حَدَّثَنَا قَيْسٌ ، قَالَ : سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ :
إِنِّي أَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نَقْرُؤُ مَعَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا الْحَبَلَةُ وَهَذَا السَّمَرُ ، حَتَّى إِنْ
أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَأَن تَضَعُ الشَّاةُ نَمُ أَصْبَحْتُ بَنُو أُسَيْدٍ يُعْزِرُونِي فِي الدِّينِ ، لَقَدْ
خَبِثْتُ إِذَا وَضَلَّ عَمَلِي .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .
وَفِي الْبَابِ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ .

ترجمہ : ”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خون بہایا اور میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تیر پھینکا اور میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت کے ہمراہ جہاد میں گیا (ہمارے پاس کھانے کو کوئی چیز نہیں تھی چنانچہ) ہم صرف درختوں کے

پتوں اور کیکر کی پھلیوں کے سوا کوئی چیز نہیں کھاتے تھے، یہاں تک کہ ہم لوگ اونٹ اور بکری کی طرح میٹنیاں کیا کرتے تھے، اور اب بنو اسد مجھ پر دین کے بارے میں نکتہ چینی کر رہے ہیں، (خدا نخواستہ اگر میں نے دین بھی نہیں سیکھا) تب تو میں خائب و خاسر ہی رہا، اور میرے عمل اکارت ہی گئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، میں عربوں میں پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تیر پھینکا، اور ہم نے اپنی یہ حالت دیکھی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کر رہے تھے، اور کیکر کے پتوں اور پھلیوں کے سوا ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ یہاں تک کہ ہم بکری کی طرح میٹنیاں کیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود بنو اسد مجھے دین کے بارے میں ملامت کر رہے ہیں، (اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت اور اتنے شدید مجاہدوں کے باوجود بھی دین نہیں سیکھ سکا) تب تو میں ناکام و بے مراد ہی رہا، اور میرے عمل اکارت ہی گئے۔

تشریح: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پر فخر فرماتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک موقع پر یہ فرمایا تھا۔ ”میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ بنو اسد کے لوگوں نے ان کی غلط سلاط شکایتیں کیں، اور یہاں تک کہا کہ ان کو نماز نہیں پڑھنا آتی۔ اس لئے آپؐ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنے مجاہدات کو ذکر فرما کر یہ واضح فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت اور ایسے شدید

مجاہدات کے باوجود میں دین نہیں سیکھ سکا، اور بنو اسد کے بقول مجھے نماز بھی پڑھنا نہیں آتی پھر تو گویا میری یہ ساری محنت اور تمام مجاہدے رائیگاں ہی گئے۔

اس حدیث سے ایک تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محنت و مجاہدہ اور دین کے لئے ان کی بے پناہ قربانیوں کا نقشہ سامنے آتا ہے، کہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں کفار سے جہاد کر رہے ہیں، لیکن نہ رسد نہ سامان، درختوں کے پتوں پر گزارا ہو رہا ہے، رضی اللہ عنہم۔

دوسرے اس حدیث سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعدد فضائل معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے حضرات محدثین نے یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں درج کی ہے۔

تیسرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت اپنی حالت محمودہ کا بیان کرنا جائز ہے، اور یہ بطور ریا و فخر کے نہیں، بلکہ تحدیث بالنعمة اور انعامات الہیہ کے تذکرہ کے طور پر ہے، خصوصاً جبکہ اس کے ذریعہ کسی شخص کی کجروی کی اصلاح یا اس کی غلط نکتہ چینی کا دفاع مقصود ہو۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ان مفسد بلوائیوں کے سامنے اپنے فضائل بیان فرمائے تھے جنہوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا حُمَادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَبِي ثَوْبٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْبٍ قَالَ : سَمِعْنَا مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ تَوْبَانِ مُتَّفَقَانِ مِنْ كُفَّانٍ فَنَمَّخَطُ فِي أَحَدِهِمَا ثُمَّ قَالَ بَخْرٍ بَخْرٍ يَتَمَخَّطُ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي الْكُفَّانِ ، لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخِيرُهُ فِيمَا بَيْنَ مَنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ مِنَ الْجُلُوعِ مُنْشِبًا عَلَى ، فَيَجِيءُ الْجَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي بَرَى أَنَّ بِي الْجُنُونَ ، وَمَا بِي جُنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا الْجُوعُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

ترجمہ : ”حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس بیٹھے تھے، اور انہوں نے کتان کے دو گیسوی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ایک کپڑے میں ناک صاف کی، پھر فرمایا: واہ! ابو ہریرہ کتان کے کپڑے میں ناک صاف کرتا ہے، بخدا میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ میں بھوک کے مارے غش کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے درمیان گر پڑتا تھا، آنے والا آتا اور میری گردن پر پاؤں رکھتا، وہ سمجھتا کہ شاید مجھے مرگی یا جنون کا دورہ پڑ گیا ہے، حالانکہ مجھے نہ مرگی کا دورہ ہوتا نہ جنون کا، یہ غشی صرف بھوک کی وجہ سے تھی۔“

حَدَّثَنَا الْمُبَاسُ الدُّوْرِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ . حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ شَرِيْحٍ ، أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِيَةَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ عُمَرَ بْنَ مَالِكٍ الْبُنَنِيَّ أَخْبَرَهُ ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى بِالنَّاسِ يَخْرُجُ رِجَالٌ مِنْ قَائِمِيهِمْ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الْخِصَاصَةِ وَهُمْ أَصْحَابُ الْمُشَاةِ حَتَّى يَقُولَ الْأَعْرَابُ هُوَلَاءُ تَجَائِبُنُ أَوْ تَجَانُونُ ، فَإِذَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْصَرَفَ إِلَيْهِمْ ، فَقَالَ : لَوْ تَعْلَمُونَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ لَأَخْبَبْتُمْ أَنْ تَزَادُوا قَائَةً وَحَاجَةً ، قَالَ فَضَالَةُ : وَأَمَّا يَوْمَئِذٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

قال أبو عيسى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، تو کئی آدمی بھوک اور قافہ کے مارے نماز

میں گر پڑتے تھے، یہ حضرات اہل صفہ تھے، یہاں تک کہ باہر کے دیہاتی لوگ ان کو دیکھتے تو یوں سمجھتے کہ یہ دیوانے ہیں، پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو انکے پاس تشریف لے جاتے۔ ان سے فرماتے کہ اگر تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہارے لئے کیا کچھ سامان تیار کر رکھا ہے تو تم یہ چاہتے کہ تمہارے فقر و فاقہ میں اور بھی اضافہ ہو جائے، حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا تھا۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے اور مسجد نبوی تعمیر فرمائی تو اس کے ایک گوشے میں ایک چبوترہ سا بنوا کر اس پر سایہ کر دیا تھا، یہ ”صفہ“ کہلاتا تھا، یہ مدرسہ نبوی تھا، اور یہاں وہ فقرا مہاجرین رہا کرتے تھے، جن کا کوئی گھربار نہیں تھا، اور نہ مال و اسباب اور اہل و عیال کا قصہ تھا، ان حضرات کی گزر بسر محض توکل پر تھی، کچھ مل جاتا تو کھا لیتے، ورنہ فاقہ سے رہتے، ان حضرات کی تعداد کبھی ستر ہوتی، کبھی کم، کبھی زیادہ۔ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں بھی شریک ہوتے اور باہر کے علاقوں میں دعوت و تبلیغ کے لئے بھی ان کو بھیجا جاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرات کی بہت ہی دل جوئی فرماتے تھے، اور گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو ان کو بھی بھجواتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا شمار بھی ”اصحاب صفہ“ میں تھا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ . حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ .
حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُنَافَةَ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُعْتَبِرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ
ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيهَا أَحَدٌ ، فَأَنَاءَهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ : مَا جَاءَ بِكَ

يَا أَبَا بَكْرٍ ؟ فَقَالَ : خَرَجْتُ أَلْقَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْظَرُ
فِي وَجْهِهِ وَالتَّسْلِيمَ عَلَيْهِ ، فَلَمْ يَنْدُبْ أَنْ جَاءَ عُمرُ ، فَقَالَ : مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمرُ ؟
قَالَ : الْجُوعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَأَنَا
قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذَلِكَ ، فَأَنْطَلَقُوا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَنِيئِ بْنِ التَّبَّانِ الْأَنْصَارِيِّ
وَكَانَ رَجُلًا كَثِيرَ النُّخْلِ وَالشَّاءِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَقَالُوا لَا مَرَاتِهِ
أَبْنُ سَاحِبِكَ ؟ فَقَالَتْ : انْطَلِقْ بِسَفْهِدٍ لَنَا الْمَاءَ ، فَلَمْ يَلْبَسُوا أَنْ جَاءَ أَبُو الْهَنِيئِ
بِقِرْبَةٍ بَرْدٍ^(١) فَوَضَعَهَا نَحْمَ جَاءَ بِلَنْزِمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُنَدِّبُهُ
يَأْبِيهِ وَأُمُّهُ ، نَحْمَ انْطَلَقَ يَوْمَ إِلَى حَدِيقَتِهِ فَبَسَطَ لَحْمٌ بِسَاطًا ، ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى
تَحْتِهِ فَنَجَّاهُ يَنْبُو فَوَضَعَهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، أَفَلَا تَنْفَيْتَ لَنَا مِنْ
رُطْبِهِ ؟ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ تَخْتَارُوا ، أَوْ قَالَ تَخَيَّرُوا مِنْ
رُطْبِهِ وَبُسْمِهِ ، فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَذَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مِنَ النَّعِيمِ الَّذِي تَسْلُونَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ :
ظِلٌّ بَارِدٌ ، وَرُطْبٌ طَيِّبٌ ، وَمَاءٌ بَارِدٌ ، فَأَنْطَلَقَ أَبُو الْهَنِيئِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا ،
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحَنَّ ذَاتَ دَرٍّ ، قَالَ : فَذَبَحَ لَهُمْ مَتْنَقًا
أَوْ جَذِيًا فَأَتَاهُمْ بِهَا فَأَكَلُوا ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ لَكَ
خَادِمٌ ؟ قَالَ لَا ، قَالَ : فَإِذَا أَنَا سَجِيٌّ فَأَتِنَا فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِرَأْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا نَائِثٌ فَأَتَاهُ أَبُو الْهَنِيئِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
أَخْبَرْتَنِي ، فَقَالَ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَخْبَرْتُ لِي ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ
الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ ، خُذْ هَذَا فَإِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي وَاسْتَجُوبُ بِهِ مَعْرُوفًا ، فَأَنْطَلَقَ
أَبُو الْهَنِيئِ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَخْبَرَهَا يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،
فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ : مَا أَنْتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنْ
تَعْتَقَهُ ، قَالَ : فَهُوَ عَجِيزٌ ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللَّهَ لَمْ

يَبْمُثُ نَبِيًّا وَلَا خَلِيفَةً إِلَّا وَلَهُ بِطَانَتُكَ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ
وَنَهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَبِطَانَةٌ لَا تَأْكُلُوهُ خَبَلًا، وَمَنْ يُوَفِّ بِطَانَةَ السُّوءِ
فَقَدْ وُقِيَ .

قال أبو عيسى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ .

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ . حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ
عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَأَبُو بَكْرٍ وَغَيْرُهُ قَدْ كَرَّ نَحْوُ هَذَا الْحَدِيثِ وَلَمْ
يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَحَدِيثُ شَيْبَانَ أَنَّهُمْ مِنْ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ
وَأَطْوَلُ، وَشَيْبَانَ نَقَّاهُ عَنْهُمْ صَاحِبُ كِتَابِهِ . وَقَدْ رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ ، وَرَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت (دولت
خانہ سے) باہر تشریف لائے، جس میں باہر تشریف لانے اور
کسی سے ملاقات کرنے کا معمول مبارک نہیں تھا، اتنے میں
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں پہنچ گئے، آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، ابو بکر! کیسے آنا ہوا؟
عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے،
آپ کے چہرہ انور کے دیدار سے مشرف ہونے اور آپ کی
خدمت میں سلام عرض کرنے کے لئے اتنے میں
حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہوئے، آپ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر! کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا یا رسول
اللہ! بھوک ہے، فرمایا: میں بھی کچھ یہی محسوس کر رہا ہوں،
پس حضرت ابو الہیثم بن تیمان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر
کی طرف چلے۔ ان صاحب کے یہاں کھجور اور بکریاں بہت

تھیں، اور ان کے نوکر چاکر نہیں تھے۔ ان کے گھر پہنچے تو وہ گھر پر نہیں تھے، ان کی اہلیہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے بیٹھا پانی لینے گئے ہیں، اتنے میں حضرت ابوالیثم رضی اللہ عنہ اپنا مشکیزہ لئے پہنچ گئے، انہوں نے جلدی سے مشکیزہ رکھا، اور ”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں“ کہتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے۔ پھر ان حضرات کو لیکر اپنے باغ کی طرف چلے۔ وہاں ان کے لئے ایک کپڑا بچھا دیا گیا پھر ایک کھجور سے خوشہ کاٹ لائے۔ اور ان حضرات کی خدمت میں پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کی پختہ کھجوریں کیوں نہ توڑ لیں؟ عرض کیا، کہ میرا جی چاہا کہ آپ حضرات (اپنے اپنے ذوق کے مطابق) پختہ و نیم پختہ کا انتخاب خود فرمائیں۔ بہر حال ان حضرات نے کھجوریں کھائیں، اور پانی نوش فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ منہ ان نعمتوں کے ہے جن کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال کیا جائے گا۔ ٹھنڈا سایہ، تازہ عمدہ کھجور، اور ٹھنڈا پانی..... پھر حضرت ابوالیثم رضی اللہ عنہ ان کے لئے کھانا تیار کرانے چلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”دودھ والی بکری نہ کاٹ لینا“ انہوں نے ایک بڑا ٹالہ ذبح (کر کے کھانا تیار) کیا۔ ان حضرات نے کھانا تناول فرمایا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالیثم رضی اللہ عنہ سے فرمایا، کیا تمہارے پاس کوئی خدمتگار ہے؟ عرض کیا، نہیں! فرمایا، جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو ہمارے پاس آئیے (تمہیں خادم دیں گے) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف

دور اس غلام آئے۔ تیسرا نہیں تھا تو ابوالہیثم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، 'ان دونوں میں سے اپنی پسند کا ایک لے لو۔ عرض کیا، 'اے اللہ کے نبی! آپ ہی میرے لئے پسند فرما دیجئے۔' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، 'جس شخص سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔' (پس اس کے لئے روا نہیں کہ مشورہ لینے والے کی مصلحت کو نظر انداز کرے، اور اسے غلط مشورہ دیکر خیانت کا مرتکب ہو، پھر ان دونوں غلاموں میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) یہ لے لو، کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے، اور اس کے ساتھ بھلائی کی وصیت (کرتا ہوں، اس کو) قبول کرو۔' حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ اس غلام کو لیکر اپنی بیوی کے پاس پہنچے، اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مطلع کیا۔ تو بیوی بولیں، تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل نہیں کر سکو گے (کیونکہ کبھی بر بنائے بشریت اس کے معاملہ میں اونچ نیچ ہو سکتی ہے) سوائے اس صورت کے کہ تم اس کو آزاد کرو، حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، 'یہ آزاد ہے،' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کو اس کی خبر ہوئی تو آپ) نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی بھیجے یا خلیفے مقرر کئے، ان کے لئے دو مشیر مقرر فرمائے۔ ایک مشیر اس کو بھلائی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا ہے، اور دوسرا مشیر (غلط مشورے دیکر) فساد انگیزی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، اور جو شخص برے مشیر سے بچا لیا گیا وہ بچ گیا۔'

تشریح: یہ حدیث بہت سے اہم فوائد پر مشتمل ہے۔

اول: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان

اللہ علیم الجمعین کی تنگی معیشت، اور بعض اوقات ان کا بھوک سے بے تاب ہو جانا۔

دوم: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منقبت و فضیلت، حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کی بے وقت حاضری بھی شاید بھوک کی وجہ سے ہوئی تھی۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات، آپ کے دیدار پر انوار سے لطف اندوز ہونے اور سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ کیونکہ یہی چیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بھوک کا علاج اور ان کے درد کا درماں تھی۔ اس لئے انہوں نے اصل سبب کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ بلکہ جس تدبیر سے یہ سبب زائل ہو سکتا تھا اس کا ذکر فرمایا۔ اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق، بارگاہ نبوی میں ان کا ادب، حسن تعبیر اور سلیقہ عرض داشت میں ان کا کمال واضح ہوتا ہے۔

سوم: اس حدیث سے حضرت ابوالیشم صحابی رضی اللہ عنہ کے متعدد فضائل و مناقب بھی معلوم ہوئے۔ مثلاً ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا از خود ان کے گھر کو تشریف بری کا شرف بخشا، جو ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تعلق اور نہایت بے تکلفی کی دلیل ہے، پھر ان کا فرط مسرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹنا، ”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں“ کے الفاظ سے آپ کا استقبال کرنا، اور آپ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز رہنا کے اعزاز و اکرام کا مظاہرہ کرنا۔

چہارم: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ شانہ کی نعمتوں کی کتنی قدر فرماتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نعمتوں کی جن کی طرف عام لوگوں کو التفات بھی نہیں ہوتا، کیسی عظمت ظاہر فرمائی کہ یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن بندوں سے

سوال ہو گا، حق تعالیٰ شانہ کی نعمتوں کی قدر کرنا اور ان پر شکر بجالانا معرفت الہی کا ایک عظیم الشان شعبہ ہے۔ جب بندہ اس پر نظر کرے کہ اس کریم آقا نے اپنے انعامات کی کیسی بارش کر رکھی ہے، حالانکہ میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت کا بھی مستحق نہیں تھا، اور نہ کسی چھوٹی سے چھوٹی نعمت کا حق ادا کر سکتا ہوں تو اس کے دل میں تشکر و امتنان کے جذبات پیدا ہوں گے، اور وہ دل کی گہرائیوں سے مالک کا شکر ادا کرے گا۔

پہچم : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوالہشیم رضی اللہ عنہ سے یہ دریافت فرمانا کہ کیا تمہارے پاس کوئی خادم نہیں ہے، اور نفی میں جواب ملنے پر انہیں خادم دینے کا وعدہ فرمانا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک محبوبانہ ادا تھی کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بدلہ میں اس پر انعام و احسان ضرور فرماتے تھے۔ اور اگر کوئی ہدیہ پیش کرے تو جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضرور ہدیہ عنایت فرماتے تھے۔ اس سے عارفین نے یہ سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں جو امتی صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ پیش کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کے اس ہدیے کا بدلہ عنایت فرمایا جاتا ہے، اور جس شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی سے سلام کا ہدیہ بھیجا جائے اس کی خوش بختی لائق رشک ہے، اور قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں کے لئے شفاعت فرمانا بھی اس کا ایک منظر ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھے میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

”اللھم صل علی سیدنا ومولانا

محمد بن النبی الامی وآلہ وسلم تسلیماً“

ششم : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے جواب میں کہ

ان دو غلاموں میں اپنی پسند کا ایک منتخب کر لو، حضرت ابوالہشتم رضی اللہ عنہ کا یہ عرض کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پسند فرمادیں۔ انکے عشق و محبت اور کمال ایمان کی دلیل ہے۔ مومن کامل کی نظر میں وہی چیز پسندیدہ ہے جس کو اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہو۔ اس کی پسند و ناپسند اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند و ناپسند میں فنا ہو جائے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہی شان تھی..... جو مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند فرمودہ شکل و شباہت، وضع قطع، لباس و پوشاک، طرز معاشرت وغیرہ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو پسند کرتے ہیں، یہ بہت بڑی سعادت سے محروم ہیں، اگر ہم کمال ایمان اور محبتِ نبویؐ سے سرشار ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند فرمودہ چیزیں ہمیں محبوب و مرغوب نہ ہوتیں۔

ہفتم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ ”جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔“ شریعت کے قواعد میں سے ایک اہم ترین قاعدہ ہے جس پر حسن معاشرت اور اخلاق عالیہ کا مدار ہے، جس شخص سے مشورہ لیا جائے اس کو معاملہ کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے مشورہ لینے والے کی خیر خواہی اور مصلحت کی پوری پوری رعایت رکھتے ہوئے مخلصانہ مشورہ دینا چاہئے۔ یہ مشورہ اس کے پاس امانت ہے، اور اسے غلط مشورہ دیکر اس امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہئے۔

ہشتم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام کے بارے میں یہ ارشاد فرمانا، کہ اس کو لے لو، کیونکہ میں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اور پھر اس کے بارے میں بھلائی کی وصیت فرمانا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے والے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کتنی قدر تھی۔ اور یہ کہ جو شخص نماز کی دولت سے محروم ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ انتخاب سے گرا ہوا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والوں کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کرنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب

سے وصیت اور تائید ہے۔

نہم: اس حدیث سے حضرت ابوالیشم رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و منقبت بھی معلوم ہوئی کہ جب ان کو یہ علم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے، تو انہوں نے اپنے شوہر کو مشورہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اس غلام کو آزاد کر دینا چاہئے۔ بظاہر یہ بہت بڑی قربانی تھی، اور عورتیں عموماً مال کی حریص ہوا کرتی ہیں، لیکن تعمیل ارشاد نبوی کے لئے ان محترمہ کا یہ مشورہ دینا ان کے کمال عقل و ذہانت، دنیا سے بے رغبتی اور اللہ و رسول کی رضا میں فنایت کی دلیل ہے۔

پھر حضرت ابوالیشم رضی اللہ عنہ کا اپنی اہلیہ کے مشورہ کو قبول کرتے ہوئے کھڑے کھڑے اس غلام کو آزاد کر دینا جہاں ان کی فضیلت و منقبت ہے وہاں یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نیک مشورہ کوئی چھوٹا آدمی بھی دے، اس کو قبول کر لینا بھی عین سعادت اور کمال فراست ہے۔

دہم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالیشم رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کے مشورہ کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر نبی اور ہر خلیفہ کے ساتھ ایک نیکی کا مشیر ہوتا ہے (یعنی فرشتہ)۔ اور ایک برائی کا مشیر ہوتا ہے (یعنی شیطان) اور حق تعالیٰ شانہ جس کی حفاظت فرماتے ہیں وہ برائی کے مشیر سے بچالیا جاتا ہے، اور اسے نیکی کے مشیر کے مشورہ پر عمل کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کو بھلائی کا مشورہ دیتا ہے، اور ایک شیطان مقرر ہے جو اس کو برائی کا مشورہ دیتا ہے، اس لئے مومن کو اس بارے میں بطور خاص محتاط رہنا چاہئے کہ وہ غلط مشورہ دینے والے کے مشورہ پر عمل نہ کرے، بلکہ بھلائی کے مشیر کے مشورہ پر عمل کرے۔ وباللہ التوفیق۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زَيْبَادٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ حَاتِمٍ عَنْ
سَهْلِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ بَزِيدَ بْنِ أَبِي مَرْثُورٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ
قَالَ: سَكُونَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُلُغِنَا
عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَرَيْنِ.
قَالَ أَبُو عِيْدِي: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَمُرُّهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

ترجمہ: ”حضرت انس بن مالک حضرت ابو طلحہ رضی اللہ
عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ سے
ایک ایک پتھر بندھا ہوا دکھایا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھائے۔“

تشریح: یہ واقعہ غالباً ”غزوہ خندق کا ہے“ بھوک کی شدت میں کمر سیدھی
رکھنے کی غرض سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے،
اور ان حضرات کو یہ خبر نہ تھی کہ ان کے آقا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم
خود بھی بھوک کی شدت سے بے تاب ہیں۔ جب ان حضرات نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی تو ان کی تسلی کے لئے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے اپنی حالت کا اظہار فرمایا..... اس حدیث سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زہد و قناعت، ان
کی ریاضت و مجاہدہ اور ان کے صبر و استقلال کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی کے
ساتھ اس حدیث سے دنیا کی ذلت و حقارت اور خست و دناوت کی طرف بھی
اشارہ ملتا ہے۔ اگر دنیا کے تنعم اور لذات میں ذرا بھی خیر ہوتی تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ سَيِّدِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ :

سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ : أَلَسْتُ فِي طَعَامٍ وَشَرَبٍ مَا شِئْتُمْ ؟ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقْلِ (۱) مَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ ، قَالَ : وَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : وَرَوَى أَبُو عَوَانَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سَيَّالِ بْنِ حَرْبٍ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي الْأَخْوَصِ . وَرَوَى شُعْبَةُ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ سَيَّالِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ عُمَرَ .

ترجمہ : ”ساک بن حربؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کیا تم کو کھانے پینے کی وہ چیزیں میسر نہیں جو تم چاہتے ہو؟ بخدا! میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ردی کھجوریں بھی اتنی میسر نہ تھیں جن سے اپنا پیٹ بھر لیں۔“

تشریح : ”دقل“ ردی اور خشک کھجور کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انواع و اقسام کے لذیذ کھانے تو کیا میسر ہوتے، گھٹیا قسم کی ردی اور خشک کھجوریں بھی اتنی فراغت اور فراوانی سے میسر نہ تھیں جن سے آدمی پیٹ بھر لے۔

اصل مالدارِ دل کا غنی ہونا ہے

باب

مَا جَاءَ أَنْ النَّفْيِ غَفَى النَّفْسِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَدِيلٍ بْنُ قُرَيْشٍ الْيَافِئِيُّ الْمَكْفُوفُ .

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي حُثَيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ
الْمَرْصِ وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ
قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَأَبُو حُصَيْنٍ أَنَّهُ عَنْ
ابْنِ عَاصِمٍ الْأَسَدِيِّ

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مال داری
زیادہ سازو سامان سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اصل مال داری
دل کا غنی ہونا ہے۔“

تشریح : عام ذہن یہ ہے کہ جس آدمی کے پاس زیادہ مال و دولت اور
سازو سامان ہو وہ غنی اور مالدار ہے، اور جس کے پاس کم ہو وہ فقیر اور محتاج
کہلاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عام غلطی کی اصلاح کرتے ہوئے
فرماتے ہیں کہ مال و دولت کی کثرت آدمی کو غنی نہیں بناتی، بلکہ غنی تو دراصل
وہ شخص ہے جو دل کا غنی اور سیر چشم ہو۔ کیونکہ غنی وہ ہے جس کے دل میں
مال و دولت کی ہوس اور سازو سامان کی حرص نہ رہے۔ یہ سیر چشمی خداداد
عطیہ ہے۔ جس کو چاہیں حق تعالیٰ نصیب فرمادیں۔ مال و دولت کے انباروں
سے دل کی یہ بھوک ختم نہیں ہوتی بلکہ تجربہ یہ ہے کہ مال جس قدر بڑھتا جائے
اس کی حرص میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اور دل کی پیاس اور بھڑکتی ہے، اس
لئے بزرگ فرماتے ہیں۔

آنانکہ غنی تراند محتاج تراند

یعنی جو لوگ زیادہ مالدار ہیں وہ مسکین زیادہ محتاج ہیں۔ لوگ مال و
دولت میں استغنا تلاش کرتے ہیں، حالانکہ مال کی ہوس کو بڑھاتے چلے جانا وہ
بیماری ہے جس کا علاج دنیا بھر کے خزانوں سے نہیں ہو سکتا۔ ایسے شخص کو دنیا
بھر کے خزانے بھی مل جائیں تب بھی اس کی حرص کا دوزخ ہل من مزید
پکارے گا۔ پس اصل غنا یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کسی کے دل کی ہوس ختم کر

دیں۔ اور دنیا کے خزانے اس کی نظر میں مٹی کا ڈھیر بن جائیں، اور یہ دولت اہل اللہ کی صحبت میں میسر آسکتی ہے، ورنہ دنیا کے بازار سے اس کو خریدا نہیں جاسکتا۔

مال کو اس کے حق کے ساتھ لینے کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي اخْذِ الْمَالِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ الْقَبْرِ عَنْ
أَبِي الْوَلِيدِ قَالَ : سَمِعْتُ خَوْلَةَ بِنْتَ قَيْسٍ ، وَكَانَتْ تَحْتَ حَمْزَةَ بْنِ
عَبْدِ الْمُطَّلِبِ تَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنْ
هَذَا الْمَالُ خَصِيرَةٌ حُلُوءٌ ، مَنْ أَصَابَهُ مِنْهُ بُورِكَ لَهُ فِيهِ ، وَرُبَّ مُنْخَوِضٍ ^(۱)
فِيهَا شَاءَتْ بِهِ نَفْسُهُ مِنْ مَالِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ لَيْسَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا النَّارُ .
قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَأَبُو الْوَلِيدِ أَسْنَدُهُ
عَبِيدُ سَنُو طَى .

ترجمہ : ”حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ یہ مال سرسبز، میٹھا اور مزیدار ہے۔ پس جس شخص نے اس کو حق کے ساتھ لیا، اس کے لئے اس میں برکت ہوگی، اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اللہ و رسول کے مال میں جہاں چاہتے ہیں گھس جاتے ہیں، ان کے لئے قیامت کے دن آگ کے سوا کچھ نہیں۔“

تشریح : یعنی دنیا کا مال و دولت بالطبع مرغوب اور لذیذ ہے، اور یہ ہر شخص کو خوشنما معلوم ہوتا ہے، اور لوگ اسے حاصل کرنے اور سمیٹنے کے حریص نظر آتے ہیں، اور پھر مال کمانے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ بعض لوگ تو اس کو حق کے ساتھ لیتے ہیں کہ مال کمانے کے جو ذرائع حرام یا مکروہ ہیں ان سے پرہیز کرتے ہیں، بلکہ حلال اور طیب کمانی پر اکتفا کرتے ہیں، اور مال کے کمانے میں شریعت کے احکام کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں، ان لوگوں کے لئے تو یہ مال موجب برکت ہو گا۔ دنیوی برکت یہ کہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و رضا جوئی، صدقہ و خیرات اور صلہ رحمی کا ذریعہ بنا دیا جائے گا، اور اس سے حق تعالیٰ کے تعلق اور قرب میں اضافہ ہو گا، دنیوی آفات سے بھی محفوظ رہیں گے، اور حرام راستوں میں ان کا مال خرچ نہیں ہو گا، اور آخرت کی برکت یہ کہ وہ اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔

لیکن بہت سے لوگ مال کی لذت اور خوشنمائی پر ایسے رتبہ جاتے ہیں کہ اس کے اندر چھپے ہوئے زہر پر ان کی نظر نہیں جاتی، آخرت سے غافل، خدا تعالیٰ کی عبادت سے بے پروا اور مال کمانے سے متعلق خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام دئے ہیں ان سے بے نیاز ہو کر زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں، دن کا چین اور رات کی نیند ان کے لئے حرام کر دیتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے یہ مال نہ دنیا میں باعث برکت ہو گا، نہ آخرت میں۔ دنیا میں یہ بے چینی و پریشانی اور آفات و مصائب کو ساتھ لیکر آئے گا، اور پھر جس طرح حرام راستہ سے آیا تھا اسی طرح فضول اور لایعنی چیزوں میں برباد بھی ہو گا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ”لوگو! میں تمہارے اخراجات کو دیکھ کر پہچان لیتا ہوں کہ مال تم نے کس ذریعہ سے کمایا۔“ یعنی اگر نیک کاموں میں مال خرچ ہوتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ مال صحیح ذریعہ سے کمایا گیا۔ اور اگر ناجائز یا فضول چیزوں میں خرچ ہوتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ غلط ذریعہ سے کمایا گیا۔ ورنہ اگر مال حلال ہوتا تو

یوں ضائع نہ ہوتا۔

اور آخرت کا وبال یہ ہے کہ اس حرام ذریعہ سے مال کمانے پر یہ شخص سزا کا مستوجب اور دوزخ کا مستحق ہو گا، اور پھر جن غلط اور فضول چیزوں میں مال خرچ کیا اس کا وبال بھی اس کو بھگتنا ہو گا۔ جو مال کمایا تھا اس کا اکثر و بیشتر حصہ یہیں دھرا رہ جائے گا، اور وارث اس کے ساتھ عیش اڑائیں گے۔ لیکن اس کا حساب و کتاب اس کو دینا پڑے گا۔ حق تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے، اور اس مال کی آفات سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الْعَوَّافُ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لِمَنْ عَبْدُ الدِّينَارِ ، لِمَنْ عَبْدُ الدِّرْهَمِ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ ، وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا أَنَّهُمْ مِنْ هَذَا وَأَطْوَلُ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملعون ہے دینار کا بندہ، ملعون ہے درہم کا بندہ۔“

تشریح : یہ حدیث جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے ارشاد فرمایا ہے یہاں مختصر نقل ہوئی ہے، مشکوٰۃ شریف کے ص ۴۳۹ میں صحیح بخاری کے حوالے سے یہ حدیث مفصل مذکور ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

«تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيسَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخَطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَإِذَا شَيْكَ فَلَا انْتَقَشَ طُوبَى

لعبد آخذ بعنان فرسه فى سبيل الله أشعث
 رأسه مغبرة قدماه إن كان فى الحراسة كان فى
 الحراسة وإن كان فى الساقة كان فى الساقة إن
 استأذن لم يؤذن له وإن شفع لم يشفع»، رواه
 البخارى . (مشکوٰۃ ص ۴۳۹)

ترجمہ : ”نامراد ہو دینار کا بندہ، درہم کا بندہ اور دو
 شالے کا بندہ۔ اگر اس کو دیدیا جائے تو خوش ہو جاتا ہے، اور
 نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے۔ خدا کرے ایسا شخص نامراد
 ہو۔ سرنگوں ہو، جب اس کے کاٹنا چھپے تو نہ نکالا جائے۔

مبارک ہے وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے
 گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو، سر پر اکندہ، قدم غبار آلود،
 اگر اسے پہرہ پر مقرر کر دیا جائے تو پہرے پر رہتا ہے، اور اگر
 اسے لشکر کے پچھلے حصہ میں رکھا جائے تو وہاں رہتا ہے، اگر
 وہ کسی کے ہاں جانے کی اجازت مانگے تو اسے اجازت نہیں
 ملتی اور اگر وہ کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول
 نہیں کی جاتی۔“

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے اشخاص کا
 تذکرہ فرمایا ہے۔ ایک وہ جو روپے پیسے کے اور دنیا کی عزت و وجاہت اور
 زینت و آرائش کے خواستگار ہیں، ان کو درہم و دینار اور دو شالوں کے
 بندے کہہ کر ان کے حق میں بددعا فرمائی ہے، اس لئے کہ ایسے لوگوں کی سعی و
 عمل اور خوشی و ناخوشی کا محور روپیہ پیسہ ہے، وہی ان کا معبود ہے۔ جس کی
 غلامی و بندگی میں شب و روز سرگرداں ہیں، ایسے لوگوں کو اگر ان کا مطلوب و
 محبوب مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں، اور نہ ملے تو اللہ تعالیٰ سے بھی ناراض

ہو جاتے ہیں، اور سو سو طرح حرف شکایت زبان پر لاتے ہیں، گویا ان کو اللہ تعالیٰ سے اتنا تعلق نہیں جتنی محبت روپے پیسے سے ہے، ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بددعائیں فرمائی ہیں، ایک ہلاکت و ناکامی کی، دوسری ذلت و خواری اور ہرگونی کی، تیسری یہ کہ اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچے تو خدا کرے ان کی یہ تکلیف زائل نہ ہو، اگر ان کے کانٹا چھبے تو خدا کرے ان کا وہ کانٹا نہ نکلے، بلکہ وہ ہمیشہ اسی تکلیف و عذاب میں مبتلا رہیں، ان لوگوں کے حق میں ایسی سخت بددعائیں اس لئے فرمائیں کہ ان کا جرم بھی بہت ہی سنگین ہے۔ انہوں نے حق تعالیٰ شانہ سے جو محبوب حقیقی ہیں، اپنا تعلق توڑا، اور مردار دنیا کو محبوب بنایا، حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے فکر سے بے نیاز ہو کر مخلوق کے لئے محنت کرنے لگے، اور معبود حقیقی کے بجائے انہوں نے روپے پیسے اور دنیا کے کوڑے کرکٹ کی پرستش شروع کر دی، اس تشریح سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان لوگوں کو عبدالبنیٰ اور عبدالدرہم فرمایا ہے جو روپے پیسے اور مال و دولت کے حاصل کرنے میں احکام الہیہ کی پروا نہیں کرتے، اور نہ مال کے خرچ کرنے ہی میں احکام شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو صرف رضائے الہی کے طالب ہیں، اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے آمادہ ہیں، وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہیں۔ تن بدن کا ہوش نہیں، سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں، اور جسم گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے، اور عزت و وجاہت یا ریاست و امارت کی بو بھی ان کے دماغ میں نہیں۔ ان کو پہرے پر مقرر کر دیا جائے تو پہرے پر لگے ہوئے ہیں، لشکر کی پچھلی صفوں میں انہیں رکھا جائے تب بھی انہیں پروا نہیں سمجھیں اور بے کسی کا یہ عالم کہ کسی کی سفارش کریں تو کوئی سننے کو تیار نہ ہو، اور کسی کے دروازے پر دستک دیں تو کوئی اندر بلانے پر آمادہ نہ ہو۔ ایسے گنہگار لوگ جنہوں نے حق تعالیٰ شانہ کی رضا کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا ہو لائق صد رشک اور قابل صد مبارکباد ہیں۔

مال و جاہ کی حرص سے دین کا نقصان

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَّارَةَ عَنْ ابْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا ذَنْبَانِ جَاءَاكَ أَرْسِلَا فِي غَنَمٍ يَأْفَسَدُ لَهَا مِنْ حِرْمَنِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالْأَشْرَفُ لِيَدِينَهُ.

قَالَ أَبُو عِيَسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَيُرْوَى فِي هَذَا الْبَابِ عَنْ ابْنِ مُعْتَمِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ.

ترجمہ: ”حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دئے جائیں تو وہ ان کا اتنا نقصان نہیں کریں گے جس قدر کہ مال کی حرص اور جاہ و مرتبہ کی خواہش آدمی کے دین کا نقصان کرتی ہے۔“

تشریح: بھیڑیے کی بکریوں سے دشمنی ضرب المثل ہے، اب تصور کیجئے کہ دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کا کس قدر نقصان کریں گے، خصوصاً ”جبکہ بکریوں کی حفاظت و نگہبانی کا بھی کوئی انتظام نہ ہو“ بلکہ بکریوں کے چرواہے نے خود ان بھیڑیوں کو ریوڑ میں چھوڑ دیا ہو کہ وہ اطمینان سے جس قدر جی چاہے چیر پھاڑ کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں حب مال اور حب جاہ کو دو بھوکے بھیڑیوں سے تشبیہ دی ہے، اور آدمی کے دین کو بکریوں

کے ریوڑ سے، اور یہ فرمایا ہے کہ دو بھوکے بھیڑیے جن کو قصداً بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا گیا ہو، بکریوں کا اس قدر نقصان نہیں کریں گے، جس قدر کہ یہ دو چیزیں آدمی کے دین کو برباد کر دیتی ہیں، کیونکہ جس شخص کے دل میں مال کی حرص ہوگی وہ اس کے حصول میں منہمک رہے گا بسا اوقات وہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی بھی پروا نہیں کرے گا، اور یہ حرص جس قدر بڑھتی جائے گی اسی قدر آخرت سے غفلت میں اضافہ ہوگا، اسی طرح حبِ جاہ یعنی بڑا بننے کی خواہش جس شخص میں ہوگی وہ اسی دھن میں سرگرداں رہے گا کہ کیا اسباب و ذرائع اختیار کئے جائیں کہ لوگوں پر اس کی دھاک بیٹھ جائے۔ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مال کی حرص بھی اسی حبِ جاہ کی بنا پر ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ جتنا مال زیادہ ہو گا اتنا ہی میں لوگوں کی نظروں میں معزز ہوں گا، اس لئے زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کا جنون سر پر سوار رہتا ہے۔

اور حبِ جاہ دراصل تکبر کا شعبہ ہے، آدمی اپنی حماقت سے اپنے دل میں اپنے آپ کو ”بڑا آدمی“ سمجھ کر اس امر کی کوشش کرتا ہے کہ دوسرے بھی اس کو بڑا سمجھیں، اور یہ بڑائی کی خواہش اور تکبر ہی وہ مرض ہے جس نے شیطان کو مردود و ملعون اور راندہ درگاہ بنایا۔ اسی سے تمام نفسانی امراض جنم لیتے ہیں، جو آدمی کے دین کو بالکل غارت کر دیتے ہیں، اس لئے ان دونوں امراض کا علاج ضروری ہے، حضرات مشائخ، جو باطن کے طبیب ہوتے ہیں، ان سے تعلق کا اہم ترین مقصد انہی امراض نفسانی کا معالجہ ہے، مگر افسوس کہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں، خصوصاً ”حبِ جاہ کا مرض تو باطن کا ایسا دق ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص مخلص بندے ہی محفوظ ہوں گے، یہاں چند امور حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے ارشادات سے نقل کرتا ہوں، حضرت فرماتے ہیں:

۱: ”شرعاً وہ حرص، حرص ہی نہیں جس کے مقتضا پر

عمل نہ ہو، حرص شرعی دینی ہے جس سے دنیا کو دین پر ترجیح ہونے لگے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

کہ ہم کو مال کی احتیاج بھی ہے اور اس کے ملنے پر طبعاً خوشی بھی ہوتی ہے، لیکن اے اللہ! اس کی محبت کو اپنی رضا کا وسیلہ بنا دیجئے۔ بلکہ ایک درجہ اس کا مطلوب بھی ہے۔ مثلاً ”اتنی محبت جس سے مال کی حفاظت کا اہتمام ہو سکے وہ مطلوب ہے، کیونکہ مال کا ضائع کرنا حرام ہے۔“

۲: ”جاہ و کبر کا داعیہ تو معصیت نہیں، باقی ان کے مقتضا پر عمل کرنا نہ کرنا یہ اختیاری ہے، مکلف تو صرف اسی قدر کا ہے کہ مقتضا پر عمل نہ کرے، لیکن اگر خلاف مقتضا پر عمل کرے تو اور زیادہ اقویٰ اور نفع ہے۔“

۳: ”جس جاہ سے ضرر ہوتا ہے وہ وہ جاہ ہے جو طلب سے حاصل ہو۔ اور جو بدون طلب حاصل ہو وہ مضر نہیں ہوتی، اس میں خدا تعالیٰ کی امداد ہوتی ہے۔“

(انفاس عیسیٰ ص ۱۷۸ و ۱۷۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دنیا کی حقیقت

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْكِنْدِيُّ . حَدَّثَنَا زَيْدُ ابْنُ حُبَابٍ أَخْبَرَنِي الْمُسَوْدِيُّ . حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْثَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : نَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَصِيرٍ فَقَامَ وَقَدْ انْتَرَى جَنْبَهُ ، فَلَمَّا بَارَسَ رَسُولُ اللَّهِ لَوْ اتَّخَذْنَا لَكَ وَطَاءً ، فَقَالَ : مَالِي وَمَا لِدُنْيَا ، مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَائِبِ اسْتَغْطَلَّ نَعْتٌ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَمَرَّ كَمَا .

قَالَ : وَفِي الْبَابِ مِنْ مَعْرِ وَابْنِ عَبَّاسٍ

قَالَ أَبُو مَيْسَرَةَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے، جب اٹھے تو پہلوئے مبارک پر چٹائی کے نشانات تھے۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کاش ہم آپ کے لئے کوئی نرم بستریار کر لیتے (جس سے بدن مبارک کو راحت پہنچتی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے دنیا سے کیا واسطہ؟ میری مثال تو دنیا میں ایسی ہے کہ کوئی سوار چلتے چلتے ذرا سی دیر کے لئے کسی درخت کے سائے میں ٹھہر گیا، پھر تھوڑی دیر بعد چل پڑا، اور اس سائے کو چھوڑ گیا۔“

تشریح: یہ حدیث چار مسائل پر مشتمل ہے:

اول: اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا نقشہ سامنے آتا ہے کہ آپ کو اتنا بھی اہتمام نہیں کہ آرام و راحت کے لئے کوئی نرم و نازک بستری بنا لیا جائے، دوسرے تکلفات اور راحت و آسائش کے دوسرے اسباب کا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا اہتمام ہوتا۔

دوم: یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد و فقر کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ اس کو از خود اختیار فرما رکھا تھا، ورنہ آپ کے جاں نثار صحابہ (رضوان اللہ علیہم) آپ پر سب کچھ نثار کرنے کو حاضر تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت بلند دنیوی آسائش اور فانی لذات سے بہت بالاتر تھی۔ اس لئے آپ نے ان کو قصداً ”قبول نہیں فرمایا۔ اسی لئے عارفین فرماتے ہیں:

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

سوم: اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی کیا حیثیت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ دنیا کی مثال ایسی ہے کہ مسافر چلتے چلتے چند لمحے سستانے کے لئے کسی درخت

کے سائے میں آ بیٹھا۔ اور ذرا سستا کروہاں سے چل پڑا، اور اس سائے کو خیر یاد کہہ دیا۔ کوئی شخص اس سائے کی راحت و لذت میں ایسا منہمک ہو جائے کہ اسی کو اپنا گھر بنا بیٹھے تو ایسا شخص عقل و خرد سے بیگانہ ہے، ٹھیک اسی طرح یہ دنیا کسی کا گھر نہیں، بلکہ مسافرانِ آخرت کے سفر کی درمیانی منزل ہے، جو شخص اس سرائے فانی میں دل لگا کر اپنی اصل منزل کو بھول جائے اور یہ بات اس کے ذہن سے نکل جائے کہ اسے یہاں سے کوچ کرنا ہے وہ فرزانہ نہیں۔ دیوانہ ہے، یہاں سے معلوم ہو گا کہ جن لوگوں کی ساری قوتیں دنیا کی تعمیر و ترقی میں کھپ رہی ہیں وہ کس قدر جہل مرکب میں مبتلا ہیں، اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوں گے اس وقت ان کی حالت کس قدر قابلِ رحم ہوگی، کہ ان مسکینوں نے ساری عمر جس چیز پر محنت کی تھی وہ ناپائیدار نکلے، اور جو چیز ہمیشہ رہنے والی تھی اس کے لئے انہوں نے محنت نہ کی:

نرفع دنیا نا بتمزق دیننا فلا دیننا یبقی ولا مانر قع

ترجمہ: ”ہم اپنے دین کو پھاڑ پھاڑ کر اپنی دنیا کو پیوند لگا

رہے ہیں۔ پس نہ تو ہمارا دین باقی رہے گا، اور نہ وہ دنیا جس

کی پیوند کاری کی تھی۔“

چهارم: دنیا سے بے رغبتی کا سبب دو چیزیں ہیں۔ ایک اس کی ذلت و قلت، اور دوسری اس کی ناپائیداری کیونکہ اول تو کوئی کتنا ہی سرپھوڑے دنیا کی تمام آسائشیں منہا کرنے سے قاصر رہے گا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ یہاں کسی کی ساری خواہشیں اور چاہتیں پوری ہو جائیں، اس لئے بزرگوں کی نصیحت ہے:

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرو ہرچہ گیرید مختصر گیرید

اور بالفرض کسی کو ساری دنیا بھی مل جائے تو اس کی قدر و قیمتِ آخرت کے مقابلہ میں چھمکے پر کے برابر بھی نہیں۔ یہ تو دنیا کی ذلت و قلت کا حال ہے، اور پھر اپنی تمام تر تحارت و ذلت کے باوجود وہ فانی، زوال پذیر

اور ناپائیدار ہے، اول تو دنیا ہی آدمی کو چھوڑ دیتی ہے، ورنہ آدمی اس کے چھوڑنے پر تو بہر حال مجبور ہے۔ دنیا کا کوڑا کرکٹ جتنا زیادہ جمع کیا ہو گا مرتے وقت اتنی ہی حسرت زیادہ ہوگی:

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لا د چلے گا بنجارا
اس حدیث پاک میں دنیا کے فنا و زوال کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے، کہ
دنیا اپنے فنا و زوال کی وجہ سے اس لائق نہیں کہ کوئی عاقل یہاں دل لگائے،
حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے اس رو سیاہ کو بھی چشم بصیرت نصیب فرمائے۔

دوستی کس سے لگائی جائے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ وَأَبُو دَاوُدَ قَالَا :
حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ . حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ :
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ
مَنْ يُخَالِلُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے
دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر ایک شخص کو
دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی رکھتا ہے۔“

تشریح : مطلب یہ کہ آدمی کی دوستی اسی کے ساتھ ہوگی جس کے ساتھ
اس کو بے ”مناسبت ہو“ بغیر طبعی مناسبت اور قدر مشترک کے دو شخصوں کے
درمیان دوستانہ جوڑ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نیک آدمی کی دوستی
نیکیوں کے ساتھ ہوتی ہے، اور برے کی برائی کے ساتھ۔ دنیا دار کی اہل دنیا
کے ساتھ، اور دیندار کی اہل دین کے ساتھ، وغیرہ۔ پس اگر یہ دیکھنا چاہو کہ

فلاں شخص کس مذاق کا ہے تو یہ دیکھ لو کہ اس کی نشست و برخاست اور الفت و محبت کن لوگوں کے ساتھ ہے، جس قماش کے اس کے یار اور محبوبی ہوں گے اسی مزاج کا یہ بھی ہو گا۔

اور پھر آدمی کی طبیعت سراقہ (چوری کرنے والی) واقع ہوئی ہے، اس میں فطری طور پر اخذ و انفعال کا مادہ رکھا گیا ہے، جس کے ساتھ اس کی الفت و محبت اور رفاقت، مصاحبت ہوگی یہ دانستہ و نادانستہ اس کے اخلاق و عادات اور اوصاف و خصائل کو اپنا تا چلا جائے گا، اور الفت و محبت میں جتنا اضافہ ہو گا اسی قدر دوست کے ساتھ ہمرنگی بھی بڑھتی جائے گی۔ یہ انسانی نفسیات کا ایک عظیم اصول ہے جس کی طرف حکیم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ دلائی ہے۔

پہلا فقرہ تو ایک نفسیاتی اصول کی حیثیت رکھتا ہے، دوسرا فقرہ تشریحی حکم ہے، یعنی جب معلوم ہوا کہ آدمی اپنے دوست کے دین و اخلاق کو اپنا تا ہے تو آدمی کو خوب غور و فکر سے دوستی کا تعلق قائم کرنا چاہئے۔ اور یہ دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کسی اچھے آدمی سے دوستی کر رہا ہے، یا برے سے۔ اچھے آدمی سے دوستی کرنا محمود اور موجب سعادت ہے، اور برے سے یا رانہ گانٹھنا مذموم اور موجب شقاوت ہے۔

انسان کے مال و اولاد اور عمل کی مثال

باب

مَا جَاءَ مَثَلُ ابْنِ آدَمَ وَأَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَنِسَائِهِ وَعَمَلِهِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ
شُعْبَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرِو بْنِ
حَزْمٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عِنْدَهُ وَسَلَّمَ : يَنْبَغُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَ ، فَيَرْجِعُ أَثْنَانِ وَيَبْقَى وَاحِدٌ ، يَنْبَغُهُ
أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ ، فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میت کے پیچھے (قبر تک) تین چیزیں جاتی ہیں، دو واپس لوٹ آتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے، اس کے پیچھے اس کے اہل و عیال، اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے، اہل و عیال اور مال واپس آجاتے ہیں اور عمل باقی رہ جاتا ہے۔“

تشریح : آدمی کے تین دوست ہیں جن کے لئے یہ جان کھپاتا ہے، ایک اس کا مال، دوسرے اس کے خولیش، اور تیسرا اس کا عمل..... مال کی وفاداری تو جیتے جی تک ہے، جو نہی روح و تن کا رشتہ ختم ہوا اس کا مال اس کی ملک سے نکل کر وارثوں کی ملک میں چلا گیا، اور اہل و عیال اور عزیز و اقارب کی وفاداری قبر تک ہے، جو نہی اسے قبر میں دفن کیا گیا اہل و عیال، عزیز و اقارب اور دوست احباب نے اس سے منہ موڑ لیا، اور منوں مٹی ڈال کر واپس گھر لوٹ آئے۔ البتہ عمل کا ساتھ ہمیشہ رہتا ہے، قبر میں بھی اور حشر میں بھی..... اس لئے عقل کا مقتضی یہ ہے کہ جو سب سے زیادہ وفادار ہے یعنی عمل۔ اس کے ساتھ سب سے زیادہ وفاداری کی جائے۔ عمل کی وجہ سے اگر کچھ مال کا نقصان ہوتا ہے، یا اہل و عیال اور دوست احباب ناراض ہوتے ہیں ان کی پروا نہ کی جائے۔ لیکن عام لوگوں کا رویہ بالکل برعکس ہے۔ وہ مال کی وجہ سے اپنے عزیز و اقارب سے بگاڑتے ہیں، اور عزیز و اقارب کی خاطر عمل کو برباد کرتے ہیں۔ اس حدیث میں تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ سب سے مقدم عمل ہے، اور اس بات سے بھی آگاہ فرمایا گیا ہے کہ قبر اور حشر میں (بلکہ اس سے پہلے نزع کی حالت میں بھی) آدمی کے ساتھ اس کے اعمال کے

مطابق معاملہ ہو گا، اگر نیک اعمال کا ذخیرہ ساتھ لیکر گیا تو راحت و رضوان کا مستحق ہو گا، اور اگر برے اعمال کا بوجھ لاد کر لے گیا تو اس کے مطابق سزا کا مستحق ہو گا۔ پھر نہ اس کا مال کام آئیگا۔ اور نہ اہل و عیال اس کا بوجھ بٹائیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں اپنی رحمت و رضوان سے نوازیں، آمین۔

زیادہ کھانے کی ممانعت کا بیان

باب

تَاَجَاءُ فِي كَوَاهِيَةِ كَنْزَةِ الْأَكْلِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ قَصْرِ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ .
أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ الْجَمْعِيُّ وَحَبِيبُ بْنُ صَالِحٍ
مَنْ يَحْفَى بْنُ جَابِرٍ الطَّائِيُّ عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ قَالَ : تِمَمْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَا مَلَأَ آدَمُ وِعَاءَ شَرَّامِنْ بَطْنٍ
يَحْسِبُ ابْنِ آدَمَ أَكْلَاتٍ يُفَعِّنُ صَلْبَهُ ، فَإِنْ كَانَ لَا تَحَالَةَ فَثَلَاثُ إِطْعَامِهِ
وَتَلَاثُ إِشْرَابِهِ وَتَلَاثُ لِفْسِهِ . حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ . حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ
ابْنُ عِيَّاشٍ نَحْوَهُ وَقَالَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ تِمَمْتُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
قَالَ أَبُو عِيَّاشٍ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت مقدم بن معد یکرِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ کسی آدمی نے کوئی برتن نہیں بھرا جو پیٹ سے بدتر ہو۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر سیدھی رکھیں، اور اگر بہت ہی کھانا ہو تو پیٹ کا

ایک تہائی حصہ کھانے کے لئے ہونا چاہئے، ایک تہائی پانی کے لئے۔ اور ایک تہائی سانس کے لئے۔“

تشریح: پیٹ سب سے بدتر برتن ہے۔ اس لئے کہ جو چیز اس میں جاتی ہے وہ نجس اور گندی ہو جاتی ہے، اور پھر سڑکر فضلات کی شکل میں خارج ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ کھانا خود مقصود نہیں، بلکہ ایک ضرورت ہے کہ اس کے بغیر زندگی کا قیام عادیہ ممکن نہیں، اور یہ مقصود چونکہ چند لقموں سے حاصل ہو سکتا ہے اس لئے اصل تو یہی ہوا کہ آدمی چند لقموں پر کفایت کرے، لیکن اگر اس پر طبیعت راضی نہ ہو تو معتدل طریقہ یہ ہے کہ پیٹ کے تین حصے کر لے۔ ایک حصہ کھانے کا۔ ایک پانی کا، اور ایک سانس کے لئے ایسا نہ کرے کہ پیٹ کو اناڑی کی بددوق کی طرح کھانے ہی سے بھر لے کہ سانس لینا بھی مشکل ہو جائے۔ حکمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ پُر خوری مضر صحت ہے۔ اس سے بدن میں کسل اور گرانی پیدا ہوتی ہے، طبیعت کا نشاط ختم ہو جاتا ہے، اور آدمی کو ذکر و عبادت میں بھی مزہ نہیں آتا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”غذائے جسمانی کی کثرت سے غذائے روحانی یعنی ذکر اللہ کم ہو جاتا ہے۔“

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

تمی از حکمتی بجلت آں کہ پری از طعام تابنی
(تم حکمت سے اس وجہ سے خالی ہو کہ کھانے سے ناک
تک پیٹ بھر رکھا ہے)

اس لئے سالک کو غذائے جسمانی میں کثرت نہ چاہئے۔ بلکہ توسط کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ سب کا اوسط ایک نہیں ہے، بلکہ ہر شخص کا اوسط مختلف ہے۔

اسی طرح اوسط سے کم کھانا بھی مضر ہے، ایک ضرر تو جسمانی ہے کہ غذا بہت کم کرنے سے ضعف لاحق ہو جاتا ہے

اور کام نہیں ہو سکتا، اور ایک ضرر مقصود سلوک کا ہے، وہ یہ کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ شبہ بالملائکہ حاصل کرے، اور شبہ بالملائکہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو نہ شیخ سے بدست ہو، نہ جوع سے پریشان ہو، بلکہ معتدل حالت میں رہ کر طمانیت و جمعیت قلب سے متصف ہو۔

پس کھانے سے اصل مقصود جمعیت قلب ہے، نہ بہت کھانا مطلوب ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ ”اذا حضر العشاء والعشاء فابده وابالغشاء“ (جب ایک طرف عشا کی نماز کا وقت ہو، اور دوسری طرف رات کا کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھا لو) فقہانے کھانے کی یہاں تک رعایت کی ہے کہ اگر کھانا ٹھنڈا ہونے، اس کی لذت زائل ہو جانے کا اندیشہ ہو جب بھی نماز کو موخر کر دینا جائز ہے۔ مثلاً اس کا وہی تحصیل جمعیت قلب ہے کہ بار بار یہ خیال نہ آوے کہ نماز جلدی پڑھوں تاکہ کھانا ٹھنڈا نہ ہو جاوے۔“ (انفاس عیسیٰ ص ۱۸۲)

یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین سے کم کھانے کے جو واقعات منقول ہیں ہم ضعفا کو ان کی ریس نہیں کرنی چاہئے، کیوں کہ ہم اپنے ضعف کی وجہ سے ان کی کم خوری کا تحمل نہیں کر سکیں گے، اس لئے اس زمانے میں مشائخ تقلیل طعام کا مجاہدہ نہیں بتاتے تاکہ ضعف غالب نہ آجائے، حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں:

”پہلے صوفیہ سے جو تقلیل غذا کے واقعات منقول ہیں آج کل ان پر عمل نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان حضرات میں قوت زیادہ تھی، ان کو غذا کم کرنے سے بھی جمعیت قلب فوت نہ ہوتی تھی۔

عبادت میں نشاط و سرور صحت و قوت ہی سے ہوتا ہے، اور تجربہ ہے کہ آج کل تقلیل غذا سے صحت برباد ہو جاتی

ہے، فائدہ کر کے نماز پڑھنے سے استریاں قل ہو اللہ پڑھنے لگیں گی، زبان و قلب سے کچھ نہ نکلے گا“ (حوالہ بالا)

طبرانی کے حوالہ سے مجمع الزوائد (۲: ۲۵۷) میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ نقلی روزہ نہیں رکھتے تھے، اور فرماتے تھے جب میں روزہ رکھتا ہوں تو ضعف کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اور نماز مجھے روزے سے زیادہ محبوب ہے، اگر روزہ رکھتے تھے تو مہینے میں بس تین دن کا رکھتے تھے۔ طبقات ابن سعد (۳: ۱۵۵) میں عبدالرحمن بن یزید کا قول نقل کیا گیا ہے کہ میں نے کسی فقیہ کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کم روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ روزے کیوں نہیں رکھتے؟ فرمایا میں نے روزے کے بجائے نماز کو اختیار کر لیا ہے۔ میں روزہ رکھتا ہوں تو ضعف کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

(حیات الصحابہ ۳: ۹۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کثرت سے نماز پڑھتے تھے اور روزے سے چونکہ ضعف لاحق ہو جاتا ہے اور طبیعت میں نشاط و انشراح نہیں رہتا، اس لئے وہ زیادہ نقلی روزے نہیں رکھتے تھے تاکہ نماز میں خوب نشاط رہے، اس سے معلوم ہوا کہ خوراک کی کمی بن اس حد تک مطلوب ہے کہ آدمی کی قوت و نشاط میں خلل واقع نہ ہو۔

ریا اور دکھلاوے کی مذمت

باب

تاجاء فی الرباہ والشمع

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا مُسَابِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ زَيْنَبَ
عَنْ فَرَّاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ : مَنْ بَرَأَنِي يَرَأِنِي اللَّهُ يَوْمَ ، وَمَنْ بَسَمِعُ بَسَمِعَ اللَّهُ بِهِ قَالَ : وَقَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمَهُ اللَّهُ .

وَالْبَابُ عَنْ حُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دکھاوا کرے، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کا دکھاوا کرے گا۔ اور جو شخص سنائی کرے اللہ تعالیٰ اس کی سنائی کرے گا۔ نیز اسی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔“

تشریح : یعنی جو شخص لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لئے کوئی عمل کرتا ہے قیامت کے دن اس کے دل کے اس کھوٹ کو سب کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔ اور بجائے اس کے کہ اس کا نیک عمل اس کے لئے رحمت و رضوان کا ذریعہ بننا، الٹا اس کی ذلت و رسوائی اور فضیحت کا سبب بن جائے گا۔ کیونکہ کسی عمل کی قبولیت کے لئے اخلاص شرط ہے۔ یعنی محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے نیک عمل کیا جائے، نہ مخلوق کی داد و تحسین پر نظر ہو، نہ دنیوی عزت و وجاہت مطلوب ہو، نہ شہرت سے غرض ہو،

”إِنَّ صَلَوَتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ

لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ“

(الانعام ۱۶۲، ۱۶۳)

اس حدیث پاک سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اعمال کا ایک تو ظاہری ڈھانچہ ہے، اور ایک ان کی روح ہے، کسی عمل کی قبولیت کے لئے یہ

شرط ہے کہ اس کا ظاہری ڈھانچہ بھی درست ہو، اور اس میں روح بھی موجود ہو، اگر عمل کا ظاہری ڈھانچہ غلط ہے تب بھی وہ عمل مردود ہے، اور اگر ظاہری ڈھانچہ تو درست ہے لیکن اس میں روح نہیں تب بھی وہ مردود اور مردار ہے۔

ظاہری ڈھانچہ کے صحیح ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمودہ طریقہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو، اور روح سے مراد یہ ہے کہ وہ عمل محض رضائے الہی کے لئے کیا جائے، مخلوق کو دکھانے، سنانے کے لئے نہ کیا جائے، پس جو عمل سنت نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات) کے خلاف ہو، اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کی بھی کوئی قیمت نہیں۔ خواہ کرنے والے نے کتنے ہی اخلاص سے کیا ہو، اور جس عمل سے مقصود رضائے الہی نہ ہو وہ بھی نہ صرف یہ کہ بے قیمت ہے، بلکہ جس طرح روح نکل جانے کے بعد جسم گنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایسے اعمال جن کا مصلح نظر مخلوق کی خوشنودی تھا، قیامت کے دن متعفن ہو جائیں گے اور ریاکاری کی بدبو سے خود عمل کرنے والے کا دماغ بھی پھٹا جائے گا، وہ اس تعفن کو چھپانے پر قادر نہ ہو گا، بلکہ تمام اہل محشر کو اس کی نیت کی گندگی معلوم ہو جائے گی، نعوذ باللہ۔

دوسری بات اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوئی کہ قیامت کے دن اعمال کی جزا و سزا ان کے مناسب ہو گی۔ جو شخص اپنے عمل سے محض مخلوق کو راضی کرنا چاہتا تھا اس کو یہ سزا ملے گی کہ اس کا وہی عمل مخلوق کے تنفر کا ذریعہ بنے گا، جو شخص عمل سے شہرت و عزت کا طالب تھا اس کو یہ سزا ملے گی کہ یہی عمل اس کی ذلت و تشہیر کا سبب بن جائے گا۔

یہ تو آخرت کی سزا ہے، اس کا کچھ نمونہ دنیا میں بھی دکھا دیا جاتا ہے، چنانچہ جو شخص محض رضائے مولیٰ کا طالب ہو۔ خواہ وہ اپنی حالت کو کتنا ہی چھپائے لیکن اللہ تعالیٰ اس کی عزت و وجاہت قلوب میں راسخ فرما دیتے ہیں۔ اور جو شخص محض ریاکاری کے لئے بنا سنوار کر عمل کرتا ہے تاکہ لوگوں کی نظر

میں معزز ہو جائے اور لوگ اس کو بزرگ اور خدا رسیدہ سمجھ کر اس کی تعظیم کیا کریں، خواہ وہ اپنی ریاکاری کو کتنا ہی چھپائے لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ اس کی مکاری و ریاکاری کو ظاہر فرما دیتے ہیں، اور عام مخلوق اس سے نفرت کرنے لگتی ہے، اور اس کی ریاکاری کا عام شہرہ ہو جاتا ہے، اس لئے حدیث پاک کے مضمون کو اگر دنیا و آخرت دونوں کے لئے عام قرار دیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، گویا ریاکاری کی اصل ذلت و تشہیر تو آخرت میں ہوگی مگر کچھ نمونہ دنیا میں بھی دکھایا جاتا ہے۔

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مخلوق کی خاطر کوئی عمل کرنا نفس کی سب سے بڑی حماقت ہے، کیونکہ ایسے عمل پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی تو اس لئے مرتب نہیں ہوتی کہ اس نے رضائے الہی کا قصد ہی نہیں کیا، بلکہ مخلوق کی رضامندی کا قصد کیا، اور مخلوق کی رضامندی اس لئے مرتب نہیں ہوئی کہ اس کی ریاکاری و مکاری کا بھید آخر کھل کر رہے گا، اور ریاکار، مکار، منافق کو کوئی بھی شخص پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتا۔

اس حدیث پاک میں ریا و سمع (یعنی مخلوق کو دکھانے اور سنانے کے لئے عمل کرنے) کی صرف سزا ہی بیان نہیں فرمائی گئی بلکہ اس خبیث مرض سے بچنے کا علاج بھی تجویز فرما دیا ہے۔ اور وہ یہی مراقبہ ہے جو میں اوپر عرض کر چکا ہوں۔

الغرض مخلوق کو خوش کرنے کے لئے کام کرنا ریاکاری ہے، جو درحقیقت نفاق کا ایک شعبہ ہے، اس کے مقابلہ میں اخلاص ہے کہ آدمی محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے عمل کرے، اخلاص تمام اعمال کی جان ہے، اور جس قدر اخلاص زیادہ ہو گا اسی قدر عمل میں وزن ہو گا۔ حق تعالیٰ شانہ ہر مسلمان کو ریا و سمع سے محفوظ رکھے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ .

أَخْبَرَنَا حَبِيبُ بْنُ شَرِبَعٍ . أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي الْوَلِيدِ أَبُو عُثْمَانَ الْمَدَائِنِيُّ
أَنَّ عُمَيْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ حَدَّثَهُ أَنَّ شُعْبَةَ الْأَصْبَحِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَدِينَةَ ،

فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ ، فَقَالَ : مَنْ هَذَا ؟ فَقَالُوا أَبُو هُرَيْرَةَ ،
فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتَّى قَعَدْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يُحَدِّثُ النَّاسَ ، فَلَمَّا سَكَتَ وَخَلَا
قُلْتُ لَهُ : أُنَشِّدُكَ بِحَقِّهِ وَبِحَقِّهِ لَمَّا حَدَّثْتَنِي حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتُهُ وَعَلَيْتُهُ ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : أَفْعَلُ ، لَا أَحَدَنَّاكَ حَدِيثًا حَدَّثْتَنِيهِ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتُهُ وَعَلَيْتُهُ ، ثُمَّ نَشَخَ ^(١) أَبُو هُرَيْرَةَ
نَشْخَةً ، فَسَكَتَ قَلِيلًا ثُمَّ أَفَاقَ ، فَقَالَ : لَا أَحَدَنَّاكَ حَدِيثًا حَدَّثْتَنِيهِ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْبَيْتِ مِثْلًا أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ ، ثُمَّ نَشَخَ
أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْخَةً أُخْرَى ، ثُمَّ أَفَاقَ فَسَحَّ وَجْهَهُ ، فَقَالَ : لَا أَحَدَنَّاكَ حَدِيثًا حَدَّثْتَنِيهِ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَهُوَ فِي هَذَا الْبَيْتِ مِثْلًا أَحَدٌ غَيْرِي
وْغَيْرُهُ ، ثُمَّ نَشَخَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْخَةً أُخْرَى ثُمَّ أَفَاقَ وَسَحَّ وَجْهَهُ ، فَقَالَ : أَفْعَلُ ،
لَا أَحَدَنَّاكَ حَدِيثًا حَدَّثْتَنِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فِي هَذَا
الْبَيْتِ مِثْلًا أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ ، ثُمَّ نَشَخَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْخَةً شَدِيدَةً ، ثُمَّ
قَالَ خَارًا عَلَى وَجْهِهِ فَاسْتَدْنَتْهُ حَتَّى طَوِيلًا ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ : حَدَّثَنِي رَسُولُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَبْزِلُ إِلَى
الْعِبَادِ لِيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ وَكُلُّ أُمَّةٍ جَانِيَةٌ ، فَأُولُ مَنْ يَدْعُو بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ
الْقُرْآنَ ، وَرَجُلٌ يَفْتَنِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، وَرَجُلٌ كَثِيرُ الْمَالِ ، فَيَقُولُ اللَّهُ
لِقَارِي : أَلَمْ أَعْلَمَكَ مَا أَنْزَلْتُ عَلَى رَسُولِي ؟ قَالَ : بَلَى يَا رَبِّ . قَالَ : فَإِذَا
عَمِلْتَ فِيمَا عَلَّمْتُ ؟ قَالَ : كُنْتُ أَقُومُ بِهِ آثَاءَ الْإِنِيلِ وَآثَاءَ النَّهَارِ . فَيَقُولُ
اللَّهُ لَهُ : كَذَبْتَ . وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ : كَذَبْتَ . وَيَقُولُ اللَّهُ : بَلْ أَرَدْتَ
أَنْ يُقَالَ إِنَّ فَلَانًا قَارِي ، فَقَدْ قِيلَ ذَلِكَ وَبُوتَ بِصَاحِبِ الْمَالِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ
أَلَمْ أَوْسَعْ عَلَيْكَ حَتَّى لَمْ أَدْعَكَ تَخْتِجْ إِلَى أَحَدٍ ؟ قَالَ : بَلَى يَا رَبِّ . قَالَ :
فَإِذَا عَمِلْتَ فِيمَا آتَيْتَكَ ؟ قَالَ : كُنْتُ أُحِلُّ الرِّحِمَ وَأَتَصَدَّقُ ، فَيَقُولُ اللَّهُ

لَهُ كَذَبْتَ ، وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ . وَتَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى : بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ذَلِكَ . وَبُؤَانِي بِالَّذِي قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ : فَبِأَذَا قُتِلْتَ ؟ فَيَقُولُ : أُمِرْتُ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيلِكَ فَقَاتَلْتُ حَتَّى قُتِلْتُ . فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ كَذَبْتَ ، وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ . وَتَقُولُ اللَّهُ : بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَرِيءٌ فَقَدْ قِيلَ ذَلِكَ ، ثُمَّ ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُكْبَتِي فَقَالَ : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ، أُولَئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللَّهِ تُسَمَّرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . وَقَالَ الْوَلِيدُ أَبُو عُمَانَ : فَأَخْبَرَنِي عُقْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّ شَفِيئًا هُوَ الَّذِي دَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَخْبَرَهُ بِهَذَا . قَالَ أَبُو عُمَانَ : وَحَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ أَنَّهُ كَانَ سَيِّفًا لِمُعَاوِيَةَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ بِهَذَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : قَدْ فُعِلَ بِهِؤُلَاءِ هَذَا فَكَيْفَ يَمُنُّ بَقِيٍّ مِنَ النَّاسِ ؟ ثُمَّ بَكَى مُعَاوِيَةُ بُكَاءً شَدِيدًا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ هَالِكٌ . وَفُلْنَا قَدْ جَاءَنَا هَذَا الرَّجُلُ بِشَرٍّ ، ثُمَّ أَفَاقَ مُعَاوِيَةُ وَمَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ وَقَالَ : صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْنِهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

ترجمہ : ”عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ شفی اصبی نے ان سے بیان کیا کہ وہ مدینہ طیبہ گئے تو ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس پر جمع ہو رہے ہیں ، انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب

ہیں، ان کو بتایا گیا کہ یہ حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ شفی کہتے ہیں کہ یہ سکر میں آپ کے قریب ہوا، یہاں تک کہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا، وہ اس وقت لوگوں سے احادیث بیان کر رہے تھے۔ جب اس سے فارغ ہوئے اور تنہائی ہوئی تو میں نے ان سے عرض کیا کہ میں حق کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہو، اور اس کو خوب سمجھا اور جانا ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا، میں ایسا ہی کروں گا، تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مجھ سے ارشاد فرمائی تھی، اور جسے میں نے خوب سمجھا اور خوب جان رکھا ہے، یہ کہہ کر حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے، تھوڑی دیر بعد ہوش آیا تو فرمانے لگے، ہاں! میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان میں خود مجھ سے ارشاد فرمائی تھی، اور میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس مکان میں کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا، یہ کہہ کر پھر ایک زور کی چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے، ہوش آیا تو چہرہ صاف کیا اور فرمانے لگے، جی ہاں! میں ایسا ہی کروں گا، میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مجھ سے ارشاد فرمائی تھی، میں اور آپ اس مکان میں تھا تھے، میرے اور آپ کے سوا ہمارے ساتھ کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا، یہ کہہ کر پھر ایک سخت چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر منہ کے بل گرنے لگے، میں نے جلدی سے ان کو سنبھالا، دیر تک ان کو ٹیک دلائے بیٹھا رہا، دیر کے بعد ہوش آیا تو فرمانے لگے، مجھ سے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے نزول فرمائیں گے۔ اس وقت ہر امت گھنٹوں کے بل گری ہو گی، پس سب سے پہلے تین آدمیوں کی پیشی ہو گی ایک وہ شخص جس نے قرآن کریم جمع کیا تھا (یعنی قرآن کریم کا حافظ و قاری تھا)۔ اور ایک وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل ہوا تھا، اور ایک وہ شخص جو بہت مالدار تھا (اور مال اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کیا کرتا تھا)۔

اللہ تعالیٰ قاری سے فرمائیں گے، کیا میں نے تجھے اپنی اس کتاب کا علم نہیں دیا تھا، جو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تھی؟ وہ عرض کرے گا، بے شک اے رب! ارشاد ہو گا، پھر تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا، میں رات اور دن نماز میں اس کی تلاوت کیا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تو جھوٹ بکتا ہے، اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ (تو میری رضا کے لئے تلاوت نہیں کرتا تھا بلکہ) تو یہ چاہتا تھا کہ تجھے قاری کہا جائے، سو کہا جا چکا۔

اور مال دار کو لایا جائے گا، اس سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، کیا میں نے تجھے مال و دولت میں وسعت نہیں دی تھی، اور تجھے ایسا مستغنی نہیں کر دیا تھا کہ تو کسی کا محتاج نہیں تھا وہ عرض کرے گا، بے شک اے رب! ارشاد ہو گا، پھر میں نے جو کچھ تجھے دیا تھا تو نے اس میں کیا کردار ادا کیا؟ وہ کہے گا کہ میں صلہ رحمی کرتا تھا، اور صدقہ و خیرات دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹ بکتا ہے، اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ (تو نے صدقہ و

خیرات میری رضا و خوشنودی کے لئے نہیں کیا بلکہ) تو نے یہ چاہا کہ لوگ یہ کہیں کہ فلاں بڑا خبی ہے، سو یہ کہا جا چکا۔
 اور اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل ہوا تھا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ تو کس لئے قتل ہوا، وہ عرض کرے گا، یا اللہ! آپ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے کا حکم فرمایا تھا، پس میں نے کافروں سے جنگ کی، یہاں تک کہ میں قتل ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تو جھوٹ بکتا ہے، اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ کہتا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے (تو نے میری رضا و خوشنودی کے لئے جنگ نہیں لڑی بلکہ) تو نے یہ چاہا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص بڑا بہادر ہے، سو کہا جا چکا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا، اے ابو ہریرہ! یہ تین آدمی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلے ہوں گے جن پر قیامت کے دن دوزخ کی آگ بھڑکے گی۔

ولید ابو عثمان مدائنی کہتے ہیں کہ مجھے عقبہ بن عامر نے بتایا کہ شفی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ حدیث خود ان سے بیان کی تھی۔ ابو عثمان کہتے ہیں کہ مجھے علا بن حکیم نے بتایا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے شمشیر زن (جلاد) تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا، اور اس نے ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ان سے بیان کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر فرمایا، جب ان تین شخصوں کے ساتھ یہ ہوا تو باقی لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ یہ کہہ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اتنی شدت سے روئے کہ ہمیں خیال ہوا

کہ آپؐ کی روح قبض ہو گئی۔ اور ہم نے کہا کہ یہ شخص بڑے شرکاباعث ہوا، دیر کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا۔ اپنا چہرہ صاف کیا، اور فرمایا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بالکل سچ ہے۔“

غم کے کنویں سے پناہ مانگنے کا بیان

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنِی الْمُحَارِبِيُّ عَنْ عَمَارِ بْنِ سَلَيْفٍ الصَّدُوقِ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ الْبَصْرِيِّ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَعَوَّذُوا بِالْغَمِّ مِنْ جُبِّ الْخُزْنِ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ : وَمَا جُبُّ الْخُزْنِ ؟ قَالَ : وَادٍ فِي جَهَنَّمَ تَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلُّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ . قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَدْخُلُهُ ؟ قَالَ : الْقَرَاهُ الْمُرَاهُونَ بِأَعْمَالِهِمْ .
قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا غم کے کنوئیں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو۔

صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! غم کے کنوئیں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا، یہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟ فرمایا وہ قاری جو اپنے اعمال میں ریاکاری کرتے تھے؟“

تشریح : اوپر کی حدیث میں ان تین شخصوں کا تذکرہ گزر چکا ہے جن کو سب سے پہلے جہنم میں جھونکا جائے گا، ایک ریاکار قاری اور عالم، دوسرا ریا

کار نئی، اور تیسرا ریاکار شہید..... اس حدیث میں صرف ریاکار قاری کی سزا کا ذکر ہے کہ اس کے لیے جہنم کا وہ طبقہ مخصوص ہو گا جس سے خود جہنم بھی روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے..... نعوذ باللہ منہ۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ قرآن کریم کا علم سب سے بڑی نعمت اور دولت ہے۔ اس شخص نے چونکہ اس عمدہ ترین نعمت کو گناہ اور محصیت کا ذریعہ بنایا اس لئے یہ سب سے زیادہ عذاب کا مستحق ہوا۔ نیز قرآن کریم کا علم جس کو نصیب ہوا اس میں خوف و خشیت، عبدیت و انابت اور اخلاص و معرفت کی صفات بھی سب سے زیادہ ہونی چاہئیں اور ان صفات کا مقتضی یہ ہے کہ اس کے تمام اعمال خالصتاً "لوجہ اللہ محض رضائے الہی کے لیے ہوں" اس کی نظر مخلوق سے یکسر اٹھ جائے، لیکن جس بد قسمت کو قرآن کریم کے علوم حاصل ہونے کے باوجود ان صفات سے محرومی رہی ہو اس کا جمل بھی سب سے قبیح اور بدترین ہے، اس لیے بدترین سزا کا بھی مستوجب ہوا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاملین قرآن کو اپنے اعمال کی نگہداشت کرنے اور ان کے اندر اخلاص پیدا کرنے کی دوسروں سے زیادہ ضرورت ہے۔

نکتہ : اخلاص اور ریاکاری سے متعلقہ احادیث، حضرات محدثین عموماً "اخلاق و آداب میں لاتے ہیں، مگر امام ترمذیؒ نے ان کو ابواب الزہد میں درج فرمایا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ زہد نام ہے دنیا سے بے رغبتی کا، اور دنیا میں دو چیزیں سب سے بڑھ کر مرغوب ہیں، ایک مال اور دوسرے جاہ..... ریاکار آدمی چونکہ اپنے اعمال سے مخلوق کو خوش کرنا اور مخلوق کی نظر میں معزز ہونا چاہتا ہے، اور اس سے اس کا مقصود لوگوں کی نظر میں معزز ہو کر حطام دنیا کو جمع کرنا ہے اس لیے یہ شخص دنیا کا طالب ہے اور اس کا طرز عمل زہد کے خلاف ہے۔ زہد کے معنی صرف سامان کی قلت کے نہیں بلکہ زہد سے مراد یہ ہے کہ دنیا آدمی کے دل سے نکل جائے، حب مال اور حب جاہ کی اس کے دل میں کوئی جگہ نہ رہے۔ حق تعالیٰ یہ دولت ہم سب کو نصیب فرمائے۔

نیک عمل سے خوش ہونا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . حَدَّثَنَا
أَبُو سِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ الرَّجُلُ يَفْعَلُ الْقَمَلَ فَيَسِيرُهُ فَإِذَا أَطْلَعَ عَلَيْهِ
أَمْعَبُهُ ذَلِكَ ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَهُ أَجْرَانِ : أَجْرُ السَّرِّ
وَأَجْرُ الْقَلَانِيَةِ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ . وَقَدْ رَوَى الْأَعْمَشُ
وغيره عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا . وَأَصْحَابُ الْأَعْمَشِ لَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ مَنْ
أَبُو هُرَيْرَةَ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : وَقَدْ قَسَرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ : إِذَا
أَطْلَعَ عَلَيْهِ فَأَعْجَبَهُ فَإِنَّمَا مَنَعَهُ أَنْ يُعْجِبَهُ ثَنَاءُ النَّاسِ عَلَيْهِ بِاتِّخَاذِهِ لِقَوْلِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنْتُمْ مُشَاهِدَاهُ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ فَيُعْجِبُهُ ثَنَاءُ النَّاسِ
عَلَيْهِ لِهَذَا لِمَا يَرَجُو بِثَنَاءِ النَّاسِ عَلَيْهِ ، فَأَمَّا إِذَا أَعْجَبَهُ لِيَمْلَأَ النَّاسُ مِنْهُ
الْخَيْرَ يُكْرِمَ عَلَى ذَلِكَ وَيُعْظَمَ عَلَيْهِ فَهَذَا رِيَاءٌ . وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ
إِذَا أَطْلَعَ عَلَيْهِ فَأَعْجَبَهُ رَجَاءُ أَنْ يَفْعَلَ بِمَعْلِيهِ فَيَسْكُونُ لَهُ مِنْ أَجُورِهِمْ
فَهَذَا لَهُ مَذْهَبٌ أَيْضًا

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ایک
 آدمی کوئی نیک عمل کرتا ہے جس سے اس کو مسرت ہوتی ہے
(کہ حق تعالیٰ شانہ نے محض اپنے فضل و انعام سے مجھے اس

کار خیر کی توفیق مرحمت فرمائی) پھر لوگوں کو اس کے اس نیک عمل کی خبر ہو جاتی ہے تو اس کو یہ بات پسند آتی ہے، آپ نے فرمایا اس کو دو اجر ملیں گے، ایک اجر پوشیدہ عمل کرنے کا، اور دوسرا اجر علانیہ عمل کرنے کا۔

تشریح: اس حدیث میں دو مضمون ہیں، ایک اپنے نیک عمل پر خوش ہونا، دوسرے کسی پوشیدہ عمل صالح کے ظاہر ہونے پر خوش ہونا۔ اپنے نیک عمل پر خوش ہونے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ آدمی اس کو اپنا کمال تصور کرے، یہ مذموم ہے، کیونکہ اس سے قلب میں عجب اور خود پسندی پیدا ہوگی، اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس نیک عمل کو مالک کا عطیہ سمجھے، کہ میری اہلیت و استحقاق کے بغیر اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اس نیک عمل کی توفیق عطا فرمادی۔ اور ایک ذرہ ناچیز کو اپنے لطف و عنایت کا مورد بنالیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے نیک عمل پر خوش ہونا صحیح ہے، اور یہ خوشی دراصل شکر الہی کا ایک مظہر ہے، اس لیے کہ اس صورت میں بندے کی نظر اپنے عمل پر نہیں، بلکہ محض مالک کے انعام و احسان پر ہے۔ اور اس سے اس کے دل میں غرور و پندار اور عجب و خود پسندی پیدا نہیں ہوگی، بلکہ اس کے خشوع اور عہدیت میں اضافہ ہوگا۔

دوسرا مضمون اس حدیث میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی نے محض رضائے الہی کے لیے پوشیدہ طور پر عمل کیا تھا، نہ عمل کرتے وقت مخلوق کی رضا اس کے پیش نظر تھی اور نہ اس کی یہ خواہش تھی کہ اس کا یہ عمل لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ اس کے باوجود اگر اتفاقاً اس کا پوشیدہ عمل لوگوں پر ظاہر ہو جائے اور اس پر طبعی مسرت ہو تو اس کا یہ عمل ریاکاری میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ اس پر اس کو دوہرا اجر ملے گا، ایک اجر پوشیدہ عمل کا اور دوسرا اجر علانیہ عمل کرنے کا۔ ریاکاری تو اس لیے نہیں کہ اول و آخر اس کا مقصود محض اللہ تعالیٰ کی رضا تھی، اب اس کے ظاہر ہونے پر اسے جو خوشی ہو

رہی ہے وہ طبعی ہے۔ چنانچہ اگر خدا نخواستہ کسی بری حالت میں کوئی شخص اس کو دیکھ لیتا تو طبعاً اس کو ناگواری ہوتی، اسی طرح اگر کسی نے اس کو اچھی حالت میں دیکھ لیا تو اس پر غیر اختیاری خوشی بھی طبعی امر ہے، اس لیے اس طبعی خوشی کو ریاکاری میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اور دوہرا اجر اس کو اس لیے ملے گا کہ اس نے جب یہ عمل کیا تھا تو محض رضائے الہی کے لیے پوشیدہ طور پر کیا تھا، اور یہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ خدا تعالیٰ کے سوا اس کے اس عمل پر کوئی دوسرا شخص مطلع ہو۔ اس لئے وہ پوشیدہ عمل کے اجر کا مستحق ہوا۔ پھر جب اس کا عمل غیر اختیاری طور پر ظاہر ہو گیا تو وہ پوشیدہ عمل نہ رہا، بلکہ علانیہ بن گیا۔ اور علانیہ عمل میں بھی اگر محض رضائے الہی مقصود ہو تو وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے، جیسے نماز پنج گانہ اور دیگر فرائض علانیہ ہی ادا کئے جاتے ہیں اور اس علانیہ عمل سے شاید دوسروں کو بھی اعمال صالحہ کی ترغیب ہو اس لئے اس کے موجب اجر ہونے میں کوئی شبہ نہیں..... اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی نے محض لوجہ اللہ کوئی نیک عمل کیا ہو اور حتی الوسع اس کے اخفا کی بھی کوشش کی ہو اس کے باوجود اگر وہ ظاہر ہو جائے یا لوگ اس عمل پر اس کی تحسین و تعریف کریں تو اس سے عمل کا اجر باطل نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ عمل کنندہ کی نیت میں بگاڑ نہ آئے۔

البتہ اگر عمل کرتے وقت یہ خواہش ہو کہ لوگوں کو اس کا علم ہو جائے تاکہ وہ میری تعریف کریں، یا خود نمائی کے ارادے سے خود اس عمل کا اظہار کرے تو یہ ریاکاری ہے۔

انسان کا حشر اس کے ساتھ ہو گا

جس سے وہ محبت کرتا ہے

باب

مَا جَاءَ أَنْ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرَّفَاعِيُّ . حَدَّثَنَا حَنْصُلُ بْنُ غِبَاثٍ

عَنْ أَشْعَبَ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَآهَ مَا اكْتَسَبَ

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ ، وَصَفْوَانَ بْنِ مَسَالٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي مُوسَى .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ قَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ . أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حَبِيدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى قِيَامُ السَّاعَةِ ؟ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ ابْنُ السَّائِلِ مَنْ قِيَامُ السَّاعَةِ ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ . قَالَ : مَا أَعَدَدْتُ لَهَا ؟ قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَعَدَدْتُ لَهَا كَبِيرَ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ إِلَّا أَنِّي أَحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ ، فَأَرَأَيْتَ فَرَحَ الْمُسْلِمِينَ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحَهُمْ هَذَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ . حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مَسَالٍ قَالَ : جَاءَ أَعْرَابِيٌّ جَهْلِيٌّ الصَّوْتِ قَالَ : يَا مُحَمَّدُ الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَنْتَحِقْ بِهِمْ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الصَّغِيِّ . حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ
عَنْ زَيْدٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْوِ
حَدِيثِ تَحْمُودٍ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! آدمی اس کے ساتھ
ہو گا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہے، اور اس کو وہی ملے گا
جو اس نے کمایا ہو۔

دوسری روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کب
برپا ہو گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (سائل کے سوال کا
جواب دینے کے بجائے) نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب
نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ وہ صاحب کہاں ہیں جنہوں
نے قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں سوال کیا تھا؟ اس
شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ فرمایا، تو نے
قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ عرض کیا، یا رسول اللہ!
میں نے اس کے لیے (فرائض کے علاوہ) کوئی زیادہ نماز
روزہ تو نہیں کیا، مگر یہ بات ضرور ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے
اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر آدمی اس کے
ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہو، اور تو اس کے ساتھ ہو
گا جس سے تو محبت رکھتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی بات کی خوشی
اتنی نہیں ہوئی جتنی کہ اس ارشاد سے ہوئی۔

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے کہ ایک اعرابی، جس کی آواز بہت بلند تھی، حاضر خدمت ہوا، اس نے کہا۔ اے محمد! ایک آدمی ایک قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن (اپنے اعمال کے لحاظ سے) ابھی تک ان کے ساتھ نہیں مل پاتا (اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی انہیں لوگوں کے ساتھ ہو گا جن سے وہ محبت رکھتا ہے۔“

تشریح: ان احادیث میں ان حضرات کے لیے بڑی بشارت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ کرام عظیم الرضوان اور مقبولان الہی سے سچی محبت رکھتے ہیں، انشاء اللہ ان کا حشر بھی ان مقبولان الہی کے ساتھ ہو گا، اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی معیت و رفاقت انشاء اللہ ان کو نصیب ہوگی۔

ہمارے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف یہ شعر منسوب ہے:

احب الصالحین ولست منهم

لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

ترجمہ: ”میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت رکھتا ہوں، اگرچہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ مجھے بھی نیکی و پارسائی نصیب فرمائیں۔“

ان احادیث کا مضمون قرآن پاک کی آیت:

”وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ

الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّينَ

وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ

أَوْلَيْكَ رَفِيقًا .. (الانبیاء : ۶۹) سے ماخوذ ہے، اس سلسلہ میں دو باتیں خوب اچھی طرح سمجھ لینے کی ہیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندوں سے سچی محبت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ان کی عادات و اطوار کو دل و جان سے پسند کرے، اور حتی الوسع ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش بھی کرے، اور ان کی پیروی میں اگر اس سے کچھ کوتاہی ہوتی ہو تو اس سے ندامت محسوس کرے، جو شخص اپنی شکل و صورت اور اپنے اعمال و اشتغال میں سنت نبویؐ اور طریقہ صالحین کی پروا نہیں کرتا اس کا دعویٰ محبت صحیح نہیں، اور قیامت کے دن سچی محبت کی قیمت ہوگی، محبت کے جھوٹے دعوؤں کی کوئی قیمت نہیں۔ بہت سے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سنتوں کا ان کی زندگی میں نہ صرف یہ کہ کوئی نام و نشان نظر نہیں آتا، بلکہ نعوذ باللہ۔ ثم نعوذ باللہ۔ آپ کی پاکیزہ سنتوں کو نفرت و حقارت سے دیکھتے ہیں، اور بسا اوقات ان کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ مثلاً ”ڈاڑھی رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، بہت سے مدعیان عشق و محبت نہ صرف اس سے محروم ہیں، بلکہ وہ ڈاڑھی کو حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور ڈاڑھی والوں کا مذاق اڑاتے ہیں، اور ان کو کبھی اس پر ندامت نہیں ہوتی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پامال کر رہے ہیں۔ اسی طرح آدھی پنڈلی تک تہ بند یا پاجامہ، شلوار رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (جیسا کہ آدھی پنڈلی سے لے کر ٹخنے کے اوپر تک کی اجازت ہے اور ٹخنے سے نیچے رکھنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے) بہت سے لوگ اس سنت کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں، پس یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی ایک سنت کا بھی مذاق اڑایا یا اس کو حقارت کی نظر سے دیکھا اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے۔ اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی کا جائزہ لے کر دیکھے کہ اس کے کون کون سے افعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی سنت مطہرہ کے مطابق ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے، اور کون کون سے اعمال و افعال آپؐ کی سنت کے خلاف ہیں، ان پر توبہ و استغفار کرے اور آئندہ کے لیے سنت نبویؐ کی پیروی کا عزم کرے، اور بدقسمتی سے اگر کسی سنت کو حقیر سمجھا تھا، یا اس کا مذاق اڑایا تھا تو اس سے بھی توبہ کرے، بلکہ اپنے ایمان کی تجدید کرے، دنیا میں اس نے کوئی احمق نہ دیکھا ہو گا جو اپنے محبوب کی اداؤں کا مذاق اڑاتا ہو، کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ ایسے شخص کے نام کو عشاق کی فہرست میں کبھی جگہ نہیں مل سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کا نام ہے۔ جو لوگ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں سے نفرت کرتے ہیں یا مذاق اڑاتے ہیں، سوچنا چاہئے کہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا واسطہ ہے؟

اسی طرح جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو چھوڑ کر طرح طرح کی بدعات و خرافات میں مبتلا ہوں ان کا دعوائے محبت بھی بازار قیامت میں بے قیمت ہو گا، اس لیے کسی مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت طریقہ کو پشت انداز کر کے لوگوں کی خود تراشیدہ خرافات کو اپنانا اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کی کوئی وقعت نہیں۔ اس لیے بدعت خواہ کتنی ہی معمولی ہو اس کا مرتکب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منحرف ہے، اور وہ کیسی ہی حسین اور عمدہ نظر آتی ہو اس میں نورانیت کا شائبہ تک نہیں، بلکہ سراپا ظلمت ہی ظلمت ہے۔

دوسری بات اس حدیث میں سمجھنے کی یہ ہے کہ مقبولان الہی کی معیت و رفاقت نصیب ہونے سے ان کے ہم مرتبہ ہونا لازم نہیں آتا، اس سلسلہ میں خاتم المحدثین امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے ”خاتم النیین“ میں اس بارے میں عجیب تحقیق فرمائی ہے، اور اس کا ایک اقتباس یہاں نقل کرتا ہوں:

”اگر سلطان را مدعو کنند خدم و حشم در منزل و مکان همراه خواهند ماند، نہ در عزت و وجاہت و منزلت و مکانت، پس اشتراک در منزل و ضیافت ہم حقیقت است کہ ساری و متعدی است، نہ وجاہت و منزلت، و معیت را مراتب متنوعہ پیدا شدند در کریمہ فاولک مع النین انعم اللہ علیہم (الایۃ) ہمیں معیت معتدیہ ارادہ کردہ اند، و آل ہم مراتب کثیرہ داشتہ باشد، نہ وجاہت مختمہ، و کسے را با کسے داشتن و در علاقہ وے شمردن عرض عریض دارد، و ایں معیت با اختصاصات خاصہ ہم جمع توان شد، پس چنانکہ امتیاز سلطان در مثال مذکور با وجود معیت خدم و حشم محفوظ است، ہم چنین حال فیوض نبوت کہ متعدی ہستد، و اصل نبوت کہ متعدی نیست، باید فہمید۔“

ترجمہ: ”اگر بادشاہ کی دعوت کریں تو حشم و خدم اور نوکر چاکر بھی (خدمت کے لیے) اسی منزل و مکان میں رہیں گے۔ لیکن عزت و وجاہت، اور منزلت و مکانت میں وہ شریک نہیں، پس ضیافت اور رہائش گاہ میں شریک ہونا بھی ایک حقیقت ہے جو (بادشاہ کے طفیل دوسروں تک بھی) ساری و متعدی ہے، لیکن وجاہت و منزلت میں شرکت نہیں، نہ یہ ساری و متعدی ہے۔“

اور معیت کے بے شمار مراتب ہیں، آیت کریمہ : (فاولک مع النین انعم اللہ علیہم) میں جس ”معیت“ کا ذکر ہے اس سے یہی معیت معتدیہ مراد ہے، اور وہ بھی مراتب کثیرہ رکھتی ہوگی، وجاہت مختمہ میں معیت مراو نہیں۔

اور کسی کو کسی کے ساتھ رکھنا اور اس کے متعلقین میں سے شمار کرنا ایک وسیع و عریض میدان رکھتا ہے، وہ اختصاصات خاصہ کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے، پس جیسا کہ

مثال مذکور میں بادشاہ کا امتیازِ حشم و خدم کی معیت کے باوجود محفوظ ہے، اسی طرح فیوضِ نبوت کے حال کو جو متعدی ہیں، اور اصل نبوت کو جو متعدی نہیں، سمجھ لینا چاہئے۔

(غائم البین ص ۱۱۶، ۲۶۱ فقرہ ۱۷۰ شائع کردہ مجلس تحفظ ختم نبوت لبنان)

حق تعالیٰ شانہ اس رویہ کو بھی اپنے مقبول بندوں کی محبت اور دنیا و آخرت میں انکی معیت نصیب فرمائے اور قارئین کو بھی۔ آمین

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا

باب

مَا جَاءَ فِي حُسْنِ الظَّنِّ بِاللَّهِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَسَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي فِيَّ وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں، اور جب وہ مجھے پکارے تو اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔“

تشریح: یہ حدیث یہاں مختصر نقل ہوئی ہے، مصنف نے کتاب الدعوات کے اواخر میں اس کو ایک اور سند سے مکمل روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ:

يقول الله تعالى: أنا عند ظن عبدی بی وأنا

معه حين يذكرني ، فإن ذكرني في نفسه ذكرته
 في نفسي ، وإن ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ
 خير منه ، وإن اقترب إليّ شبراً اقتربت إليه
 ذراعاً وإن اقترب إليّ ذراعاً اقتربت إليه باعاً ،
 وإن أتاني يمشي أتيته هرولة . (ترمذی ص ۲۰۰ ج ۲)

ترجمہ : ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان
 کے مطابق ہوتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، جب
 وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ پس اگر مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں
 اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ کسی محفل میں میرا
 ذکر کرے تو میں اس سے بہتر محفل (ملاء اعلیٰ) میں اس کا ذکر
 کرتا ہوں، اور اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں اس
 سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے
 قریب ہو تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ
 میرے پاس چل کر آئے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں“

اس حدیث قدسی میں تین مضمون ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

ایک یہ کہ حق تعالیٰ شانہ کا معاملہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے
 مطابق ہوتا ہے، اس لیے بندے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ نیک گمان رکھنا
 چاہئے، اور اس حسن ظن کے بے شمار پہلو ہیں، مثلاً ”جب اس سے کوئی غلطی
 سرزد ہو جائے تو فوراً ”توبہ و استغفار کر لے“ اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ
 اس کی توبہ ضرور قبول فرمائیں گے۔ غلطی خواہ کتنی ہی سنگین کیوں نہ ہو کبھی یہ
 دوسوہ بھی دل میں نہ لانا چاہئے، کہ ایسے جرم عظیم کی بخشش کیسے ہو سکتی ہے؟
 نہیں، بلکہ مغفرت اور قبول توبہ کا پورا یقین رکھتے ہوئے توبہ کرنی چاہئے، اسی
 مضمون کو کسی عارف نے ایک فارسی قطعہ میں نظم فرمایا ہے :

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ گر کافر دگہر و بت پرستی باز آ
 کیس در گہ مادر گہ نومیدی نیست صد بار گر توبہ نگشتی باز آ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ندا ہوتی ہے کہ تم سے خواہ کتنے ہی جرم صادر ہوئے ہوں، اور تمہاری خواہ کیسی ہی گندی حالت کیوں نہ ہو ہماری طرف پلٹ آؤ۔ اور سچی توبہ کر لو۔ کیونکہ ہماری بارگاہ میں ناامیدی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور اس بارگاہ سے کبھی کوئی محروم نہیں گیا، اس لئے اگر تم نے سو بار بھی توبہ توڑ ڈالی ہو تب بھی مایوس اور دل شکستہ نہ ہوں۔ بلکہ اب بھی توبہ کر لو، اپنے مالک کو غفور و رحیم پاؤ گے..... الغرض اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کا ایک پہلو یہ ہے کہ اپنے گناہوں کی گرانباری سے مایوس ہو کر کبھی یہ دوسوہ دل میں نہ لائے کہ میری مغفرت کیسے ہو سکتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی و ستاری پر کامل یقین رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت طلب کرے جب بھی سچے دل سے توبہ کر لے گا انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ اسی حسن ظن کا ایک پہلو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو قبولیت کا یقین رکھ کر کرے، اور اس وہم میں مبتلا نہ ہو کہ نہ معلوم اس کی دعا قبول بھی ہوگی یا نہیں؟ یہ مضمون بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے:

”ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابة

واعلموا ان اللہ لا يستجيب دعاء من قلب

غافل لاہ“ (ترمذی ۱۸۶ ج ۲)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ سے دعا کرو ایسی حالت میں کہ تمہیں

قبولیت کا یقین ہو، اور خوب جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل

کی دعا قبول نہیں فرماتے۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

”ان الله تعالى حيّ كريم يستحي اذا رفع

الرجل اليه يديه ان يردهما صفراً خائبتين“

(ترمذی ص ۱۹۵ ج ۲)

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ بہت ہی حیادار اور کریم ہیں۔

جب بندہ ان کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے تو ان کو اس سے شرم

آتی ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی اور نامراد لوٹا دیں۔“

پس حق تعالیٰ شانہ سے مانگ کر یہ خیال کرنا کہ شاید قبول فرمائیں یا

نہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدظنی ہے، اور یہ بندے کی بڑی بد قسمتی و محرومی

ہے، اس لئے یہ ضروری ہے کہ دعا کے شرائط و آداب کو ملحوظ رکھ کر دعا کی

جائے، اور قبولیت کا کامل یقین رکھا جائے۔

اسی طرح ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا چاہئے۔ ایک

حدیث میں ہے:

”قال الله تعالى انا عند ظن عبدی بی

(جامع صغیر ص ۸۳ ج ۲)

فليظن ما شاء“

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان

کے مطابق ہوتا ہوں پس جیسا چاہے گمان رکھے۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

”قال الله تعالى انا عند ظن عبدی بی

ان ظن خيراً فله وان ظن شراً فله“

(جامع صغیر ص ۸۳ ج ۲)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان

کے مطابق ہوتا ہوں۔ اگر بھلائی کا گمان رکھے تو اس کے لیے

بھلائی ہے، اور اگر برائی کا گمان رکھے، تو اس کے لئے وہی ہے۔“

مقصود ان تمام ارشادات سے یہی ہے کہ بندہ کو ہر تنگی و آسانی میں ہر راحت و پریشانی میں اپنے مالک سے خیر کا ہی گمان رکھنا چاہئے، مالک کی طرف سے کبھی بدگمانی نہیں ہونی چاہئے، یہاں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہو گا کہ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ حسن ظن اور خوش گمانی کی بنیاد، اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے قوی تعلق اور سچی محبت ہے، محبت کا تعلق جتنا قوی ہو گا اسی درجہ کا حسن ظن نصیب ہو گا۔ اور چونکہ محبت کے درجات غیر متناہی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کے درجات بھی بے شمار ہیں، حق تعالیٰ شانہ اپنی عنایت و رحمت سے اس ناکارہ کو بھی اور اس کے با توفیق قارئین کو بھی یہ دولت نصیب فرمائیں۔

دوسرا مضمون اس حدیث قدسی میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ جب تک بندہ اللہ تعالیٰ کے ذکر و دعا میں مشغول رہے اسے حق تعالیٰ شانہ کی معیت نصیب رہتی ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی جگہ بہت سے اعمال پر معیت الہی کا وعدہ ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ یہاں حسی اور مادی معیت مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور منزہ ہے، بلکہ یہاں بے کیف اور معنوی معیت مراد ہے، جو حق تعالیٰ شانہ کی نصرت و اعانت اور رضا و محبت سے کنایہ ہے، بندہ کو ذکر الہی کی توفیق ہو جانا ہی حق تعالیٰ کی خاص عنایت و رحمت ہے، اور پھر اس پر معیت الہی کا جو وعدہ فرمایا گیا ہے یہ تو ایسی دولت ہے کہ کوئی دولت اس کے برابر نہیں ہو سکتی، اور پھر مزید عنایت یہ کہ اگر بندہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو حق تعالیٰ شانہ بھی رضا و قبول کے ساتھ اسے تنہائی میں یاد فرماتے ہیں۔ اور بندہ کسی محفل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر محفل یعنی ملاء اعلیٰ میں فخر و مباہات کے ساتھ اس کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

تیسرا مضمون اس حدیث میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ اگر بندہ ایک بالشت اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھے تو اس کی رحمت و عنایت دو بالشت آگے بڑھ کر اس

کا استقبال کرتی ہے، اور اگر بندہ ایک ہاتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھے تو حق تعالیٰ دو ہاتھ آگے بڑھ کر اس کی پذیرائی فرماتے ہیں، اور اگر بندہ لڑکھڑاتے قدموں سے اللہ تعالیٰ کی طرف چلے تو اللہ تعالیٰ دوڑ کر اسے منزل قرب طے کرا دیتے ہیں۔

اس ارشاد میں ایک تو حق تعالیٰ شانہ کی عنایت بے پایاں کا بیان ہے کہ وہ کس طرح اپنے بندوں کے ٹوٹے پھوٹے اعمال کی پذیرائی فرماتے اور ان پر انعام و اکرام کی بارشیں فرماتے ہیں، دوسرے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تقرب الی اللہ کی منزلیں انسان کی سعی و کوشش سے طے نہیں ہوتیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جب بندہ اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق حقیر سی سعی بجالاتا ہے تو جاذبہ الہیہ اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور وصول الی اللہ کے منازل درحقیقت اسی جاذبہ الہیہ سے طے ہوتے ہیں۔ کیونکہ بندہ کی تمام تر محنت و کوشش محدود ہے، اور وصول الی اللہ کی راہ غیر محدود۔ اس کا کوئی امکان نہیں کہ محض بندہ کی طاعت و عبادت اور اس کی محنت و مجاہدہ سے یہ غیر محدود راستہ طے ہو جائے، نیز اس ارشاد پاک میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کو بندوں سے بُعد نہیں، بعد اور دوری جتنی ہے وہ خود بندہ کے نفسانی حجابات کی وجہ سے ہے، جب حق تعالیٰ کی نظر عنایت کسی بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اس کے ان نفسانی حجابات کو اٹھا کر اسے سوئے منزل گامزن کر دیتے ہیں اور جب وہ حق تعالیٰ شانہ کی رضا کو مقصود بنا کر سفر طاعت شروع کرتا ہے تو اسے راستہ طے کرا دیتے ہیں۔ یا اللہ! محض اپنے لطف و کرم سے ہمارے لئے تمام منزلیں آسان فرما دیجئے اور اپنی رحمت و رضا نصیب فرما دیجئے۔

نیکی اور بدی کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي الْبِرِّ وَالْإِنِّم

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ
حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ . حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ
ابْنُ جُبَيْرٍ بْنُ نُفَيْرٍ الطَّمْرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمَانَ أَنَّ رَجُلًا
سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِنِّم ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ ، وَالْإِنِّمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطْلُعَ
عَلَيْهِ النَّاسُ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ . حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ
ابْنُ صَالِحٍ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ : قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت نواس بن سمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور بدی کے بارے میں دریافت کیا (اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ سوال انہوں نے خود کیا تھا کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور بدی وہ چیز ہے جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے اور تجھے یہ بات ناپسند ہو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔“

تشریح : یہ حدیث پاک جامع کلمات میں سے ہے جس کے مختصر الفاظ میں
ریائے معانی بند ہے۔

حدیث پاک کے پہلے جملے یعنی ”نیکی حسن اخلاق کا نام ہے“ کا مطلب سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ خالق و مخلوق کے معاملات کو خوش اسلوبی کے ساتھ نبھانے کا نام حسن اخلاق یا خوش خلقی ہے شرح اس کی یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ ہمارے معاملہ کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ نیکی کا بدلہ برائی کے ساتھ دیا جائے یہ کینگی اور بد خلقی

ہے۔

دوم یہ کہ نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیا جائے یہ کمال نہیں بلکہ یہ محض قرض ادا کرنا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

”لیس الواصل بالمکافی ولكن الواصل

الذی اذا قطعت رحمہ وصلہا“

ترجمہ: ”صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو باری کا بدلہ

اتارے، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ جب اس سے

قطع رحمی کی جائے وہ تب بھی صلہ رحمی کرے۔“

سوم یہ کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے، اس کا نام خوش خلقی ہے اور اعلیٰ درجہ کا کمال ہے، دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ خوش خلقی اس کا نام ہے کہ دوسروں کے جو حقوق اپنے ذمہ لازم ہیں ان کو پورے طور پر ادا کیا جائے اور اپنے حقوق جو دوسروں کے ذمہ لازم ہیں ان کا مطالبہ نہ کیا جائے، ظاہر ہے کہ جس شخص کا معاملہ مخلوق کے ساتھ ایسا ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں کس طرح کوتاہی کر سکتا ہے۔ جب کہ بندہ اللہ تعالیٰ شانہ کے انعامات و احسانات میں ہر لمحہ سر تاپا غرق ہے، پس خالق یا مخلوق میں سے کسی کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرنا حسن اخلاق کے منافی ہے، اس مختصری وضاحت سے واضح ہو جاتا ہے کہ حدیث پاک کا یہ چھوٹا سا جملہ ”البر حسن الخلق“ پورے دین پر حاوی ہے۔

حدیث پاک کا دوسرا جملہ ہے کہ ”گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں

کھٹک پیدا کرے اور تمہیں لوگوں کا اس پر مطلع ہونا ناگوار ہو..... شرح
 اس کی یہ ہے کہ بعض چیزوں کی اچھائی یا برائی تو بالکل کھلی ہوئی ہوتی ہے اور
 ان کی اچھائی یا برائی میں آدمی کو کوئی تردد نہیں ہوتا۔ مثلاً "اس بارے میں
 کبھی دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، والدین کی خدمت
 گزاری اور صلہ رحمی وغیرہ اچھے کام ہیں، اسی طرح یہ بھی ہر ذی فہم جانتا ہے
 کہ ظلم و ستم، بے ایمانی و بددیانتی اور شراب نوشی و رشوت ستانی وغیرہ
 گندے اور برے کام ہیں، لیکن بعض امور ایسے پیش آجاتے ہیں جن میں
 آدمی کو اشتباہ اور خلجان ہو جاتا ہے اور وہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ میں جو کچھ کر
 رہا ہوں یا کرنا چاہتا ہوں یہ صحیح ہے یا غلط؟ اور اچھا کام ہے یا برا؟ پس ایسا کام
 جس کے جواز و عدم جواز میں آدمی کو شک و تردد ہو وہ اس کو کرتے ہوئے دل
 میں کھٹک اور چھین محسوس کرے، اور یہ چاہے کہ لوگ اس پر مطلع نہ ہوں۔
 یہ اس امر کی علامت ہے کہ یہ کام اچھا نہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد
 ہے:

”دع ما یریبک إلی ما لا یریبک“

ترجمہ: ”جو چیز تمہارے دل میں کھٹک پیدا کرے اس کو
 چھوڑ کر وہ پہلو اختیار کرو جس میں کھٹک نہ ہو۔“
 ایک اور حدیث میں ہے:

”البر ما سکنت الیہ النفس والطمأن الیہ
 القلب، والاثم ما لم تسکن الیہ النفس
 ولم یطمئن الیہ القلب وان افتاک
 المفتون“

ترجمہ: ”نیکی وہ ہے جس پر تمہارا ضمیر پرسکون اور دل
 مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جس میں نہ تمہارا ضمیر پرسکون ہو

اور نہ قلب مطمئن ہو اگرچہ مفتی حضرات تمہیں اس کے
جواز ہی کا فتویٰ دیں۔“

مگر یہ خوب یاد رہنا چاہئے کہ یہ ارشاد نبویؐ ان حضرات کے حق میں
ہے جن کا ضمیر زندہ اور جن کا قلب نور ایمان سے روشن ہو، ان کا قلب کسی
مشتبہ چیز کو قبول نہیں کرتا، بلکہ جب کسی چیز میں ذرا بھی اشتباہ ہو فوراً ان
کے دل میں کھٹک پیدا ہو جاتی ہے..... لیکن ایسے لوگ جن کا ضمیر محرمات
کے ارتکاب میں بھی کوئی کھٹک محسوس نہیں کرتا اور جن کے قلوب معاصی و
بدعات کے خوگر ہو گئے ہیں ان کے حق میں دل کے مفتی کا فتویٰ معتبر نہیں اور
نہ ان کے ضمیر کے مطمئن ہونے کا اعتبار ہے۔

محض حق تعالیٰ شانہ کی خاطر کسی سے محبت رکھنا

باب

مَا جَاءَ فِي الْحُبِّ فِي اللَّهِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ . حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا

جَعْفَرُ بْنُ بُزْجَانَ . حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي مَرْزُوقٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ

عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ اَنْخَلَوَانِي . حَدَّثَنِي مُكَاذُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ

مَنَاقِبُ مِنْ نُورٍ يَنْبِطُ لَهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَابْنِ سَعْدٍ وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ

وَأَبِي مَالِكٍ الْأَشْمَرِيِّ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَأَبُو مُسْلِمٍ اَنْخَلَوَانِي

أَسَمُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُؤَبٍ .

ترجمہ: ”حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ میری عظمت و جلال کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، ان کے لیے نور کے ممبر ہوں گے کہ ان پر نبی اور شہید بھی رشک کریں گے۔“

تشریح: محض اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے محبت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ محبت کسی دنیوی مفاد یا قربت داری کی وجہ سے نہ ہو بلکہ صرف حق تعالیٰ شانہ کے تعلق کی وجہ سے اخلاص پر مبنی ہو۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۶ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ نہ وہ نبی ہیں نہ شہید۔ لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا ایسا مرتبہ ہو گا کہ ان پر نبی اور شہید بھی رشک کریں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ہمیں بتا دیجئے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو محض حق تعالیٰ شانہ کے تعلق سے آپس میں محبت رکھتے تھے۔ ان کے درمیان نہ کوئی رشتہ داری تھی اور نہ کوئی مال کا لین دین تھا۔ پس اللہ کی قسم! ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے، اور وہ نور (کے ممبروں) پر بیٹھے ہوں گے، اور ان کو کوئی خوف نہ ہو گا جب کہ لوگ خوف زدہ ہوں گے، اور ان کو کوئی غم نہ ہو گا جب کہ لوگ غمزدہ ہوں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرآن کریم سے اس کا اثبات کرتے ہوئے) یہ آیت پڑھی ”الان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون“ (سن رکھو! بے شک جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں نہ ان پر کوئی خوف ہو گا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ محض رضائے الہی کے لیے کسی نیک بندے سے محبت رکھنا بہت ہی اونچا عمل ہے، حدیث پاک میں اس کو کمال ایمان کی علامت فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

”من احب لله وابتغى الله واعطى الله

ومنع الله فقد استكمل الإيمان“۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴)

ترجمہ: ”جس نے کسی سے محبت کی تو اللہ کے لیے، کسی سے بغض رکھا تو اللہ کے لیے، کسی کو کچھ دیا تو اللہ کے لیے اور نہ دیا تو اللہ کے لیے، اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔“

ایک حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے (یعنی گھر سے باہر آئے) تو فرمایا جانتے ہو کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ کسی نے کہا نماز، اور زکوٰۃ۔ کسی نے کہا جہاد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک! اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے دوستی کرنا، اور اللہ ہی کی خاطر کسی سے بغض رکھنا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۷)

حب فی اللہ درحقیقت حب الہی کا شعبہ ہے، مشہور ہے کہ محبوب کی گلی کا کتا بھی پیارا لگتا ہے، پس جس شخص کو حق تعالیٰ سے محبت ہوگی اسے اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندوں سے بھی محبت ہوگی۔

پس اللہ تعالیٰ کے کسی مقبول بندے سے محبت محض اللہ تعالیٰ کے تعلق کی بنا پر ہوگی، چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ:

”ما احب عبد عبداً لله الا اکرم ربه

(مشکوٰۃ ۴۲۷)

عز وجل

ترجمہ: ”جس بندے نے کسی بندہ خدا سے محض اللہ تعالیٰ

کی خاطر محبت کی اس نے اپنے رب عزوجل کا اکرام کیا۔“

الغرض اس حدیث پاک میں لٹنی محبت کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو نور کے ایسے ممبر عطا کئے جائیں گے جو انبیاء اور

ملائکہ علیہم السلام کے لیے بھی لائق رشک ہوں گے۔ اس سے کسی شخص کو یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ ان کا مرتبہ انبیاء و ملائکہ سے بھی فائق ہو گا۔ نہیں! بلکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو جو درجات عالیہ نصیب ہوں گے اور بارگاہ الہی میں ان کا جو اعزاز و اکرام ہو گا وہ دوسرے لوگوں کے ادراک و تصور سے بھی بالاتر ہو گا۔ اس حدیث پاک سے مقصود یہ ہے کہ لہی محبت رکھنے والوں کے مرتبہ کی انبیاء کرام اور ملائکہ عظام بھی تحسین فرمائیں گے اور ان کو لائق رشک قرار دیتے ہوئے مبارکباد دیں گے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی مبتدی طالب علم امتحان میں نہایت اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہو اور اساتذہ اس کو مبارک باد دیتے ہوئے یہ کہیں کہ بھئی تمہاری کامیابی تو لائق رشک ہے۔ اس سے کسی کو یہ وہم نہیں ہوتا کہ یہ مبتدی طالب اپنے اساتذہ سے بھی لائق و فائق ہو گیا۔ بس اسی طرح ان لوگوں کے مرتبہ کو سمجھنا چاہئے۔

حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ. حَدَّثَنَا مَعْنُ. حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ حَبِيبِ
ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ عَنْ أَبِي سَمِيدٍ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : سَبْعَةٌ يُدْعَاهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ
لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ : إِمَامٌ عَادِلٌ ، وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللَّهِ ، وَرَجُلٌ كَانَ قَلْبُهُ
مُتَّكِلًا بِالسَّجْدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْهِ ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ فَاجْتَمَعَا
حَتَّى ذَلِكَ وَتَفَرَّقَا ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَنَاصَتْ عَيْنَاهُ ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ
امْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ : إِيَّيْ أَخَافُ اللَّهَ ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ
فَأَخَذَهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ سِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَهَكَذَا رَوَى هَذَا
الْحَدِيثُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ مِنْ قَبْرِ وَجْهِ مِثْلَ هَذَا ، وَشَكَ فِيهِ وَقَالَ : عَنْ

أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَعَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَوَاهُ عَنْ حَبِيبِ
ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَلَمْ يَشْكُ فِيهِ يَقُولُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقَنْبَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى
ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ . حَدَّثَنِي حَبِيبٌ عَنْ خَنْصَرِ بْنِ عَامِرٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ
بِمَعْنَاهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ : كَانَ زَلَّيْنِ مُعْلَقَا بِالْمَسَاجِدِ . وَقَالَ : ذَاتُ
مَنْصَبٍ وَجَاهِلٍ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : حَدِيثُ الْمَقْدَامِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ .
وَالْمَقْدَامُ يُسَمَّى أَبَا كُرَيْمَةَ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید خدری رضی
اللہ عنہما سے روایت ہے (اس میں راوی کو شک ہے مگر
دوسری روایت میں تعین ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ کی روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا، سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے
(عرش کے) سائے میں جگہ دیں گے، جس دن کہ عرش الہی
کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا (یعنی قیامت کے
دن اور وہ سات آدمی یہ ہیں) (۱) حاکم عادل۔ (۲) وہ نوجوان
جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پھلا پھولا۔ (۳) وہ شخص جو مسجد
سے نکلے تو اس کا دل مسجد میں اٹکا رہے یہاں تک کہ دوبارہ
مسجد میں چلا جائے۔ (۴) وہ دو آدمی جنہوں نے محض اللہ
تعالیٰ کی خاطر آپس میں دوستی کی، اس کے لیے جمع ہوئے اور
اسی پر جدا ہوئے۔ (۵) وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ
کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ (۶) وہ شخص جس کو کسی

صاحب حسب و نسب اور صاحب حسن و جمال خاتون نے غلط دعوت دی، مگر اس نے یہ کہہ کر اسکی دعوت رد کر دی کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ (۷) اور وہ شخص جس نے صدقہ کیا تو اس کو ایسا چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

تشریح : قیامت کے دن عرش الہی کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا اور تمام مخلوق سائے کی محتاج ہو گی، پس ان حضرات کی خوش بختی و خوش نصیبی کا کیا کہنا، جنہیں اس دن عرش الہی کا سایہ نصیب ہو جائے۔ یہ سات قسم کے حضرات جن کا اس حدیث میں تذکرہ ہے ان کا عمل حق تعالیٰ شانہ سے کمال تعلق اور کمال اخلاق کا آئینہ دار ہے، اس لیے کریم آقا کی جانب سے ان کے ساتھ اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا جائے گا۔

ان سات حضرات کے علاوہ دیگر احادیث و روایات میں کچھ حضرات کے نام بھی آتے ہیں، جنہیں قیامت کے دن عرش الہی کا سایہ نصیب ہو گا اگرچہ بعض احادیث ضعیف ہیں، لیکن فضائل اعمال میں ضعیف احادیث بھی قبول کی جاتی ہیں۔ حضرت مولانا سعید احمد دہلوی قدس سرہ نے اپنے رسالہ ”جنت کی کنجی“ میں ان حضرات کی فہرست درج کی ہے، ذیل میں وہ فہرست نمبر ۸ سے حضرت موصوف کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں، حق تعالیٰ تمام امتیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دولت نصیب فرمائے:

- ۸: جو شخص اپنے مقروض کو مہلت دے۔
- ۹: جو مجاہد فی سبیل اللہ کی امداد و اعانت کرتا ہے۔
- ۱۰: جو شخص مکاتب کو آزاد کرنے میں مکاتب کا ہاتھ بٹاتا ہے (مکاتب وہ غلام ہے جسکی آزادی کو اس کا آقا کسی روپے کے ساتھ مشروط کر دے)
- ۱۱: جو شخص کسی نیک آدمی کو محض اللہ کے واسطے دوست رکھتا ہے۔
- ۱۲: مجاہدین کے لشکر کی امداد و اعانت میں جو شخص خود بھی شہید ہو جائے۔
- ۱۳: تجارت میں سچ بولنے والا۔

- ۱۴: وہ شخص جس کے اخلاق اچھے ہوں اور خلق حسن سے متصف ہو۔
- ۱۵: جو شخص موسمی دقتوں اور دشواریوں کے باوجود وضو کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔
- ۱۶: رات کے اندھیرے میں مسجد کی طرف جانے والا۔
- ۱۷: جس شخص نے کسی انسان کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا۔
- ۱۸: وہ شخص جو یتیم کی پرورش اور یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔
- ۱۹: بیوہ عورت کی خدمت کرنے والا۔
- ۲۰: وہ شخص جو دوسروں کے حقوق ادا کرتا ہے اور اپنا حق قبول کرتا ہے۔
- ۲۱: سلطان عادل کی نیک نیتی سے خدمت کرنے والا۔
- ۲۲: جو شخص دوسروں کے حق میں وہ فیصلہ کرتا ہے اور وہی حکم لگاتا ہے جو اپنے لیے پسند کرے۔
- ۲۳: جو شخص خدا کے بندوں کی خیر خواہی کرتا رہتا ہے اور ہر وقت اسی خیال میں رہتا ہے۔
- ۲۴: جو شخص اہل ایمان کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرتا ہے اور نرمی سے پیش آتا ہے۔
- ۲۵: جس عورت کا بچہ مرجائے تو جو شخص ایسی غم زدہ کی تعزیت کرے گا وہ بھی عرش الہی کے سایہ میں ہو گا۔
- ۲۶: جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے اور قرابت داروں کے حق کو پہچانتا ہے۔
- ۲۷: وہ بیوہ عورت جو چھوٹے بچوں کی پرورش کے خیال سے دوسرا نکاح نہ کرے۔
- ۲۸: جو شخص عمدہ کھانا پکائے اور اچھی غذا تیار کرے، پھر اس کھانے میں یتیم کو بلا کر شریک کرے۔
- ۲۹: وہ شخص جو ہر موقع پر اللہ رب العزت کی معیت کا یقین رکھتا ہو۔
- ۳۰: غریبوں کا وہ شکستہ طبقہ جن کی غربت اور فقری کے باعث کوئی شخص ان کی جانب متوجہ نہ ہو، اگر وہ کسی مجلس میں آجائیں تو ان کو کوئی پہچانے بھی

نہیں، خاموش اور غیر معروف زندگی بسر کرنے والے فاقوں کی مصیبت سے مر گئے لیکن کسی کو خبر نہ ہوئی، دنیا میں مجہول لیکن آسمانوں میں مشہور، لوگ ان کو بیمار سمجھتے ہیں، لیکن ان کو سوائے خوف خدا کے دوسرا مرض نہیں ہے۔

۳۱: قرآن کی خدمت کرنے والے عام اس سے کہ حافظ ہوں یا ناظرہ خواں، خود بھی قرآن پر عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی قرآن کا مطلب بتاتے ہیں۔

۳۲: وہ شخص جس نے بچپن میں قرآن سیکھا اور جوان ہو کر بھی اس کو پڑھتا رہا۔

۳۳: وہ شخص جس کی آنکھ محارم اللہ سے باز رہی۔

۳۴: وہ شخص جس کی آنکھ نے خدا کی راہ میں جاگنے کی تکلیف برداشت کی ہو۔

۳۵: وہ شخص جس کی آنکھ خدا کے خوف سے روتی رہتی ہے۔

۳۶: وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔

۳۷: جس شخص نے کبھی اپنا ہاتھ غیر حلال مال کی طرف نہیں بڑھایا۔

۳۸: جس شخص نے حرام کی طرف نگاہ پھیر کر بھی نہیں دیکھا۔

۳۹: جو لوگ سود نہیں لیتے اور بیاج سے پرہیز کرتے ہیں۔

۴۰: جو لوگ رشوت نہیں لیتے۔

۴۱: وہ شخص جو ذکر الہی کی غرض سے وقت کا شمار کرتا رہتا ہے مثلاً "کب وقت ہو اور میں نماز پڑھوں۔"

۴۲: جس نے کسی غمگین کا غم دور کر دیا، اور مصیبت زدہ کی مصیبت دور کر دی۔

۴۳: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا۔

۴۴: کثرت سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود بھیجنے والا۔

۳۵ : مسلمانوں کے وہ بچے جو صغریٰ کی حالت میں مر گئے ہوں۔

۳۶ : بیماروں کی عیادت کرنے والا۔

۳۷ : جنازہ کے ساتھ جانے والا۔

۳۸ : نفل اور فرض روزہ رکھنے والا۔

۳۹ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح دوستی رکھنے والے۔

۵۰ : جو شخص صبح کی نماز کے بعد سورۃ انعام کی پہلی تین آیتیں پڑھا کرتا ہے (سورۃ انعام ساتویں پارہ میں ہے اس کی ابتدا سے تین آیتیں شمار کر لینی چاہئیں)

۵۱ : دل اور زبان دونوں سے خدا کا ذکر کرنے والا۔

۵۲ : جن لوگوں کے دل پاک صاف اور بدن ستھرے ہوں، خدا کے لیے

محبت کرتے ہوں، خدا کے ذکر کے ساتھ ان کا بھی تذکرہ ہوتا ہو، جہاں ان کا

چرچا ہوتا ہو تو ان کے ساتھ خدا کا بھی تذکرہ ہوتا ہو، سردی کے موسم میں

وضو کی پابندی کرنے والے، ذکر خدا کی طرف مائل ہونے والے، خدا کے

محارم کی توہین پر غضبناک ہونے والے، مسجدوں کو آباد اور ان کی تعمیر میں سعی

کرنے والے اور صبح کے وقت کثرت سے استغفار میں مشغول رہنے والے۔

۵۳ : نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے والے، خدا کی اطاعت کے

لیے اس کے بندوں کو بلانے والے۔

۵۴ : وہ شخص جو خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر لوگوں سے حسد نہیں کرتا، ماں

باپ کے ساتھ نیکی کرتا ہے، چغل خوری سے اجتناب کا عادی ہے۔

۵۵ : جس شخص نے اپنا مال، اپنی جان جماد فی سبیل اللہ میں خرچ کر دی اور

شہادت کا مرتبہ حاصل کر لیا، اس کے لیے عرش الہی کے نیچے ایک خیمہ بھی

نصب کیا جائے گا۔

۵۶ : وہ لوگ جو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں۔

۵۷ : وہ امام جس سے اس کے مقتدی راضی ہوں۔

۵۸ : وہ مؤذن جو اللہ کے لیے پانچوں وقت کی اذان دیتا ہے۔

۵۹: وہ غلام جس نے آقائے مجازی کے ساتھ مولائے حقیقی کا بھی حق ادا کیا
-۶۰-

۶۰: وہ شخص جو لوگوں کی حاجت براری اور مشکل کشائی کرتا ہے۔
۶۱: اللہ کے لیے ہجرت کرنے والا۔

۶۲: وہ شخص جو لوگوں میں صلح کرانے کی غرض سے سعی کرتا ہے۔

۶۳: وہ انسان جس کے دل نے کبھی زنا کا ارادہ نہیں کیا۔

۶۴: اہل تقویٰ (یہ سب سے زیادہ عالی مرتبہ ہوں گے)۔

۶۵: وہ شخص جو بات بھی کرتا ہے تو علم ہی کی کرتا ہے اور سکوت بھی کرتا ہے تو علم کی بات پر سکوت کرتا ہے۔

۶۶: بیکار اور بے ہنر اور صنعت نہ جاننے والے انسان کی اعانت کرنے والا۔

۶۷: وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا، خدا کی راہ میں اس نے جہاد کیا، سچ بولتا اور امانت کو صحیح طریقہ پر ادا کرتا ہے، غلہ کی گرائی کے لیے آرزو نہیں کرتا۔

۶۸: وہ شخص جو مغرب کے بعد دو رکعات پڑھتا ہے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ گیارہ گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ پڑھتا ہے۔ (اس روایت کی سند منکر ہے)

۶۹: جو ماں باپ کی نافرمانی نہیں کرتا۔

۷۰: لا الہ الا اللہ کثرت سے کہنے والا۔

۷۱: شہدائی ارواح سبز پرندوں کے حواصل میں رہتی ہیں اور یہ پرندے شام کو عرش الہی کے نیچے قادیل میں رہتے ہیں۔

۷۲: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سایہ رحمان میں ہوں گے۔

۷۳: حضرت علی کرم اللہ وجہہ لوائے حمد لیے ہوئے امام حسنؑ و حسینؑ کے ہمراہ عرش کے سایہ میں ہوں گے، ان کی جگہ حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل ہوگی۔

محبت کی اطلاع دینے کا بیان

باب ماجاء فی اعلام الحب

حدثنا بندارنا يحيى بن سعيد القطان ناثر بن يزيد عن حبيب بن عبيد عن المقدام بن معد يكرب رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا احب احدكم اخاه فليعلمه اياه وفى الباب عن ابى ذر وانس. قال ابو عيسى: حديث المقدام حديث حسن صحيح غريب.

حَدَّثَنَا هَمَّادٌ وَقُتَيْبَةُ قَالَا : حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ سُلَيْمٍ الْقَصِيرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلْمَانَ عَنْ بَزِيدِ بْنِ نَعْمَةَ الضَّبِّيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا أَخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسَّأَلْهُ عَنْ أَسْمِهِ وَأَسْمِ أَبِيهِ وَرَمَنْ هُوَ فَإِنَّهُ أَوْصَلُ لِلنُّوَدَةِ .

قال أبو عيسى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ ، وَلَا نَعْرِفُ لِبَزِيدِ بْنِ نَعْمَةَ سَمًا عَا مِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَبِرُوحٍ عَنْ ابْنِ مُهْرٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا وَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ .

ترجمہ : ”حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو اس کو بتا دینا چاہیے۔“

حضرت یزید بن نعمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ایک شخص دوسرے شخص سے بھائی چارہ کرے (یعنی محض دین کے تعلق کی بنا پر دوستانہ و برادرانہ رکھے) تو اسے چاہئے کہ اس

کا نام، اس کے والد کا نام اور اس کا قبیلہ و خاندان اس سے دریافت کر لے، کیونکہ یہ چیز محبت کے تعلق کو زیادہ بڑھانے والی ہے۔“

تشریح: ان دونوں احادیث طیبہ میں دینی محبت کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ جس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت ہو، اس کو بتا دینا چاہئے کہ مجھے آپ سے محبت ہے، اس سے محبت کا تعلق جانبین سے استوار ہو گا۔

دوم یہ کہ جس سے محبت ہو اس کا نام اور پتہ نشان وغیرہ دریافت کر لینا چاہئے کہ اس سے محبت کے حقوق ادا کرنے میں آسانی رہے گی، اور اس سے محبت میں مزید اضافہ ہو گا۔ چنانچہ بیہقی کی شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر وہ غائب ہو تو یہ اس کی حفاظت کر سکے گا، بیمار ہو تو عیادت کر سکے گا اور مرجائے تو جنازے میں شرکت کر سکے گا۔ (مرقات ج ۲ ص ۷۱۳)

کسی کے منہ پر تعریف کرنا

باب

مَاجَاءُ فِي كَرَاهِيَةِ الْمَذْحَجَةِ وَالْمَذَاحِينِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ .

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَسْرُورٍ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ فَأَنْفِي عَلَى أَمِيرٍ مِنَ الْأُمَرَاءِ ، فَجَمَلَ الْقَدَّادُ بِمَحْنُو فِي وَجْهِهِ التُّرَابَ وَقَالَ : أَمَرْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَحْنُو فِي وُجُوهِ الْمَذَاحِينَ التُّرَابَ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَقَدْ رَوَى زَائِدَةُ عَنْ يَزِيدَ
ابْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْمَقْدَادِ ، وَحَدِيثُ مُجَاهِدٍ عَنْ
أَبِي مَعْمَرٍ أَصَحُّ ، وَأَبُو مَعْمَرٍ أَسْنَدُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَخْبَرَةَ وَالْمَقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ
هُوَ الْمَقْدَادُ بْنُ عَمْرِو الْكِنْدِيِّ وَبُكَتَّى أَبَا مَعْمَرٍ وَإِنَّمَا نَسَبَ إِلَى الْأَسْوَدِ
ابْنِ عَبْدِ بَنُوثٍ لِأَنَّهُ كَانَ قَدْ تَبَنَاهُ وَهُوَ صَغِيرٌ .

۲۳۹۴ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْكُوفِيُّ . حَدَّثَنَا حَبِيبُ اللَّهِ بْنُ
مُوسَى عَنْ سَالِمِ الْخَطَّاطِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنْ نَخْشَوْهُ أَفْوَاهِ الْمَذَاهِبِ الْقَرَابِ .
قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ .

ترجمہ : ”ابو معمر کہتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور
کسی حاکم کی تعریف کرنے لگا (اور صحیح مسلم ص ۴۱۲ ج ۲ میں
ہمام بن حارثؒ کی روایت ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ
عنه کی مدح کرنے لگا) اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنه
اس کے منہ میں مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا کہ ہمیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ مدح سرائی کرنے
والوں کے منہ میں مٹی ڈال دیا کریں۔“

تشریح : کسی کے سامنے اس کی مدح سرائی کرنا مذموم ہے تین وجہ سے
ایک تو ایسے لوگ عموماً ”خوشامدی ہوا کرتے ہیں“ اور ممدوح سے منفعت
حاصل کرنے کے لئے اس کی سچی جھوٹی تعریف کیا کرتے ہیں۔ گویا ایسے لوگوں
کی تعریف اخلاص پر مبنی نہیں ہوتی، بلکہ مطلب برآری کے لئے ہوا کرتی ہے۔

دوسرے ایسے لوگ تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں، اور اس میں جھوٹ کی آمیزش سے کوئی باک نہیں رکھتے۔

تیسرے جس کی تعریف کی جائے اس کے نفس میں عجب و خود پسندی اور تعل و تکبر پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، وہ ایسے احمقوں کی تعریف سے یہ سمجھ لیتا ہے کہ شاید میں سچ سچ ایسا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ خیال اس کی ہلاکت کا موجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی مدح کرنا مطلقاً "مذموم نہیں" بلکہ جس شخص کے کمال تقویٰ اور رسوخ عقل و معرفت کی بنا پر یہ اندیشہ نہ ہو کہ مدح سے اس کا نفس پھول جائے گا اور تعریف کسی صحیح مقصد کے لئے ہو۔ مثلاً "اس شخص کی ہمت افزائی کرنا یا دوسروں کو اس کی اقتدا کی ترغیب دینا" اور تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام نہ لیا جائے تو بعض صورتوں میں تعریف جائز اور بعض صورتوں میں مستحب ہے۔ چنانچہ بے شمار احادیث میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعریفی کلمات منقول ہیں۔

صاحب ایمان کی رفاقت

باب

مَآجَاءُ فِي مُخْبَةِ الْمُؤْمِنِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا أَنَّ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيَّوَةَ
ابْنِ شَرَبَجٍ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ غَيْلَانَ أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ قَيْسٍ التَّحِيَّيَّ أَخْبَرَهُ
أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ قَالَ سَالِمٌ أَوْ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا ،
وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ رفاقت اختیار نہ کرو مگر صرف صاحب ایمان کی، اور تمہارا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار آدمی۔“

تشریح : اس ارشاد پاک میں دو ہدایتیں دی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی کو صرف صاحب ایمان کی صحبت و رفاقت اختیار کرنی چاہئے اور فاجر و بدکار اور منافق کی صحبت سے احتراز کرنا چاہئے، اس لئے کہ انسان کی طبیعت نادانستہ طور پر اپنے رفیق و ہم نشین کی صحبت سے متاثر ہوتی اور اس کے اخلاق و عادات کو اخذ کرتی ہے، اس لئے نیک لوگوں کی صحبت سے خیر اسکی طرف منتقل ہوگی، اور بروں کی صحبت سے برائی اور شر کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ہوا خوشبو کے پاس سے گزرتی ہے تو معطر اور خوشبودار ہو جاتی ہے، اور بدبو کے پاس سے گزرتی ہے تو بدبودار اور متعفن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مثل المجلس الصالح والسوء كحامل المسك ونافع الكير، فحامل المسك إما أن يحذيك وإما أن تبتاع منه وإما أن تجد منه ريحاً طيبة، ونافع الكير إما أن يحرق ثيابك وإما أن تجد منه ريحاً خبيثة .

(صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۸۰)

ترجمہ : ”اچھے اور برے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے

کتوری والا۔ اور بھٹی جھونکنے والا پس کتوری والا یا تو
 تمہیں کچھ ہدیہ کر دے گا، یا تم اس سے خرید لو گے، یا کم از کم
 تمہیں اس سے خوشبو تو میسر آئے گی اور بھٹی جھونکنے والا یا تو
 تمہارے کپڑے جلادے گا یا تم اس سے بدبو پاؤ گے۔“
 (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۸۳۰ کتاب الذبائح باب المسک)

راز اس میں یہ ہے کہ طبائع کو ایک دوسرے سے مناسبت ہوتی ہے،
 اس لئے آدمی اسی شخص کی صحبت اختیار کرتا ہے جس کے ساتھ کسی نوعیت کی
 مناسبت ہو، اور پھر یہ مناسبت محبت تک پہنچ لے جاتی ہے، اور رفتہ رفتہ آدمی
 اپنے دوست کا ذوق و مسلک اپنا لیتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:
 المرء علی دین خلیلہ فلینظر أحدکم من
 یخالل۔ (ابو داود و ترمذی)

ترجمہ: ”آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے اس
 لئے تمہیں یہ دیکھ لینا چاہئے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔“
 اور پھر اس صحبت و رفاقت کا انجام یہ ہوتا ہے کہ آدمی کی دنیا ہی
 نہیں، بلکہ آخرت بھی اس کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث میں فرمایا
 گیا ہے:

المرء مع من أحب۔ (ترمذی)
 ترجمہ: ”آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے دوستی کرتا

ہے۔“
 پس اہل اللہ کی صحبت اکسیر ہے، اور اہل باطل اور اہل غفلت کی صحبت
 زہر ہے، بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ایسا شخص صحبت کے لائق نہیں جس سے دینی
 فائدہ حاصل نہ ہو۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

یہاں دو باتوں پر تنبیہ کرنا بہت ضروری ہے ایک یہ کہ ہم لوگ اچھی بری جگہ بیٹھنے میں کوئی تمیز نہیں کرتے، اور ہوٹلوں، ریستورانوں اور چائے خانوں میں بیٹھے رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اچھی بری جگہ کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کو خیر البقاع (بہترین جگہیں) اور بازاروں کو شر البقاع (بدترین جگہیں) فرمایا ہے، جس طرح گندی جگہ بیٹھنے سے دماغ نقصان سے بچنے کا۔ اسی طرح غفلت کی جگہ بیٹھنے سے دل میں غفلت کا غبار آئے گا۔ اس لئے بغیر ضرورت کے ایسی جگہوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور اگر کبھی ضرورت کی بنا پر بیٹھنا پڑے تو قلب کی نگہداشت سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

دوسری بات یہ کہ کسی شخص کی تحریر پڑھنا بھی ایک درجہ میں اس کی صحبت کے قائم مقام ہے، چنانچہ اہل اللہ کے ارشادات، ان کے ملفوظات اور ان کی کتابوں کا مطالعہ قلب میں نورانیت پیدا کرتا ہے اور اہل باطل اور اہل غفلت کی کتابوں کے مطالعہ سے دل میں ظلمت و کدورت پیدا ہوتی ہے۔ اس زمانے میں اس سے بھی بہت بے پروائی اختیار کی جا رہی ہے، لوگ ہر کس و ناکس کی کتاب اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ جتنی دیر تک اس کتاب کے مطالعہ میں مشغول رہیں گے اتنی دیر گویا مصنف کی صحبت میں بیٹھے ہیں اور اس شخص کی قلبی کیفیات بقدر استعداد آپ کی طرف منتقل ہو رہی ہیں۔

دوسری ہدایت جو اس حدیث پاک میں فرمائی گئی ہے یہ ہے کہ تمہارا کھانا صرف پرہیزگار لوگ کھائیں اس سے مقصد..... واللہ اعلم..... یہ ہے کہ کھانے پر صرف نیک اور پرہیزگار حضرات کو مدعو کیا جائے۔ کیونکہ کسی کو دعوت دے کر اپنے گھر بلانا محبت والفت اور دوستی و تعلق کی بنا پر ہوتا ہے،

پس ایسا گرا تعلق صرف اہل اللہ سے ہونا چاہئے ہاں! کسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنا دوسری بات ہے، جو شخص حاجتمند ہو اس کی حاجت براری ضروری ہے۔ خواہ وہ کافر ہی ہو۔ واللہ اعلم۔

مصائب پر صبر کرنا

باب

مَا جَاءَ فِي الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَمْعَانَ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا ، وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُوَاقِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنْ عِظَمَ الْجَزَاءُ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ ، وَإِنْ أَقْبَلَ أَحَبُّ قَوْمًا ابْتِلَاءَهُمْ ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا ، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ . قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، تو دنیا میں ہی اس کو فوری سزا دے دیتے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں، تو اس کے گناہ کی سزا موخر کر دیتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کی پوری سزا دیں گے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کو جتنا بڑا ابتلا پیش آئے، اتنی ہی بڑی جزا اس کو ملتی ہے اور

بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو اسے (مصائب و آلام سے) آزما تے ہیں، پس جو شخص (ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے) راضی رہا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور جو شخص ناراض ہوا اس کے لئے ناراضی ہے۔“

تشریح: اس حدیث میں دو مضمون ارشاد ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی سزا دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔ اس کی سزا کو آخرت پر نہیں اٹھا رکھتے، بلکہ مختلف مصائب و آلام میں اس کو مبتلا کر کے پاک و صاف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اگر اس کے کانٹا بھی جھکتا ہے وہ بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اگر لکھنے والے کے ہاتھ سے قلم گر جاتا ہے تو وہ بھی اس کے لئے کفارہ بن جاتا ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ کسی بندہ مومن کو کوئی تکلیف یا صدمہ یا پریشانی پیش آئے اسے اپنے گناہوں کا خمیازہ سمجھنا چاہئے۔ دوسری یہ کہ بندہ مومن کا مصائب و آلام میں مبتلا ہونا اس کے مردود ہونے کی علامت نہیں، بلکہ اس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کا لطف و انعام ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس کے گناہوں کے کفارے کا دنیا ہی میں انتظام فرمادیا۔

اس کے برعکس جس بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے گناہوں کے باوجود ڈھیل اور مہلت دیتے ہیں۔ وہ احمق یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت معزز ہے حالانکہ اس کے ساتھ مکرو استدراج کا معاملہ ہو رہا ہے، کہ اس کی معصیوں اور نافرمانیوں کے باوجود اسے ڈھیل دی جا رہی ہے، اور قیامت کے دن جب بارگاہ خداوندی میں پیش ہو گا، اسے اس کی بد عملیوں کا پورا بدلہ چکا دیا جائے گا۔ اَللّٰہُ یہ کہ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل و احسان سے غفور و درگزر کا معاملہ فرمائیں۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی حق تعالیٰ شانہ کا لطف، قمر کی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی قمر لطف کی شکل میں۔ اس نکتہ کو حضرات عارفین خوب سمجھتے ہیں ورنہ عام لوگوں کی نظر اس پر نہیں جاتی۔ حق تعالیٰ شانہ اس ناکارہ کے ساتھ بھی لطف و کرم کا معاملہ فرمائیں اور اپنے غضب و قہر سے پناہ عطا فرمائیں۔ اللہم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک، واعوذ بک منک، لاحصی ثناء علیک انت کما اثنت علی نفسک۔

دوسرا مضمون اس حدیث پاک میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ بندے کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جس قدر زیادہ اہتلا پیش آئے اسی قدر وہ حق تعالیٰ شانہ کے ہاں اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں اسے مختلف تکالیف و مصائب سے آزماتے ہیں جن سے ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کا سارا میل کچیل دور ہو جاتا ہے، حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا تھا، کہ بیٹا! سونے چاندی کو آگ کی بھٹی میں ڈال کر صاف کیا جاتا ہے پس جو بندہ ان تکالیف اور آزمائشوں پر، جو محض منجانب اللہ پیش آتی ہیں راضی رہے اور کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لائے بلکہ یوں سمجھے کہ مجھے جو کچھ پیش آرہا ہے یہ سب کچھ کریم آقا کی جانب سے میرے نفع کے لئے ہے، ایسے بندے کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی رضامندی لکھ دی جاتی ہے۔ ”اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔“ اور جو شخص ان مصائب و آلام پر راضی برضا نہ رہے بلکہ اس کے دل میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے گھٹن اور کڑھن پیدا ہو جائے۔ وہ اپنی حماقت سے حق تعالیٰ کی ناراضی کا مستوجب ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

ایک حدیث قدسی ہے کہ:

من لم یرض بقضائی ولم یقنع بعطائی

فلیطلب ربا سوائی۔

ترجمہ : ”جو شخص میری قضا پر راضی نہیں اور میری عطا پر قانع نہیں، اسے کہو کہ میرے سوا کوئی اور رب ڈھونڈ لے۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمِلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ : قَالَتْ عَائِشَةُ : مَا رَأَيْتُ الرَّجُلَ عَلَى أَحَدٍ أَشَدَّ مِنْهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کی تکلیف نہیں دیکھی۔“

تشریح : یہاں تکلیف سے سکرات موت کی تکلیف مراد ہے۔ مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ چونکہ بہت ہی بلند تھا، اس لئے دیگر تکالیف کی طرح آپ کی سکرات کی تکلیف بھی دوسروں سے زیادہ تھی، مگر یہ تکلیف جسد مبارک کو تھی۔ جب کہ روح مبارک لقائے الہی کے اشتیاق میں بے چین اور مشاہدہ الہی میں مستغرق تھی۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نزع کے وقت اگر کسی کو بظاہر زیادہ تکلیف ہو تو یہ اس کے غیر مقبول ہونے کی دلیل نہیں۔ اگر کسی کی روح بظاہر آسانی سے نکل جائے تو یہ اس کے مقبول ہونے کی علامت نہیں۔ الغرض ظاہری شدت کے کم و بیش ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔ بلکہ اصل اعتبار اس وقت روحانی شدت و راحت کا ہے، جس کا ادراک ہم لوگ ان آنکھوں سے نہیں کر سکتے۔ اللہم اعنی علی سکرات الموت وغمرات الموت۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ حَاصِمِ بْنِ بَهْدَةَ

عَنْ مُصْتَبِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ : أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ
بَلَاءً ؟ قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَلَا أَمَثَلَ ، فَيَبْتَلِي الرَّجُلَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ ، فَإِنْ
كَانَ دِينُهُ صَلَاحًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِفْقَةٌ أَيْسَلَ عَلَى حَسَبِ
دِينِهِ ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْمُعْتَبِدِ حَتَّى يَبْزُقَهُ بِمَنْشَى عَلَى الْأَرْضِ
مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَخْتِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْبَلَّانِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، سُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً ؟ قَالَ : الْأَنْبِيَاءُ ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَلَا أَمَثَلَ .

ترجمہ : ”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!
سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے، فرمایا: انبیاء علیہم
السلام کی پھر جو ان سے قریب تر ہو، پھر جو ان سے قریب تر
ہو، آدمی کو اس کے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔ پس اگر
وہ اپنے دین میں پختہ ہو تو اس کی آزمائش بھی کڑی ہوتی ہے،
اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو اسے اس کے دین کی بقدر
آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، پس آزمائش بندے کے ساتھ ہمیشہ
رہتی ہے یہاں تک کہ اس کو ایسا کر چھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر
ایسی حالت میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى . حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا بَزَالَ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّى
يَلْقَى اللَّهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ .

قال أبو عيسى : هذا حديث حسن صحيح .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مصیبت ہمیشہ مومن بندے اور مومن بندی کے ساتھ رہتی ہے، اس کی ذات میں بھی اور اس کی اولاد میں بھی اور اس کے مال میں بھی، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔“

تشریح : آزمائش سے مراد وہ آلام و مصائب ہیں جو اس دارالرحمن میں آدمی کو پہنچتے ہیں، اس حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہ آزمائشیں سب سے زیادہ انبیاء کرام علیہم السلام پر ڈالی جاتی ہیں، پھر درجہ بدرجہ اولیاء و صلحا پر۔ جتنا کسی کا دین مضبوط اور عند اللہ اس کا مرتبہ بلند ہو اسی قدر اسے آزمائشوں میں ڈالا جاتا ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو صبر و استقامت اور شکر و صبر کی توفیق دے دیتے ہیں، اسی سے اس کے درجات بلند ہوتے ہیں، اور خطاؤں کا کفارہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ تمام خطاؤں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مصائب و آلام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء و صلحا پر بھی آتے ہیں اور فساق و فجار پر بھی، ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مقبولان الہی پر مصائب کا آنا بطور تطہیر و آزمائش ہوتا ہے جس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں اور بھول چوک کی وجہ سے (جو لازمہ بشریت ہے) ان سے سرزد ہونے والی خطاؤں کا کفارہ ہو جاتا ہے، اور وہ ہر قسم کے گرد و غبار اور میل کچیل سے پاک صاف ہو جاتے ہیں، اس کے برعکس فساق و فجار پر جو مصائب آتے ہیں وہ شومئی اعمال کی بنا پر بطور عقوبت ہوتے ہیں، اگرچہ دارالجزا تو آخرت ہے، مگر حق تعالیٰ کی رحمت اس کو

مقتضی ہوئی کہ عذاب و سزا کا کچھ نمونہ دنیا میں بھی دکھلایا جائے تاکہ لوگوں کو توبہ و انابت اور رجوع الی اللہ کی توفیق ہو۔

اور ظاہری فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ صلحا پر جو مصائب و تکالیف آتی ہیں ان کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ شانہ سے انتقباض نہیں ہوتا، بلکہ حق تعالیٰ شانہ سے تعلق و محبت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان پر اپنی بندگی و بے چارگی اور حق تعالیٰ کی مشیت کاملہ کی کار فرمائی مزید واضح ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے ان پر اسرار عجیبہ کھلتے ہیں۔ حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا ارشاد ہے:

”جب بندہ کسی بلا میں مبتلا کیا جاتا ہے تو پہلے وہ خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے، اگر نجات نہیں پاتا، تو مخلوقات میں سے اوروں سے مدد مانگتا ہے، مثلاً ”بادشاہوں یا حاکموں یا دنیا داروں یا امیروں سے، اور دکھ درد میں ٹیپوں سے، جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا اس وقت اپنے پروردگار کی طرف دعا اور گریہ وزاری حمد و ثناء کے ساتھ رجوع کرتا ہے (یعنی) جب تک اپنے نفس سے مدد مل جاتی ہے خلق سے رجوع نہیں کرتا، اور جب تک خلق سے مدد مل جاتی ہے خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، پھر جب خدا کی طرف سے (بھی) کوئی مدد نظر نہیں آتی تو (بے بس ہو کر) خدا کے ہاتھوں میں آ رہتا ہے، اور ہمیشہ سوال و دعا، اور گریہ وزاری اور ستائش و اظہار حاجت مندی امید و بیم کے ساتھ کیا کرتا ہے، پھر خدا اس کو دعا سے (بھی) تھکا دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا یہاں تک کہ کل اسباب (منقطع ہو جاتے ہیں، اور وہ سب سے) علیحدہ ہو جاتا ہے، اس وقت اس میں (احکام) قضا و قدر کا نفاذ ہوتا ہے اور اس کے اندر (خدا اپنا) کام کرتا ہے تب بندہ کل اسباب

و حرکات سے بے پروا ہو جاتا ہے، اور روح صرف رہ جاتا ہے، اسے فعل حق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، اور وہ ضرور بالضرور صاحب یقین موحّد ہوتا ہے، قطعی طور پر جانتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی (کچھ) کرنے والا ہے اور نہ حرکت و سکون دینے والا، نہ اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں اچھائی و برائی، نفع و نقصان، بخشش و حرمان، کشائش و بندش، موت و زندگی، عزت و ذلت، غنا و فقر، اس وقت (احکام قضا و قدر) میں بندہ کی یہ حالت ہوتی ہے جیسے شیر خوار بچہ دایہ کی گود میں، یا مردہ غسل کے ہاتھ میں، یا (پولو کا) گیند سوار کے قبضہ میں، کہ الٹا پلٹا جاتا ہے، اور بگاڑا بنایا جاتا ہے، اس میں اپنی طرف سے کوئی حرکت نہیں، نہ اپنے لئے نہ کسی اور کے لئے، یعنی بندہ اپنے مالک کے فعل میں اپنے نفس میں غائب ہو جاتا ہے، اور اپنے مالک اور اس کے فعل کے سوا نہ کچھ دیکھتا سنتا ہے، نہ کچھ سوچتا سمجھتا، اگر دیکھتا ہے تو اسکی صنعت، اور اگر سنتا ہے تو اسی کا کلام، اس کے علم سے (ہر چیز کو) جانتا ہے، اس کی نعمت سے لطف اٹھاتا ہے، اس کے قرب سے سعادت پاتا ہے، اس کی تقریب (جاذبہ) سے آراستہ پیراستہ ہوتا ہے، اس کے وعدے سے خوش ہوتا ہے، سکون پاتا ہے اور اطمینان حاصل کرتا ہے، اس کی باتوں سے مانوس ہوتا ہے، اور اس کے غیر سے وحشت و نفرت کرتا ہے، اس کی یاد میں سرنگوں ہوتا ہے اور جی لگاتا ہے، اس کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے، اس کے نور معرفت سے ہدایت پاتا اور اس کا خرقہ و لباس پہنتا ہے، اس کے علوم عجیب و نادر پر مطلع ہوتا ہے، اس کے قدرت کے اسرار سے مشرف ہوتا ہے،

اس کی ذات پاک کی (ہر بات) سنتا اور اسے یاد رکھتا ہے، پھر ان (نعمتوں) پر حمد و ثناء و شکر و سپاس کرتا ہے۔“

(فتوح الغیب مقالہ ۳ بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت جلد اول ص ۲۶۲ و

ص ۲۶۳ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ)

لیکن جس پر آفات و مصائب کا نزول بطور قہر و سزا ہو اس کے قلب میں گھٹن پیدا ہو جاتی ہے، اپنی بد عملیوں پر نظر کرنے اور اپنی حالت کی اصلاح کرنے کے بجائے نعوذ باللہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے سو ظن میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ حق تعالیٰ شانہ کا قہر پر قہر ہے کہ آدمی گرفتار بلا ہونے کے بعد بھی توبہ و انابت کا راستہ اختیار نہ کرے، بلکہ اپنے منعم حقیقی سے برگشتہ ہو جائے اور حرف شکایت زبان پر لائے۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مصائب و تکالیف اور تنگی و بیماری میں مبتلا ہونا اس کے مردود ہونے کی علامت نہیں، اس میں بہت سے لوگ غلطی کرتے ہیں اور کسی کو تکلیف اور مصیبت میں دیکھ کر اس پر طعن کرتے ہیں۔ یہ بہت ناشائستہ حرکت ہے۔

آنکھوں کی بینائی جاتی رہنے کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي ذَمِّ ابْنِ الْبَعْرِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجَمْعِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ

ابْنِ مُسْلِمٍ . حَدَّثَنَا أَبُو ظِلَّالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ اللَّهُ يَقُولُ : إِذَا أَخَذْتُ كَرِيمَتِي مَبْدِي فِي الدُّنْيَا لَمْ

يَكُنْ لَهُ جَزَاءٌ عِنْدِي إِلَّا الْجَنَّةُ .

وَفِي الْبَابِ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ
 قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَأَبُو ظِلَّالٍ
 أَنَسُهُ هِلَالٌ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ . أَخْبَرَنَا
 سُهَيْبَانُ عَنْ الْأَنْعَشِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : مَنْ أَذْهَبْتُ حَبِيبَتَيْهِ فَقَصِيرٌ
 وَاحْتَسَبَ لَمْ أَرْضَ لَهُ ثَوَابًا دُونَ الْجَنَّةِ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ هِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ .
 قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
 ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جب دنیا میں اپنے بندے سے دونوں
 آنکھیں لے لوں (یعنی ان کی بینائی جاتی رہے) تو اس کے لئے
 میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں۔“

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد
 فرماتے ہیں کہ میں جس شخص کی آنکھیں لے لوں (یعنی بینائی جاتی
 رہے) پھر وہ صبر کرے اور ثواب کی نیت رکھے تو میں اس کے
 لئے جنت کے سوا کسی بدلے پر راضی نہیں ہوں گا۔“

تشریح : ان احادیث مبارکہ سے بینائی جاتی رہنے کی فضیلت معلوم ہوئی
 کہ حق تعالیٰ اس مصیبت کے بدلے اس کو اپنی رحمت سے جنت عطا فرمائیں
 گے بشرطیکہ وہ اس مصیبت اور تکلیف پر اللہ تعالیٰ کے انعام اور وعدہ کا یقین

رکھتے ہوئے اس پر صبر کرے، اور صبر کا مطلب یہ ہے کہ اس مصیبت پر جزع
 فزع نہ کرے، اور حق تعالیٰ شانہ کی شکایت اس کے دل میں پیدا نہ ہو، اگر
 آنکھوں کا علاج ہو سکتا ہو تو علاج کرانا صبر کے معنی میں نہیں، کیونکہ علاج کا
 شریعت نے خود حکم دیا ہے، تاہم اگر بینائی مل گئی تو جس فضیلت اور ثواب کا
 ان احادیث پاک میں وعدہ دیا گیا ہے وہ فضیلت میسر نہیں آئے گی، چنانچہ جب
 ایک نابینا صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دعا فرما دیجئے
 کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا فرما دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
 کہ اگر کہو تو تمہارے لئے بینائی کی دعا کر دیتا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت
 سے تم کو بینائی عطا فرما دیں گے، اور اگر چاہو تو اس کے بدلے میں تمہارے
 لئے جنت کی دعا کر دوں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَزِيمَةَ الرَّازِيُّ وَيُوسُفُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ
 الْبَنْدَاوِيُّ قَالَا : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مِفْرَاءٍ أَبُو زُهَيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ
 أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَوْزُ أَهْلُ
 الْمَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يُعْطَى أَهْلُ النَّبَلَةِ الثَّوَابُ لَوْ أَنَّ جُلُودَهُمْ كَانَتْ
 قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِبِضِ ، وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ
 إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ
 حُلَاحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَوَاهُ شَيْئًا مِنْ هَذَا .

ترجمہ : ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے
 دن جب اہل مصائب کو بدلہ عطا کیا جائے گا، تو اہل عافیت (جو
 مصیبتوں سے محفوظ رہے) یہ آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں
 ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹ دیئے گئے ہوتے (اور اس
 کے بدلے میں یہ ثواب ہمیں عطا کیا جاتا)۔“

تشریح: اس حدیث پاک میں اہل مصائب کے لئے بڑی تسلی ہے کہ ان معمولی مصیبتوں اور تکلیفوں پر، جو انہیں دنیا میں پہنچ رہی ہیں، انہیں آخرت میں ایسا اجر عطا کیا جائے گا کہ اہل عافیت کو ان پر رشک آئے گا، یہاں تو وہ شخص قابل رشک سمجھا جاتا ہے جو ہر طرح عافیت سے ہو۔ لیکن قیامت کے دن اس کے برعکس وہ شخص لائق رشک ہو گا جو دنیا میں مبتلائے مصائب رہا۔

یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ گو مصائب بھی اپنے اجر و ثواب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں، مگر ہمیں یہ حکم نہیں کہ از خود اللہ تعالیٰ سے مصائب کی دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت ہی کی دعا کرنی چاہئے، عافیت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اور مصیبت و تکلیف بھی اگرچہ مالک کا انعام ہی انعام ہے۔ مگر ہم کمزور ہیں، اور ہمارے ضعف کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی نعمت مانگا کریں۔ کیونکہ مصیبت پر جس صبر و رضا کی ضرورت ہے، شاید ہم سے اپنے ضعف کی بنا پر اس کی بجا آوری نہ ہو سکے اور مصائب کا تحمل ہم نہ کر سکیں۔ اس لئے مصیبت کے نزول کی دعا کرنا تو خلاف ادب اور خلاف عبدیت ہے۔ ہاں! اگر کسی کو منجانب اللہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا جائے تو تسلیم و رضا کا شیوہ اختیار کرے، صبر کا دامن مضبوط تھامے اور آخرت کے اجر و ثواب پر نظر رکھے۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی نازل شدہ تکلیف اور مصیبت کے دفع کرنے کی تدبیر کرنا، اور حق تعالیٰ شانہ سے اس کی دعا کرنا صبر و رضا کے منافی نہیں۔ بلکہ یہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا
يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَامِنَ أَحَدٌ بِمَوْتٍ إِلَّا نَدِمَ ، قَالُوا : وَمَا نَدَامَتُهُ ؟
بَارَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : إِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونُ أَزْدَادًا ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا

نَدِيمَ اَنْ لَا يَكُوْنَ تَزَعٌ

قَالَ أَبُو عِيَسَى: هَذَا حَدِيثٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ مَذَا الْوَجْهِ، وَبِمَحْبِي بْنِ
عُبَيْدِ اللَّهِ قَدْ نَكَلَمَ فِيهِ شُعْبَةُ، وَهُوَ بِمَحْبِي بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ
مُؤَيْبِ مَدَنِيٍّ.

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص
بھی مرتا ہے، (خواہ نیک ہو یا بد) اسے ندامت ضرور ہوتی
ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے ندامت کس بات
کی ہوتی ہے؟ فرمایا، اگر نیک ہو تو اسے یہ ندامت ہوتی ہے
کہ اس نے اپنی نیکیوں میں اضافہ کیوں نہ کر لیا، اور اگر برا
ہو تو اسے یہ ندامت ہوتی ہے کہ وہ برائی سے کیوں باز نہ
آگیا۔“

تشریح: مرنے کے بعد نیک آدمی کو افسوس ہو گا کہ کاش اس نے دنیا
میں، جو دارالعمل تھی، زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹ لی ہوتیں۔ اور برے
آدمی کو افسوس ہو گا کہ کاش! وہ ان برائیوں سے باز آجاتا، افسوس کہ ان
برائیوں کی تلافی کا موقع جاتا رہا، حدیث پاک کی دعوت یہ ہے کہ آدمی کو اس
کی زندگی کا ایک ایک لمحہ غنیمت سمجھنا چاہئے، اگر اللہ تعالیٰ نے طاعات کی
توفیق عطا فرما رکھی ہے تو زیادہ سے زیادہ سرمایہ آخرت جمع کرنا چاہئے، اور
خدا انخواستہ برائیوں میں مبتلا ہے تو اسے ہوش کے ناخن لینے چاہئیں، اور اپنے
نامہ اعمال کو سیاہ کرنے سے باز آنا چاہئے، جو کچھ اب تک کر چکا ہے اس کے
تدارک و تلافی کی فکر کرنی چاہئے، کیونکہ آنکھیں بند ہوتے ہی موقع ہاتھ سے
جاتا رہے گا، پھر نہ کسی نیکی میں اضافہ کر سکتا ہے اور نہ کسی برائی کے تدارک
کی گنجائش ہے۔ الا من تغدہ اللہ رحمۃ۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا بِحْزِي بْنُ
 هُبَيْدٍ اللَّهُ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتَلُونَ ^(۱) الدُّنْيَا بِالْقَبْرِ
 يَلْبَسُونَ لِلنَّاسِ جُلُودَ الضَّائِنِ مِنَ الْإِنِّ ، السِّنْتَهُمْ أَحْلَى مِنَ السُّكْرِ ، وَقُلُوبُهُمْ
 قُلُوبُ الذَّنَابِ ، يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَبِي يَمْتَقِرُونَ ، أَمْ عَلَى يَمْتَقِرُونَ ؟
 فِي حَلَقَةٍ لَا يَفْقَهُ عَلَى أُولَئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةٌ تَدْعُ الْحَلِيمَ مِنْهُمْ حَيْرَانًا .
 وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ مُعَرَّةٍ .

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَادٍ .
 أَخْبَرَنَا حَازِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ . أَخْبَرَنَا حَمْزَةُ بْنُ أَبِي مُعْمَدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ
 عَنْ ابْنِ مُعَرَّةٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنْ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ :
 لَقَدْ خَلَقْتُ خَلْقًا أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ ، وَقُلُوبُهُمْ أَمْرٌ مِنَ
 الصَّبْرِ ، فِي حَلَقَةٍ لَا تَبْصُرُهُمْ فِتْنَةٌ تَدْعُ الْحَلِيمَ مِنْهُمْ حَيْرَانًا ، فِي يَمْتَقِرُونَ .
 أَمْ عَلَى يَمْتَقِرُونَ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مُعَرَّةٍ ،
 لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانے میں
 کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے حیلے سے دنیا پھریں گے ،
 وہ لوگوں کے سامنے (اپنے زہد کا اظہار کرنے کی غرض سے)
 بھیڑ کی کھال کا لباس پہنیں گے۔ نرمی کی وجہ سے ان کی
 زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی۔ اور ان کے دل
 بھیڑیوں کے دل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا تم میری

وجہ سے غرہ ہو؟ بلکہ کیا مجھ پر جرأت کرتے ہو؟ پس مجھے اپنی ذات کی قسم! میں ان لوگوں پر انہی کے ہاتھوں ایسا فتنہ کھڑا کروں گا جو ان کے دانشمندوں کو بھی حیران کر دیگا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں نے ایسے لوگ پیدا کئے ہیں جن کی زبانیں شد سے زیادہ شیریں ہیں، اور جن کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہیں۔ پس میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں کہ ان کو ایسے فتنے میں ڈالوں گا جو ان کے دانش مندوں کو بھی حیران کر دے گا، کیونکہ یہ لوگ میری وجہ سے غرہ ہیں۔ بلکہ مجھ پر جرأت کرتے ہیں۔“

تشریح: ان احادیث میں ایسے لوگوں کی شدید مذمت ہے جو طاعت و بندگی اس لئے کرتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں، اور جنہوں نے دین کو دنیا طلبی کا حیلہ بنا رکھا ہے، بظاہر بڑی شیریں کلامی اور چرب زبانی سے باتیں کرتے ہیں۔ لیکن ان کے دل حق تعالیٰ شانہ کے ذکر اور اس کی محبت و عظمت سے معمور نہیں، بلکہ حسد و کینہ اور دنیا کی خواہش و طلب سے سیاہ ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے حلم سے دھوکے میں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جری ہیں کہ اپنے عمل پر نادم و پشیمان نہیں، بلکہ اسے ہنر و کمال سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں ایسے فتنے میں ڈالوں گا جس سے نکلنے کی کوئی تدبیر ان سے نہ بن پڑے گی، اور ان کے ذہن اور ہوشیار لوگ بھی حیران اور ششدر ہو کر رہ جائیں گے۔ نعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

زبان کی حفاظت کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي حِفْظِ اللِّسَانِ

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَحَدَّثَنَا
سُوَيْدٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيثَابٍ عَنْ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ هُبَيْرِ اللَّهِ بْنِ زَخْرٍ
عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : قُلْتُ
بَارِسُورَ اللَّهِ مَا النَّجَاةُ ؟ قَالَ : أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ ، وَلْيَسْمَعْكَ بَيْتُكَ ، وَآبُكَ
عَلَى خَطْبَتِكَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

ترجمہ : ”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ میں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا یا
رسول اللہ! نجات کی کیا صورت ہے؟ فرمایا اپنی زبان کو قابو
میں رکھا کرو اور چاہئے کہ تم کو سمائے رکھے تمہارا گھر اور
اپنی غلطیوں پر رویا کرو۔“

تشریح : مطلب یہ کہ اگر بغیر مواخذہ کے نجات چاہتے ہو تو تین باتوں کا
الزام کرو۔ ایک یہ کہ زبان قابو میں رکھو اور کوئی لفظ بے ضرورت اس سے
صادر نہ ہو، دوم یہ کہ اپنے گھر میں بیٹھے رہو، بے ضرورت کسی سے نہ ملو، سوم
یہ کہ اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں پر اٹک نہ امت بہاتے رہو۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ
أَبِي زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَفَعَهُ
قَالَ : إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كَأَنَّمَا تُسَكَّرُ اللِّسَانُ (۱) فَتَقُولُ اتَّقِ

اللّٰهُ فَبِنَا نَحْنُ بِكَ ، فَإِنْ اسْتَقَمَّتْ اسْتَقَمْنَا وَإِنْ أَعْوَجَجَتْ أَعْوَجَجْنَا .
 حَدَّثَنَا هَنَادٌ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ ، وَهَذَا
 أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى .
 قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ ،
 وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ وَلَمْ يَرْفَعُوهُ .

ترجمہ : ”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ جب
 آدمی صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضا زبان کی منت و ساجت
 کرتے ہیں، اس سے کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں خدا سے
 ڈرتے رہنا، کیونکہ ہم سب تیری بدولت (اچھے یا برے) ہیں۔
 اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے، اور اگر تو
 ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے (چلنے پر مجبور) ہو جائیں گے۔“

تشریح : انسان کے تمام اعضا اس کے دل کے تابع ہیں، اور اسی کے
 احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے :

”إِلَّا إِنْ فِي الْجَسَدِ لِمُضْغَةٍ ، إِذَا صَلَحَتْ
 صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ
 الْجَسَدُ كُلُّهُ إِلَّا وَهِيَ الْقَلْبُ“ .

ترجمہ : ”سن رکھو! کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ
 صحیح ہو تو تمام جسم صحیح رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا
 جسم بگڑ جاتا ہے۔ سن رکھو! کہ وہ دل ہے۔“

لیکن زبان دل کی ترجمان ہے، اور زبان کی اچھائی اور برائی کے نتائج
 سے پورا بدن متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے ہر صبح کو تمام اعضاء اس سے تقویٰ و
 خشیت کی درخواست کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنَعَانِيُّ . حَدَّثَنَا مُعْمَرُ بْنُ
عَلِيٍّ الْمَقْدِسِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ تَكْفَلُ لِي مَا بَيْنَ خَلْقِي وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اتَّكَفَلُ
لَهُ بِالْجَنَّةِ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ .
قَالَ أَبُو عِيَسَى : حَدِيثُ سَهْلِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ
سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ .

ترجمہ : ”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون
ہے جو مجھے (دو چیزوں کی) ضمانت دیدے (ایک) اس چیز کی جو
اس کے دونوں جڑوں کے درمیان ہے، (یعنی زبان کی) اور
(دوسرے) اس چیز کی جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان
ہے (یعنی شرمگاہ کی اور ضمانت دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان
دونوں چیزوں کو خلاف حکم خداوندی استعمال نہیں کرے گا)
میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

تشریح : ان دونوں چیزوں کی ضمانت وہی شخص دے سکتا ہے جو اعلیٰ
درجے کا متقی و پرہیزگار ہو اور جو اپنی زبان سے صادر ہونے والے ایک ایک
لفظ کی نگہداشت کرے کہ غفلت میں بھی کوئی لفظ خلاف رضائے الہی اس کی
زبان سے صادر نہ ہو، ظاہر ہے کہ جو شخص زبان کے بارے میں احکام الہیہ کی
نگہداشت اس حد تک کرے گا۔ وہ اپنی دیگر حرکات و سکنات میں احکام
خداوندی کی نگہداشت اس سے بڑھ کر کرے گا۔ اس لئے اس کو جنت کی
ضمانت دی گئی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأُمِّيُّ . حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ ابْنِ
عَجَلَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ وَقَاهُ اللَّهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ ، وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ
دَخَلَ الْجَنَّةَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : أَبُو حَازِمٍ الَّذِي رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ اسْمُهُ سَلْمَانُ
مَوْلَى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةِ وَهُوَ كُوفِيٌّ ، وَأَبُو حَازِمٍ الَّذِي رَوَى عَنْ سَهْلِ
ابْنِ سَعْدٍ هُوَ أَبُو حَازِمٍ الزَّاهِدُ مَدَنِيٌّ ، وَاسْمُهُ سَلَمَةُ بْنُ دِينَارٍ ، وَهَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص
کو اللہ تعالیٰ نے (دو چیزوں کے شر سے) بچا لیا (ایک، اس چیز
کے شر سے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور
(ایک) اس چیز کے شر سے جو اس کی دونوں ٹانگوں کے
درمیان ہے، وہ جنت میں داخل ہو گیا۔“

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ
الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَاعِزٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ :
قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ حَدِّثْنِي بِأَمْرِ أُعْتَصِمُ بِهِ ، قَالَ : قُلْ رَأَى اللَّهُ نَفْسًا اسْتَقِيمَ ،
قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَخَوْفَ مَا يَخَافُ عَلَيَّ ، فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ ، ثُمَّ
قَالَ : هَذَا

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَلَمْ يَرَوْهُ مِنْ غَيْرِ وَجَدَ
عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الثَّقَفِيِّ .

ترجمہ : ”حضرت سفیان بن عبد اللہ الشافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجئے جسے میں مضبوط پکڑ لوں۔ فرمایا، ”یہ کہہ کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہ۔“ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! سب سے زیادہ خوفناک چیز کون سی ہے جس کا آپ میرے حق میں اندیشہ رکھتے ہیں؟ آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا! یہ....“

تشریح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ ”تو کہہ میرا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہ۔“ ایک ایسا جامع ارشاد ہے جو تمام ادا و امر و نواہی کو شامل ہے۔ مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کو رب مان کر اپنی عبادت و بندگی کا اقرار کر لیا، تو اب ساری عمر اس کی دھن رہنی چاہئے کہ مجھ سے کوئی حرکت ایسی صادر نہ ہو جو کریم آقا کے حکم و ارشاد اور اس کی رضا و خوشنودی کے خلاف ہو۔ اگر ایک امر و نہی میں بھی اس کے خلاف ہو گیا تو استقامت میں فرق آگیا، اس لئے دوبارہ عزم اور تجدید نو کی ضرورت ہو گی۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي نَجِيٍّ الْبَغْدَادِيُّ صَاحِبُ
 أَحَدَ بْنِ جَنْبَلٍ. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَاطِبٍ
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ مُعَرَّرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
 لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ قَسْوَةٌ
 لِلْقَلْبِ، وَإِنْ أَبَدَ النَّاسُ مِنَ اللَّهِ الْقَابِ الْقَابِي حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي الْغَضَنِ
 حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 دِينَارٍ عَنِ ابْنِ مُعَرَّرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْوُهُ بِمَعْنَاهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ
إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَاطِبٍ

ترجمہ : ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذکر الہی کے سوا
زیادہ باتیں نہ کیا کرو۔ کیونکہ ذکر الہی کے سوا زیادہ باتیں کرنا
دل کی سختی (کا موجب) ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ سے سب
لوگوں سے زیادہ دور سخت دل ہے۔“

تشریح : مطلب یہ کہ ذکر الہی کو چھوڑ کر زیادہ باتیں کرنے سے دل کی سختی
پیدا ہوتی ہے، جس سے قلب کی استعداد بگڑ جاتی ہے۔ خوف و خشیت اور حب
و رجا وغیرہ سے قلب رفتہ رفتہ خالی ہو جاتا ہے، اور قلب میں ذکر الہی کی طرف
متوجہ ہونے کی صلاحیت نہیں رہتی، اور یہ کیفیت حق تعالیٰ شانہ سے بعد کی
علامت ہے۔۔۔۔۔ اعازنا اللہ منہا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، وَغَيْرُهُ وَاحِدٌ قَالُوا : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
ابْنُ يَزِيدَ بْنِ خُنَيْسٍ الْمَكِّيُّ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ حَسَّانَ الْمَخْزُومِيَّ
قَالَ : حَدَّثَنِي أُمُّ صَالِحٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : كُلُّ كَلَامٍ ابْنِ
آدَمَ عَلَيْهِ لَآلَهُ إِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ أَوْ ذِكْرُ اللَّهِ .
قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ
مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ خُنَيْسٍ .

ترجمہ : ”ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابن آدم کی ہر بات اس کے حق میں مضر ہے، مفید نہیں، مگر بھلائی کا حکم کرنا یا برائی سے روکنا یا اللہ تعالیٰ کا ذکر۔

زہد و عبادت میں اعتدال

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ . . حَدَّثَنَا
أَبُو أَلَيْمٍ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : أَخْبَى رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَبَيْنَ أَبِي الدَّرْدَاءِ ، فَرَأَى سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ
فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذَّلةً فَقَالَ : مَا شَأْنُكِ مُتَبَذَّلةً ؟ قَالَتْ : إِنَّ أَخَاكَ
أَبَا الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا قَالَ : فَلَمَّا جَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ قَرَّبَ إِلَيْهِ
طَعَامًا فَقَالَ : كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ ، قَالَ : مَا أَنَا بِأَكِيلٍ حَتَّى تَأْكُلَ ، قَالَ :
فَأَكَلَ ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لِيَقُومَ ، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ : نَمْ
فَنَامَ ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ فَقَالَ لَهُ نَمْ فَنَامَ ، فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الصُّبْحِ قَالَ لَهُ
سَلْمَانُ : قُمْ الْآنَ فَتَنَا فَصَلِّ قَالَ : إِنْ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ ، وَلِرَبِّكَ
عَلَيْكَ حَقٌّ ، وَلِإِصْرِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ ، وَإِنْ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ ، فَأَمِطِ كُلَّ
ذِي حَقٍّ حَقَّهُ ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ ، فَقَالَ لَهُ :
صَدَقَ سَلْمَانُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ . وَأَبُو أَلَيْمٍ اسْمُهُ عُبَيْدُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ أَخُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ السُّعُودِيِّ

ترجمہ : ”حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی
اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی

بنا دیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت سلمانؓ حضرت ابوالدرداءؓ سے ملنے
 ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ ان کی اہلیہ حضرت ام الدرداءؓ نے اس کی
 میلے کچیلے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے اس کی
 وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداءؓ کو دنیا
 کی کسی چیز میں رغبت نہیں۔ (مطلب یہ کہ عورت کی زیب و
 زینت شوہر کی خاطر ہوتی ہے۔ ان کو اس کی بھی رغبت نہیں
 تو اچھے کپڑے کس کے لئے پہنے جائیں) حضرت ابوالدرداءؓ گھر
 آئے، تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کھانا پیش
 کر کے کہا کہ آپ تناول فرمائیں میرا روزہ ہے۔ انہوں نے
 فرمایا، جب تک آپ نہ کھائیں تب تک میں نہیں کھانے کا۔
 چنانچہ انہوں نے (نفل روزہ مہمان کی خاطر افطار کر دیا۔ اور)
 کھانا کھا لیا۔ رات ہوئی تو حضرت ابوالدرداءؓ نماز کو اٹھنے
 لگے۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا ابھی سو جاؤ۔ چنانچہ ان کے
 کہنے پر وہ سو رہے، پھر نماز کے لئے اٹھنے لگے تو پھر کہا ابھی سو
 رہو۔ چنانچہ وہ پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ جب صبح صادق کا
 وقت قریب ہوا تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا۔ ہاں! اب اٹھ کر
 نماز پڑھو۔ چنانچہ دونوں اٹھے۔ اور نماز تہجد پڑھی۔ حضرت
 سلمانؓ نے فرمایا کہ آپ کے ذمہ آپ کے نفس کا بھی حق
 ہے۔ آپ کے رب کا بھی حق ہے۔ آپ کے مہمان کا بھی حق
 ہے۔ اور آپ کے ذمہ آپ کے اہل خانہ کا بھی حق ہے۔ ہر
 صاحب حق کو اس کا حق ادا کرنا چاہئے۔ پھر یہ دونوں
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور
 پورا قصہ بیان کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ”سلمان نے ٹھیک کہا۔“

تشریح : اس حدیث پاک کا مدعا یہ ہے کہ زہد و عبادت بہت اچھی چیز ہے۔ مگر اس کو بھی اپنی حد کے اندر رہنا چاہئے۔ زہد و عبادت میں اتنا افراط جائز نہیں کہ اہل حقوق کے حقوق بھی تلف ہونے لگیں، یہ مضمون احادیث طیبہ میں بڑی کثرت سے آیا ہے۔

اللہ کو ناراض کر کے انسانوں کو خوش کرنا

حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ نَعْمَانَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ الْوَرْدِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ : كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنْ أَكْتُبَ إِلَى كِتَابًا تُوصِيَنِي فِيهِ ، وَلَا تُكْذِرَنِي عَلَى ، فَكَتَبَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا إِلَى مُعَاوِيَةَ : سَلَامٌ عَلَيْكَ . أَمَّا بَعْدُ : فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَنْ التَّمَسَّ رِضَاءَ اللَّهِ يَسْخَطِ النَّاسَ كِفَاءَهُ اللَّهُ مِائَةَ النَّاسِ ، وَمَنْ التَّمَسَّ رِضَاءَ النَّاسِ يَسْخَطِ اللَّهَ وَكُلَّهُ اللَّهُ إِلَى النَّاسِ ، وَالتَّلَامُ عَلَيْكَ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَحْمَنٍ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بُوْسُفٍ عَنْ شُعْبَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ هِشَامِ بْنِ هُرَاقَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَتَبَتْ إِلَى مُعَاوِيَةَ ، قَدْ كَرِهَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَاهُ ، وَلَمْ يَرْفَعَهُ .

ترجمہ : ”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں خط لکھا کہ مجھے کوئی نصیحت لکھ بھیجے، مگر زیادہ لمبی نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں تحریر فرمایا:

”سلام علیک، اما بعد : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

و سلم سے خود سنا ہے، کہ فرماتے تھے کہ جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کی مشقت سے خود کفایت فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے انسانوں کو خوش کرنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد فرما دیتے ہیں۔ والسلام علیک۔“

قیامت کے حالات

حساب اور بدلے کا بیان

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ خَيْشَةَ عَنْ عَبْدِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا مِنْكُمْ مِنْ رَجُلٍ إِلَّا سَيَكَلُمُهُ رَبُّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُحَانُ ، فَيَنْظُرُ أَيَمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ ، ثُمَّ يَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ ، ثُمَّ يَنْظُرُ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ . قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَقِيَ وَجْهَهُ حَرَّ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ .

فَالْأَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . حَدَّثَنَا أَبُو السَّائِبِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ يَوْمَ هَذَا الْحَدِيثِ عَنِ الْأَعْمَشِ ، فَلَمَّا فَرَّغَ وَكِيعٌ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ : مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ أَهْلِ خُرَّاسَانَ فَلْيَحْتَسِبْ فِي إِظْهَارِ هَذَا الْحَدِيثِ بِخُرَّاسَانَ لِأَنَّ الْجَنَّةَ يُنْكَرُونَ هَذَا ، أَسْمُ أَيُّ السَّائِبِ سَلَمُ بْنُ جَنَادَةَ بْنِ سَلَمٍ بْنِ خَالِدٍ بْنِ جَابِرٍ بْنِ تَمْرَةَ السَّكُونِيُّ .

ترجمہ : ”حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”تم میں سے کوئی شخص نہیں، مگر اس سے اس کا رب قیامت کے دن کلام کرے گا“ اور اس کے درمیان اور اس کے درمیان (یعنی بندے کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان) کوئی ترجمان نہیں ہوگا“ پھر آدمی اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو سوائے ان اعمال کے جو اس نے آگے بھیجے تھے کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ پھر اپنی بائیں جانب نظر کرے گا تو اس کو کوئی چیز نظر نہیں آئے گی، سوائے ان اعمال کے جو اس نے آگے بھیجے تھے، پھر اپنے چہرے کے سامنے نظر کرے گا تو آگ اس کا استقبال کرے گی۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”جو شخص تم میں سے طاقت رکھتا ہے کہ بچائے اپنے چہرے کو آگ سے، خواہ کھجور کی ایک پھانک کے ساتھ تو اس کو ایسا کرنا چاہئے۔“

ابو السائبؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت وکیعؒ نے ہم سے بروایت اعمشؒ یہ حدیث بیان کی۔ جب وکیعؒ اس حدیث کو بیان کر کے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا۔ ”یہاں اہل خراسان میں سے کوئی ہو تو خراسان میں اس حدیث کی اشاعت کر کے ثواب کمائے۔“ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں ”یہ اس لئے کہ بھبیہ اس کا انکار کرتے ہیں۔“

تشریح : اہل حق کا عقیدہ ہے، اور قرآن کریم اور احادیث نبویہ اس میں بہت کثرت کے ساتھ وارد ہوئی ہیں کہ قیامت کے دن انسان کے ہر اچھے اور برے عمل کا حساب ہوگا، اس حدیث پاک میں اس کا ایک نقشہ بیان کیا گیا

ہے کہ ہر بندے کو قیامت کے دن بارگاہ الہی میں پیش ہونا ہوگا، کوئی نہ اس کی ترجمانی کرنے والا ہوگا، نہ اس کی طرف سے وکالت کرنے والا ہوگا، اور دنیا میں جو عمل، اچھے یا برے، چھوٹے یا بڑے، ظاہری یا باطنی، چھپ کر کئے یا اعلانیہ کئے، قیامت کے دن سب لا حاضر کیے جائیں گے اور بندے سے ان کے بارے میں سوال ہوگا، ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے کرم اور اس کی رحمت ہی سے بیڑا پار ہو سکتا ہے ورنہ ہم جیسے گناہ گاروں کے چھوٹنے کی کوئی صورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرمائے۔ اللہم حاسبنی حساباً یسیراً۔

اور یہ جو فرمایا کہ دوزخ سے بچو، خواہ کھجور کی ایک پھانک دے کر، اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ صدقہ بکثرت دیا کرو، اور یہ محض رضائے الہی کے لئے ہو، کیونکہ صدقہ اللہ کے غضب کو بجھاتا ہے، دوسرے یہ کہ اگر کسی کا ایک کھجور کا ایک حصہ تمہارے ذمہ ہو، تو وہ بھی اس کو ادا کرو، کسی کا حق اپنے ذمہ لے کر دنیا سے نہ جاؤ۔ واللہ اعلم۔

یا اللہ! جتنے ہم نے تیرے بندوں کی حق تلفی کی ہے، خواہ عدا یا سہوا، ہمیں معاف فرمادے۔ اور ہم فقیر ہیں، فقیروں پر صدقہ کیا جاتا ہے، آپ اپنی رحمت سے ہم پر صدقہ فرمائیں اور ہماری طرف سے ہمارے تمام حقوق کو ادا فرمادیں۔

اس حدیث میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا رب قیامت کے دن ہمکلام ہوگا، اور بندے کو خود جواب دہی کرنی ہوگی، اس کے اور اس کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، اس حدیث سے حق تعالیٰ شانہ کی صفت کلام ثابت ہوئی، اس لئے امام و کتب اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے تھے کہ اس حدیث کا اعلان خراسان میں ہونا چاہئے کیونکہ وہاں جہمیہ یعنی جہم ابن صفوان کو ماننے والے بکثرت ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے منکر ہیں۔ نعوذ باللہ

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ . حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ ثَمِيمٍ
 أَبُو نُحَيْسٍ . حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ قَيْنِسِ الرَّحْبِيُّ . حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَاحٍ
 عَنْ ابْنِ مُهَرَّمٍ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا تَزُولُ
 قَدَمُ ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْتَلَّ عَنْ تَحْسٍ : عَنْ مُعْزِرٍ
 فِيهِمْ أَفْنَاهُ ، وَمَنْ شَبَّاهُ فِيهِمْ أَبْلَاهُ ، وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ انْفَقَهُ وَمَاذَا
 حَمَلَ فَبِأَيِّ حِلْمٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ
 مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْحُسَيْنِ بْنِ قَيْنِسٍ
 وَحُسَيْنِ بْنِ قَيْنِسٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ مِنْ قَبْلِ حِفْظِهِ
 وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَرَزَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
 فرمایا کہ بندے کے قدم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس
 سے نہیں ہلے گے، یہاں تک کہ اس سے سوال کیا جائے پانچ
 چیزوں کے بارے میں (۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ اس
 نے عمر کو کس چیز میں فنا کیا؟ (۲) اور اس کی جوانی کے بارے
 میں کہ اس نے اس کو کس چیز میں ہنڈایا؟ (۳) اور اس کے
 مال کے بارے میں کہ اس نے کہاں سے حاصل کیا؟ (۴) اور
 یہ کہ مال کس چیز میں خرچ کیا؟ (۵) اور جو چیزیں اس کو
 معلوم تھیں ان میں سے کن چیزوں پر عمل کیا؟“

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . أَخْبَرَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ
 عَامِرٍ . حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

جُرَیجٌ عَنْ أَبِي بَرَزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عَمَلِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ ، وَعَنْ عَمَلِهِ فِيْمَ فَعَلَ ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ ، وَعَنْ جَسَدِهِ فِيْمَ أَبْلَاهُ : قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَصَمِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُرَیجٍ هُوَ بَصْرِيُّ ، وَهُوَ مَوْلَى أَبِي بَرَزَةَ ، وَأَبُو بَرَزَةَ أَمَّهُ تَنْضِلُهُ ابْنُ عَبَّيْدٍ .

ترجمہ : ”حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندے کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے، یہاں تک کہ اس سے (چند چیزوں کے بارے میں) سوال کیا جائے (اور وہ ان کا معقول جواب دے۔ اول) اس کی عمر کے بارے میں (سوال کیا جائے گا) کہ کس چیز میں ختم کی۔ (دوم) اس کے علم کے بارے میں کہ اسے کس چیز میں استعمال کیا۔ (سوم) اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا۔ اور (چهارم) اس کے بدن کے بارے میں کہ اس (کی قوتوں) کو کس چیز میں کمزور کیا۔“

تشریح : یعنی بندے کو اپنی عمر، اپنے مال، اپنے علم اور اپنی بدنی قوتوں کے بارے میں جواب دہی کرنی ہوگی کہ آیا ان تمام چیزوں کا استعمال صحیح ہوا یا غلط؟ خدا و رسول کے احکام کے مطابق ہوا یا ان کے خلاف؟

حساب و کتاب کا مرحلہ بہت ہی دشوار ہے۔ اگر آدمی اپنی زندگی کے ایک دن کا حساب چکانے بیٹھے تو سوچا جاسکتا ہے کہ اس میں کتنی پریشانی ہوگی، اور یہاں تو ایک آدھ دن کا قصہ نہیں بلکہ پوری زندگی کا حساب چکانا ہوگا، یہ

ایسی ہولناک حقیقت ہے کہ اس کے تصور ہی سے روٹنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہماری غفلت لائق تعجب ہے کہ مسکین انسان کو حساب و کتاب کا یہ مرحلہ پیش آنے والا ہے مگر وہ نشہ غفلت میں مدہوش اس ہو شرما مرحلہ سے بالکل غافل اور بے خبر ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو یوم الحساب کے آنے سے پہلے اپنا میزانیہ درست کر لیں۔ اپنے نفع و نقصان کا موازنہ کریں۔ اور جو لغزشیں اور کوتاہیاں سرزد ہو گئی ہیں مرنے سے پہلے ان کا کچھ تدارک کر لیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے حال پر نہایت شفقت ہے کہ جو امتحانی پرچہ اسے قیامت کے دن حل کرنا ہے، اور جن چیزوں کا حساب بے باق کرنا ہے اس کی اطلاع پہلے سے کر دی، تاکہ ہر شخص فکر مندی کے ساتھ اس کی تیاری کرے اور اسے وقت پر پریشانی کا سامنا نہ ہو، حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت و عفو سے اس دن کی پریشانیوں سے محفوظ فرمائیں۔ اور ہمارے عجز و ضعف پر نظر فرما کر ہمارے عیوب کو اپنی مغفرت سے ڈھانک لیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ
ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ : أُنْتَدَرُونَ مَا الْمُنْفِيسُ ؟ قَالُوا : الْمُنْفِيسُ فِينَا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ
لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْمُنْفِيسُ مِنْ
أُمَّتِي مَنْ بَاتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاتِهِ وَصِيَامِهِ وَزَكَاةٍ ، وَبَاتِيَ قَدْ شَتَمَ
هَذَا وَقَذَفَ هَذَا ، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا ، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا ، وَضَرَبَ هَذَا فَيَقْتُلُ
فَيَقْتُلُ هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ ، فَإِنْ فَيَبِتَ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ
أَنْ يُقْتَلَ مَا عَلَيْهِ مِنْ الْخَطَايَا أَخَذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطَرَحَ عَلَيْهِ ثُمَّ طَرَحَ
فِي النَّارِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا هَنَادٌ وَنَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا
 الْحَارِثِيُّ عَنْ أَبِي خَالِدٍ يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أَنْبَسَةَ عَنْ
 سَعِيدِ الْقُبَيْرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
 رَحِمَ اللَّهُ عَبْدًا كَانَتْ لِأَخِيهِ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ فِي عَرْضِ أَوْ مَالٍ، فَجَاءَهُ
 فَأَسْتَحْلَمَهُ قَبْلَ أَنْ يُوَاحِذَ وَلَا يَسْ نَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، فَإِنْ كَانَتْ لَهُ
 حَسَنَاتٌ أَخَذَ مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ حَلَّوْهُ عَلَيْهِ
 مِنْ سَيِّئَاتِهِمْ.

قَالَ أَبُو عِيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ سَعِيدِ
 الْقُبَيْرِيِّ، وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ سَعِيدِ الْقُبَيْرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْمَلَاءِ
 ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ قَالَ: لَتَوَدُّنَّ الْخُفُوقَ إِلَى أَهْلِهَا حَتَّى يُقَادَ لِشَاةِ الْجُلَحَاءِ مِنَ
 الشَّاةِ الْفَرَنَاءِ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ.
 قَالَ أَبُو عِيْسَى: وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ!
 ہم میں مفلس وہ شخص کہلاتا ہے جس کے پاس روپیہ پیسہ اور
 مال و متاع نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر ایسی حالت میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تمت لگائی تھی، کسی کا مال کھایا تھا، کسی کا خون بہایا تھا، کسی کو مارا پیٹا تھا، پس یہ تمام لوگ اپنے حقوق کا بدلہ اس کی نیکیوں سے وصول کریں گے۔ اس کے ذمہ جو لوگوں کے حقوق ہیں اگر ان کے پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو اہل حقوق کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری حدیث میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس کے ذمہ اس کے بھائی کا کوئی غصب کردہ حق ہو خواہ اس کی عزت و آبرو کے متعلق، یا اس کے مال کے متعلق، تو وہ اس کے پاس جا کر اس سے معاف کرا لے، اس سے قبل کہ وہ (قیامت کے دن ان حقوق کی وجہ سے) پکڑا جائے، اور وہاں کوئی درہم و دینار تو ہو گا نہیں، (صرف نیکی اور بدی کا سکہ چلے گا اور انہی کے ذریعہ وہاں حقوق کی ادائیگی ہو گی) پس اس شخص کے پاس اگر کچھ نیکیاں ہوئیں تو اس کی نیکیوں سے معاوضہ لیا جائے گا، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو لوگ اپنے حقوق کے بدلے میں) اس پر اپنے گناہ ڈال دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک تیسری حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اہل حق کو ان کے حق دلوائے جائیں گے،

یہاں تک کہ سینک والی بکری سے بے سینک بکری کا بدلہ دلایا جائے گا۔“

ترشح : قیامت کا دن عدل و انصاف کا دن ہے، دنیا میں اگر کسی کا حق کسی کے ذمہ رہ گیا تھا تو قیامت کے دن ہر صاحب حق کو اس کے حق کا معاوضہ دلایا جائے گا۔ اور چونکہ وہاں نہ روپیہ پیسہ ہو گا، اور نہ کوئی اور سامان کسی کے پاس ہو گا، اس لئے حقوق کا معاوضہ نیکیوں اور بدیوں کی شکل میں دلایا جائے گا۔ یعنی جس کے ذمہ کسی کا کوئی حق باقی ہو گا اس کی قیمت لگا کر اس شخص کی اتنی نیکیاں صاحب حق کو دلائی جائیں گی۔ اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو اصحاب حقوق کے اتنے گناہ اس کے ذمہ ڈالے جائیں گے۔ اس شخص کے مفلس ہونے میں کیا شک ہے جس کی عمر بھر کی کمائی دوسرے لوگ لے جائیں، اور جب وہ خالی ہاتھ ہو جائے تو لوگ اپنا بوجھ بھی اس کے ذمہ ڈال دیں، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصیت فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا حق کسی کے ذمہ واجب ہو تو دنیا ہی میں اسے ادا کر دے یا معاف کرالے تاکہ قیامت کے دن کی رسوائی اور مطالبے سے بچ جائے۔

ان احادیث طیبہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم جو دوسروں کی غیبتیں کرتے ہیں ان کو گالی گلوچ کرتے ہیں، کسی کی تحقیر کرتے ہیں، کسی کو جسمانی یا ذہنی ایذا پہنچاتے ہیں، یا کسی کا مال ہضم کر جاتے ہیں، دراصل یہ اس کا نقصان نہیں بلکہ ہم اپنا نقصان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمیں ان کا معاوضہ ادا کرنا ہو گا۔

اکابرؒ فرماتے ہیں کہ حقوق العباد کا معاملہ ایک لحاظ سے حقوق اللہ سے زیادہ سنگین ہے، کیونکہ حق تعالیٰ شانہ غنی مطلق ہیں معاف بھی کر دیں گے۔ لیکن بندے محتاج ہیں ان سے یہ توقع نہیں کہ وہ معاف کر دیں۔ الا ماشاء اللہ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حقوق العباد کا معاملہ صرف انسانوں تک محدود

نہیں، بلکہ حیوانات تک پھیلا ہوا ہے، باوجودیکہ حیوانات احکام شرعیہ کے مکلف نہیں لیکن اگر ایک بکری نے دوسری بکری سے زیادتی کی ہوگی تو اس کا بدلہ بھی دلایا جائے گا۔ پس انسان جو اپنی عقل و شعور کی بدولت مکلف ہے۔ اگر اس نے کسی جانور پر ظلم کیا ہوگا، اس کا بدلہ بھی اسے دلایا جائے گا۔

فائدہ: قیامت کے دن حقوق سے عمدہ برا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اول تو آدمی کسی کا حق اپنے ذمہ نہ رکھے بلکہ پوری دیانت و امانت کے ساتھ اپنے معاملات کو صاف رکھے۔ اور کسی کی غیبت وغیرہ سے پرہیز کرے، اور اگر غفلت و کوتاہی کی وجہ سے اس کے ذمہ کچھ حقوق لازم ہوں تو ان کی تلافی و تدارک کی کوشش کرے۔

اور تلافی کی تفصیل یہ ہے کہ حقوق یا مالی ہوں گے یا عزت و آبرو سے متعلق۔ اور دونوں صورتوں میں صاحب حق معلوم ہوگا یا نہیں؟ پس یہ کل چار صورتیں ہوں گی۔

اول: حق مالی ہو اور صاحب حق معلوم ہو اس صورت میں اس کا حق ادا کر دے، اور اگر ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس سے معاف کرا لے۔

دوم: حق مالی ہو اور صاحب حق معلوم نہ ہو، مثلاً "کسی شخص سے کوئی چیز خریدی تھی، اس کے دام ادا نہیں کئے تھے، اور وہ شخص کہیں غائب ہو گیا، اب اس کا کچھ اتنا پتا نہیں چلتا، یا وہ شخص مر گیا اور اس کا کوئی وارث بھی معلوم نہیں تو اس صورت میں اتنی رقم اس کی طرف سے صدقہ کر دے۔

سوم: اگر حق غیر مالی ہو اور صاحب حق معلوم ہو، مثلاً "کسی کو مارا تھا یا اسے گالی دی تھی، یا اس کی غیبت کی تھی یا اس کی تحقیر کی تھی تو اس سے معافی مانگنا ضروری ہے۔

چہارم: اگر حق غیر مالی ہو اور اصحاب حقوق معلوم نہ ہوں، یعنی یہ یاد نہیں کہ زندگی بھر میں کس کس کو گالی دی، کس کس کو ستایا، کس کس کی

غیبتیں کیس وغیرہ وغیرہ‘ تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ ان سب کے لئے دعا و استغفار کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ و ندامت کے ساتھ یہ دعا کرتا رہے کہ:

”بارالہ! میرے ذمہ تیرے بہت سے بندوں کے حقوق ہیں‘ اور میں ان کو ادا کرنے یا اصحاب حقوق سے معافی مانگنے پر بھی قادر نہیں ہوں‘ یا اللہ! ان تمام لوگوں کو آپ اپنے خزانہ رحمت سے بدلہ عطا فرما کر انکو مجھ سے راضی کرا دیجئے۔“

یہی تدبیر اس صورت میں اختیار کی جائے جب صاحب حق تو معلوم ہو مگر اس سے معافی مانگنا ممکن نہ ہو یا دینی مصلحت کے خلاف ہو‘ یا کسی کا مالی حق اس کے ذمہ ہو مگر یہ اس کے ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

الغرض حقوق کی ادائیگی یا تلافی کا بہت ہی اہتمام ہونا چاہئے‘ ورنہ قیامت کا معاملہ بہت ہی مشکل ہے۔ حق تعالیٰ اس رو سیاہ پر بھی رحم فرمائیں اور اس کی حماقتوں اور غفلتوں کی وجہ سے جن حضرات کے حقوق اس کی گردن پر ہیں‘ ان کو اپنی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرما کر اس نابکار کی گلو خلاصی کی صورت پیدا فرمادیں تو ان کی رحمت سے کچھ بعید نہیں۔

اللهم انك تعلم انما انا بشر فايما مؤمن

آذيتہ ، شتمتہ ، جلدتہ ، لعنتہ فاجعلها له

صلوة و زكوة و قربة تقربه بها اليك۔۔

قیامت کے دن کے پسینے کا بیان

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُزَيْدَ بْنِ جَابِرٍ . حَدَّثَنِي مُلَيْمٌ بْنُ عَامِرٍ . حَدَّثَنَا الْمُقَدَّادُ
صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذِنَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْعِبَادِ حَتَّى
تَكُونَ قِيدَ مِيلٍ أَوْ اثْنَيْنِ ، قَالَ سَلِمٌ : لَا أَذْرِي أَىِّ الْمِيلَيْنِ عَنِّي ؟ أَسَافَةَ
الْأَرْضِ ، أَمْ الْمِيلَ الَّذِي تَكْتَحِلُ بِهِ الْعَيْنُ ، قَالَ فَتَضَرَّعُ لَهُمُ الشَّمْسُ ،
فَيَكُونُونَ فِي التَّرَقِّيِّ بِقَدْرِ أَعْمَالِهِمْ ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى عَقَبِيهِ ، وَمِنْهُمْ
مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى حِفْوِيهِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ
يُلْجِمُهُ الْجَلَامَا ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ :
أَيُّ يُلْجِمُهُ الْجَلَامَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ مُعَرَّرٍ .

حَدَّثَنَا أَبُو زَكْرِيَا يَحْيَى بْنُ دُرُوسَةَ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا
حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمرَ قَالَ حَمَّادٌ : وَهُوَ عِنْدَنَا
مَرْفُوعٌ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ : يَقُومُونَ فِي الرَّشَحِ إِلَى
أَنْصَافِ آذَانِهِمْ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا هَمَّادٌ . حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ ابْنِ عُمرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ
عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .

ترجمہ : ”حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہو گا سورج بندوں کے قریب لایا جائے گا، یہاں تک میل یا دو میل کے فاصلے پر ہو گا، سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس میل کا ارادہ فرمایا، آیا زمین کی مسافت کا؟ یا وہ میل (یعنی سرمہ کی سلائی) جس سے آنکھوں کو سرمہ لگایا جاتا ہے؟ پس آفتاب ان کی چربی پگھلا دے گا۔ پس لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں نہائے ہوئے ہوں گے۔ کسی کا پیمنہ ٹخنوں تک ہو گا، کسی کا گھٹنوں تک، کسی کا کمر تک، اور کسی کا منہ تک پہنچا ہوا ہو گا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ بعض کا پیمنہ ان کے منہ کو لگام دیئے ہوئے ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

ترجمہ : ”جس دن کھڑے ہوں گے لوگ رب العالمین کے سامنے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ پیمنہ میں کھڑے ہوں گے جو انکے کانوں کے نصف تک پہنچے گا۔“

تشریح : ان احادیث طیبہ میں قیامت کی شدت کو بیان فرمایا ہے کہ اس دن آفتاب بندوں کے قریب لایا جائے گا گرمی کی شدت، قیامت کی ہولناکی

اور انسانوں کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے لوگ پسینے میں نہائے ہوں گے، اور ہر ایک کا پسینہ اس کے اپنے اعمال و کردار کے مطابق ہو گا، یہ مضمون ان دو حدیثوں کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں آیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے قیامت کے دن لوگوں کو اس قدر پسینہ آئے گا کہ ان کا پسینہ زمین میں سترگز تک جائے گا۔ اور ان کے منہ میں لگام کی طرح ہو گا، یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن آفتاب زمین کے قریب لایا جائے گا، پس لوگ پسینہ پسینہ ہو جائیں گے۔ کسی کا پسینہ ایڑیوں تک ہو گا، کسی کا آدھی پنڈلی تک کسی کا گھٹنوں تک کسی کا رانوں تک، کسی کا کمر تک، کسی کا کندھوں تک، کسی کا منہ تک پہنچ کر لگام کی طرح ہو گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا۔ اور کسی کا سر سے اونچا ہو گا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک سر کے اوپر رکھا۔ (متدرک حدیث عقبہ بن عامرؓ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ ”یوم یقوم الناس لرب العالمین“ پڑھی اور فرمایا کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہو گا اور لوگ آدھے دن تک کھڑے رہیں گے، لیکن مومن کے لئے یہ دن صرف اتنے وقفہ کا ہو گا جیسا کہ سورج کے افق کے قریب پہنچنے کے بعد غروب تک کا وقت ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن لوگ جمع کئے جائیں گے تو چالیس سال تک اس طرح کھڑے رہیں گے کہ ان کی نظریں آسمان کی طرف پھٹی کی پھٹی رہیں گی، اور پریشانی کی شدت سے ان کا پسینہ منہ کو آرہا ہو گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن آفتاب کو دس سال کی تپش دی جائے گی پھر اسے لوگوں کی کھوپڑیوں کے قریب لایا جائے گا، یہاں تک کہ

کمانوں کے درمیان کا فاصلہ رہ جائے گا۔ پس لوگوں کو پسینہ آئے گا یہاں تک کہ پسینہ زمین میں قد آدم تک پھیل جائے گا۔ پھر بلند ہو گا یہاں تک کہ غرغره کی وجہ سے آدمی کا سانس گھٹنے لگے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ آفتاب کی گرمی اس دن کسی مومن مرد اور عورت کو نقصان نہیں دے گی، امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مومن سے مراد کامل الایمان ہیں، کیونکہ اوپر حضرت مقدادؓ کی حدیث میں آچکا ہے کہ لوگ اپنے اعمال کی بقدر پسینہ میں ہوں گے۔ (فتح الباری)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی کے پسینے چھوٹ جائیں گے۔ یہاں تک کہ قد آدم تک پسینہ زمین پر بننے لگے گا۔ پھر بلند ہو گا یہاں تک اس کی ناک تک پہنچ جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن آدمی کا پسینہ اس کے منہ کو آتا ہو گا، یہاں تک کہ وہ کہے گا کہ یا اللہ! مجھے اس عذاب سے نجات عطا فرما، خواہ دوزخ میں ڈال دے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اس دن کی بے چینی اس قدر شدید ہوگی کہ کافر کا پسینہ اس کے منہ کی لگام بنا ہوا ہو گا، عرض کیا گیا کہ اہل ایمان کہاں ہوں گے؟ فرمایا، سونے کی کرسیوں پر ہوں گے، اور بادل ان کو سایہ کئے ہوں گے۔

(بیہقی فی البعث عن عبد اللہ بن عمرو)

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن آفتاب لوگوں کے سروں پر ہو گا۔ اور ان کے اعمال ان پر سایہ فگن ہوں گے۔

(والروایات کھانی فتح الباری)

ان احادیث سے قیامت کے ہوش ربا دن کی ہولناکیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ قیامت کے احوال میں ہر شخص کی حالت اس کے اعمال کے مناسب دوسروں سے مختلف ہوگی، سب سے زیادہ شدت

کفار پر ہوگی، ان سے دوسرے مرتبہ میں ان لوگوں پر جو کبار کے مرتکب تھے۔ ان سے کم ان اہل ایمان پر جو کبار سے اجتناب کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوں گے جن کو عرش الہی کا سایہ نصیب ہو گا۔ اور وہ اس دن کے احوال سے مامون ہوں گے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہدا اور نیک مومنین سے ان کے اپنے اپنے درجات کے مطابق اکرام و احسان کا معاملہ ہو گا۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

”أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُونَ . الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَانُوا

(یونس - ۶۳)

يَتَّقُونَ“

ترجمہ: ”یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے

ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے جو لوگ کہ ایمان لائے اور

ڈرتے رہے۔“

ان احادیث سے مدعا یہ ہے کہ ہم خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس خوفناک دن کے لئے جو بہر حال ہر شخص کو پیش آنے والا ہے تیاری کریں۔ ان اسباب کو اختیار کریں جن کے ذریعہ ان احوال سے چھٹکارا نصیب ہو، ہم سے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جتنی کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں، ان سے توبہ کر کے ان کی تلافی و تدارک کا اہتمام کریں اور کریم آقا کی بارگاہ میں ہمیشہ التجا کرتے رہیں کہ محض اپنے لطف و احسان سے ہمیں قیامت کے دن کی ذلت و رسوائی سے محفوظ رکھیں۔ دنیا کی آلائشوں سے پاک صاف کر کے یہاں سے لے جائیں اور قیامت کے دن اپنے مقبول بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرمائیں جس شخص کو قیامت کا سامنا ہو اس کا غفلت و بے پروائی میں زندگی گزارنا لائق صد افسوس ہے۔

«فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ فِى
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي
بِالصَّالِحِينَ ، اللَّهُمَّ إِنْ مَغْفِرَتَكَ أَوْسَعُ لِي
مِنْ ذَنْبِي ، وَرَحْمَتَكَ أَرْجَى عِنْدِي مِنْ
عَمَلِي ، اللَّهُمَّ لَا تَخْزِنِي فَإِنَّكَ بِي عَالِمٌ وَلَا
تُعَذِّبْنِي فَإِنَّكَ عَلَيَّ قَادِرٌ»

حشر كايان

باب

مَا جَاءَ فِي شَأْنِ الْخُسْرِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الرُّبَيْرِيُّ .
حَدَّثَنَا شُعْبَانُ عَنْ الْمَيْمُونَةِ بْنِ الشُّمَّانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يُخْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
خُفَاةَ عُرَاةٍ غُرُلًا ^(١) كَمَا خَلَقُوا ، ثُمَّ قَرَأَ : كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نَعِيدُهُ وَهَذَا
عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ، وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسَى مِنَ الْخَلَائِقِ إِبْرَاهِيمُ ، وَيُؤْخَذُ
مِنْ أَمْتَيْهِ بِرِجَالِ ذَاتِ الْيَمِينِ وَذَاتِ الشِّمَالِ ، فَأَقُولُ : يَا رَبُّ أَصْحَابِي ،
فَيَقَالُ : إِنَّكَ لَا تَذَرِي مَا أَخَذْتُوا بِمَذَكْ ، إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَهْقَابِهِمْ
مُنْذُ قَارَعْتَهُمْ ، فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْمَبْدُ الصَّالِحُ : إِنْ تَمَذَّبْتُمْ فَلَهُمْ هَبَاذُكَ وَإِنْ
تَنَفَّرْتُمْ فَلَكُمْ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ

شُعْبَةَ عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ النُّعْمَانِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.
قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو جمع کیا جائے گا قیامت کے دن ایسی حالت میں کہ برہنہ پا، برہنہ بدن اور غیر محتون ہوں گے، جیسا کہ پیدائش کے وقت تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی :

” كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعَدًّا عَلَيْنَا
إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ“.

(الانبیاء - ۱۰۴)

ترجمہ : جیسا کہ سرے سے بنایا تھا ہم نے پہلی بار پھر اس کو دہرائیں گے، وعدہ ضرور ہو چکا ہے ہم پر، ہم کو پورا کرنا ہے۔

اور مخلوق میں سے پہلے شخص جن کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے۔ اور میرے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو دائیں جانب اور بعض کو بائیں جانب (یعنی دوزخ کی طرف) لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا کہ یا اللہ! یہ تو میرے اصحاب ہیں، پس کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ آپ جب سے ان سے جدا ہوئے یہ ہمیشہ مرتد رہے۔ پس میں کہوں گا جیسا کہ نیک بندے (حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) نے کہا: ”یا اللہ! اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے

بندے ہیں، اور اگر آپ ان کی مغفرت فرما دیں تو آپ
زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔“

تشریح: حشر کے معنی جمع کرنے کے ہیں، قیامت کے دن تمام لوگوں کو
ایک میدان میں جمع کیا جائیگا اس لئے قیامت کا دن یوم البعث اور یوم الحشر
کہلاتا ہے۔

اس حدیث پاک میں چند مضامین ارشاد ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ پیدائش
کے وقت انسان کی جو حالت ہوتی ہے یعنی ننگے پاؤں، برہنہ بدن اور غیر مختون
اسی حالت میں لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔

یہ مضمون بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ
عنها سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ
ننگے پاؤں، برہنہ بدن، اور غیر مختون اٹھائے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی
اللہ عنها فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا مرد اور عورتیں ایک
دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معاملہ
اس سے کہیں سخت ہو گا کہ کسی کو اس کا خیال بھی آئے۔ (صحیح بخاری)
ایک روایت میں ہے کہ عائشہ! معاملہ اس سے کہیں سخت ہو گا کہ کوئی
کسی کو دیکھے۔ (صحیح مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ!
ہمیں ننگے بدن شرم نہیں آئے گی؟ فرمایا عائشہ! حالت اس سے زیادہ خوفناک
ہو گی کہ ایک دوسرے کو دیکھیں۔ (ابن ابی شیبہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ستر کا کیا
ہو گا؟ فرمایا، اس دن ہر شخص کی اپنی حالت فکر کے لئے کافی ہو گی۔

(نسائی۔ حاکم)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، ہائے ہمارے

ستر کھل جائیں گے؟ مرد عورت سب اکٹھے اٹھائے جائیں گے، اور ایک دوسرے کے ستر کو دیکھتے ہوں گے؟ فرمایا ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اس کے لئے کافی ہوگی۔ نہ مرد عورتوں کو دیکھیں گے نہ عورتیں مردوں کو دیکھیں گی، ہر شخص دوسروں سے ہٹ کر اپنی حالت میں مشغول ہوگا۔ (حاکم)

یہ مضمون حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سہل بن سعدؓ کی روایت سے بھی مروی ہے کہ لوگ پاپادہ، ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر محتون اٹھائے جائیں گے، سہل بن سعدؓ کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا مرد لوگ عورتوں کو (برہنہ) دیکھیں گے؟ فرمایا، اس دن ان میں سے ہر شخص کو اپنی حالت بس ہوگی، (کسی دوسرے کی طرف دھیان کی کس کو فرصت ہو گی)۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی مضمون منقول ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ قیامت کے دن لوگ برہنہ بدن و برہنہ پا اٹھائے جائیں گے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہائے ستر کھلنے کی رسوائی! ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے، فرمایا ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی، عرض کیا، کیا مشغولی ہوگی؟ فرمایا، ہر ایک کا نامہ عمل کھول دیا جائے گا، جس میں ذرہ برابر اور رائی برابر عمل بھی موجود ہوگا۔

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بھی یہ مضمون مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لوگ ننگے پاؤں، برہنہ بدن اور غیر محتون اٹھائے جائیں گے، پسینے نے ان کے منہ کو لگام دے رکھی ہوگی اور وہ کانوں کی لو تک پہنچا ہوا ہوگا، میں نے عرض کیا کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے، فرمایا ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی، ہر شخص اس دن ایسی حالت میں ہوگا کہ اس کو کسی دوسرے کی طرف التفات ہی نہیں ہوگا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مضمون مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں، ننگے بدن اٹھائے جائیں گے۔ ایک خاتون نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم میں سے بعض بعض کو کیسے دیکھ سکیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا کہ اس طرح نظریں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی ہو گئی، اس خاتون نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے لئے تو دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے ستر کو ڈھانک دیں۔ آپؐ نے دعا فرمائی یا اللہ! اس کے ستر کو ڈھانک دیجئے۔ (الروایات کلمانی فتح الباری)

ان احادیث طیبہ سے واضح ہے کہ قیامت کے دن لوگ لباس عریانی میں اٹھائے جائیں گے۔ ابوداؤد (۲) - ۸۸ باب ما یستحب من تطہیر ثیاب المیت عند الموت) میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو نئے کپڑے منگوا کر پہنے، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ :

”ان المیت یبعث فی ثیابہ التی یموت

فیہا...

ترجمہ : مرنے والے کو انہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا

جن میں مرے گا۔

بعض اہل علم کے نزدیک حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ثیاب (کپڑوں) سے مراد اعمال ہیں۔ یعنی جن اعمال میں آدمی کی موت آتی ہے اسی حالت میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ یہ مضمون دوسری احادیث میں بھی وارد ہوا ہے، اور بعض حضرات نے اس کو شہدا کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ کیونکہ جن کپڑوں میں وفات ہو شہید کو انہی کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے۔ جب کہ دوسرے لوگوں کے وہ کپڑے اتار لئے جاتے ہیں

اور کفن پہنایا جاتا ہے۔ بہر حال قبروں سے اٹھتے دقت لوگوں کے بدن پر لباس نہیں ہو گا، بلکہ ہر شخص کی حیثیت و مرتبہ کے مطابق اسے بعد میں لباس پہنایا جائے گا۔

دوسرا مضمون اس حدیث پاک میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا یہ اکرام شاید اس بنا پر ہو گا کہ نمود نے ان کو برہنہ کر کے آگ میں ڈالا تھا۔ علمائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنائے جانے کے بارے میں دو احتمال ذکر کئے ہیں، ایک یہ کہ یہ اولیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کے اعتبار سے ہے۔ یعنی پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس پہنایا جائے گا۔ اور پھر باقی سب لوگوں سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو۔ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولیت دوسروں کے اعتبار سے بیان فرمائی ہے، تکلم خود اپنا ذکر نہیں کرتا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جزئی فضیلت ہے، اس احتمال کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

”اول من یکسی يوم القيامة خليل الله

عليه السلام قبطتين ، ثم یکسی محمد

صلى الله عليه وسلم حلة حبرة عن يمين

العرش (۱)۔“ (فتح الباری: ص ۳۸۴ ج ۱۱)

۱ اخرجه ابن المبارك في الزهد. من طريق عبد الله بن الحارث عن علي مختصراً موقوفاً
واخرجه ابو يعلى مطولاً - (فتح الباری کتاب الرفاق باب الحشر: ص ۳۸۴ ج ۱۱)

ترجمہ: ”قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو قطبی طرز کی دو چادریں پہنائی جائیں گی۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کی داہنی جانب یعنی طرز کا حلہ پہنایا جائے گا۔“

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث میں امام بیہقی نے یہ اضافہ نقل فرمایا ہے:

”واول من یکسی من الجنة ابراہیم ،
یکسی حلة من الجنة ویؤتی بکرسی
فیطرح عن یمین العرش - ثم یؤتی بی
فاکسی حلة من الجنة لایقوم لها البشر ،
ثم یؤتی بکرسی فیطرح علی ساق العرش
وهو عن یمین العرش“ (فتح الباری : ص ۳۸۴ ج ۱۱)

ترجمہ: ”اور سب سے پہلے جسے جنت کا لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہونگے، انہیں جنت کا حلہ پہنایا جائے گا، پھر ان کے لئے ایک کرسی لائی جائے گی اور عرش کی داہنی جانب بچھائی جائے گی۔ اس کے بعد مجھے لایا جائے گا۔ پس مجھے جنت کا ایسا حلہ پہنایا جائے گا کہ آدمی اس (کے حسن) کی تاب نہیں لا سکتا۔ پھر میرے لئے ایک کرسی لائی جائے گی جو عرش کی داہنی جانب عرش کے ستون پر بچھائی جائے گی۔“

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ ہمارے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف سے انہی کپڑوں میں اٹھایا جائے، جو وصال کے وقت زیب بدن تھے، اور جنت کا یہ حلہ بطور کرامت کے پہنایا جائے۔ واللہ اعلم۔

تیسرا مضمون اس حدیث پاک میں یہ بیان ہوا ہے کہ کچھ لوگوں کو بائیں جانب یعنی جنم کی طرف لے جایا جائے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں، فرمایا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ یہ لوگ آپ کے بعد اٹے پاؤں پھر گئے تھے۔

یہ گفتگو غالباً "حوض کوثر پر ہوگی۔ کیونکہ متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت حوض کوثر پر حاضر ہوگی تو کچھ لوگوں کو روک دیا جائے گا، اس پر یہ گفتگو ہوگی۔

ان لوگوں سے کون مراد ہیں جن کو روک دیا جائے گا؟ اس میں علما کے متعدد اقوال ہیں۔ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۴۹۰) میں امام بخاریؒ کے شاگرد فریجی نے امام بخاریؒ کے حوالے سے ان کے شیخ قیسہ بن عقبہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مرتد ہو گئے تھے اور جن سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا۔ امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ بعد اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی مرتد نہیں ہوا۔ مرتدین اکھر قسم کے دیہاتی و بدوی تھے (جن کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ان میں سے اکثریت ان لوگوں کی تھی، جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا بھی موقع نہیں ملا تھا اور جو معدودے چند افراد حاضر خدمت ہوئے بھی انہوں نے بھی محض ظاہری اطاعت قبول کی تھی۔ حقیقت ایمان ان کے دل میں راسخ نہیں ہوئی تھی) بعض حضرات فرماتے ہیں اس سے منافقین مراد ہیں، اور بعض نے کہا اس سے اہل کبار یا اہل بدعت مراد ہیں۔ صحیح بخاری (۲ - ۹۷۵) میں ہے کہ حضرت ابن ابی ملیکہ ؓ فرماتے ہیں جب اس

حدیث کو روایت کرتے تو یہ دعا کیا کرتے تھے:

.. اللهم انا نعوذ بك ان نرجع على

اعقابنا او نفتن عن ديننا..

(صحیح بخاری : ص ۹۷۵ ج ۲)

ترجمہ : ”اے اللہ! ہم اس بات سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم اٹے پاؤں لوٹ جائیں، یا اپنے دین کے معاملہ میں فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔“

اور صحیح بخاری کے حاشیہ میں علامہ قسطلانیؒ سے نقل کیا ہے کہ ہمارے علمائے فرمایا ہے کہ وہ تمام لوگ جو دین سے پھر گئے، یا انہوں نے دین میں ایسی بات ایجاد کی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ تھی اور جس کی اجازت نہیں تھی، یہ لوگ حوض سے پٹا دیئے جائیں گے اور اس سے دور رکھے جائیں گے، ان میں سرفرست وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کی جماعت کے خلاف رہے۔ جیسے خارجیوں، رافضیوں اور معتزلیوں کے تمام فرقے۔ کیونکہ یہ سب لوگ دین کو بدلنے والے ہیں۔ اسی طرح وہ ظالم و مسرف جو جو ر و ستم کے مرتکب تھے۔ حق کو مٹاتے اور اہل حق کو قتل کرتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے تھے۔ نیز جو لوگ کبیرہ گناہوں کا علانیہ ارتکاب کرتے اور گناہوں کو ہلکی چیز سمجھتے تھے، یہ لوگ بھی حوض کوثر سے محروم رہیں گے۔

.. اللهم لا تمكر بنا عند الخاتمة واجعلنا من

الفائزين الذين لا خوف عليهم ولا هم

يخزنون ، واسقنا من حوض نبينا محمد

صلی اللہ علیہ وسلم برحمتك يا ارحم

الراحمين..

یا اللہ! ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائیے، اور ہمیں ان کامیاب لوگوں میں سے بنادیتجئے جن پر نہ کوئی خوف ہو گا۔ اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ اور ہمیں ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے سیراب کیجئے۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ . حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هُرُونَ . أَخْبَرَنَا
بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّكُمْ تَخْشَوْنَ رِجَالًا وَرُكْبَانًا ، وَتَجْرُونَ عَلَى
وُجُوهِكُمْ .

وَالْبَابُ مِنَ أَبِي هُرَيْرَةَ .

قَالَ أَبُو هَيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا
(حضرت معاویہ بن حیدہ) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے
ہوئے سنا ہے، کہ تم لوگوں کو جمع کیا جائے گا پیدل اور سوار
اور تم کو گھسیٹا جائے گا چہروں کے بل۔“

تشریح : مطلب یہ ہے کہ لوگوں کا حشر تین طرح سے ہو گا۔ بعض کا
پایادہ، بعض کا سوار یوں پر اور بعض کو چہرے کے بل پر گھسیٹ کر میدان محشر
میں لایا جائے گا۔ پہلی جماعت عام مومنین کی ہو گی۔ دوسری جماعت سائقین و
مقرنین کی ہو گی۔ اور تیسری جماعت کفار کی۔ یہی مضمون حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا:

”یحشر الناس يوم القيامة ثلاثة اصناف
 صنفاً مشاةً ، وصنفاً ركباناً ، وصنفاً على
 وجوههم ، قيل يا رسول الله: كيف
 يمشون على وجوههم؟ قال ان الذي
 امشاهم على اقدامهم قادر على ان
 يمشيهم على وجوههم - اما انهم يتقون
 بوجوههم كل حذب وشوك...“

(ترمذی ص ۱۴۲ ج ۲)

ترجمہ: ”قیامت کے دن لوگوں کو تین گروہوں کی شکل
 میں جمع کیا جائے گا ایک گروہ کو پیدل، دوسرے کو سوار یوں پر
 اور تیسرے کو منہ کے بل، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ منہ
 کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا: جس نے ان کو قدموں پر چلایا
 وہ اس پر بھی قادر ہے کہ انہیں منہ کے بل چلائے۔
 آگاہ رہو کہ وہ اپنے چہروں کے ذریعہ ہر بلندی اور گائے
 سے بچاؤ کریں گے۔“ (ترمذی ج ۲ ص ۱۴۲)

قیامت کے دن کی پیشی

باب

ما جاء في الترضي

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ عَليٍّ مِّنْ

الْحَسَنُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ، فَأَمَّا عَرَضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيرُ، وَأَمَّا الْعَرَضَةُ الثَّلَاثَةُ: فَمِنْ ذَلِكَ تَطْيِيرُ "سُحُفٍ فِي الْأَبْدَى"، فَآخِذٌ بِيَمِينِهِ وَآخِذٌ بِشِمَالِهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَلَا يَصِحُّ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ قِبَلِ أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ قَلِيلِ الرَّفَاعِيِّ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَلَا يَصِحُّ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ قِبَلِ أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي مُوسَى.

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوگی۔ پہلی دو پیشیوں میں تو بحث، جھگڑا اور عذر معذرتیں ہوگی، اور تیسری پیشی میں نامہ اعمال (کے نتائج) ہاتھوں میں پکڑائے جائیں گے۔ پس کوئی داہنے ہاتھ میں لے گا۔ اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔“

تشریح: یعنی پہلی دو پیشیوں میں تو یہ ہو گا کہ جب مجرموں کے سامنے ان کے نامہ عمل پیش کئے جائیں گے تو وہ انکار و گریز کی کوشش کریں گے۔ کبھی یہ کہیں گے کہ یہ ہمارے اعمال ہی نہیں، ہمارے نام جھوٹ موٹ لکھ دیئے گئے ہیں، کبھی کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، ہم تو بالکل بے خبر تھے۔ کبھی کہیں گے کہ ہمارے بڑوں نے ہمیں گمراہ کیا، ہم تو ان کے تابع تھے، ہمارا کوئی قصور نہیں۔ کبھی کہیں گے کہ ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے ہم نیک اور فرمانبردار بن کر آئیں گے۔

الغرض اس طرح کے سو، سو عذر اور بہانے کر کے جان بچانے کی کوشش کریں گے۔ مگر یہ سارے بہانے بے کار جائیں گے، اور ان کی ساری کٹ جھینوں کو ایک ایک کر کے توڑ دیا جائے گا، بالآخر جب مجرموں کے پاس کوئی حجت باقی نہیں رہے گی تو تیسری پیشی میں ہر ایک کی قسمت کا آخری فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار بندوں کو نہایت عزت و اکرام کے ساتھ جنت کا پروانہ ان کے دائیں ہاتھ میں عطا کیا جائے گا، جسے پڑھ کر وہ باغ باغ ہو جائیں گے اور ساری کلفتیں اور مشقتیں بھول جائیں گے۔ اور مجرموں اور نافرمانوں کو لعنت کا طوق پہنا کر ان کی سزا کا فیصلہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ بصد ذلت و خواری واصل جہنم ہوں گے۔

اللهم نعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك

من عقوبتك .

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَنْ نَوَّسَ الْحِسَابَ هَلَكَ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ : فَأَمَّا مَنْ أُوْنِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَتَوَفَّ بِحَسَبِ حِسَابَا يَسِيرًا ، قَالَ ذَلِكَ الْمَرَضُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ وَرَوَاهُ أَيُّوبُ أَيْضًا عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ .

ترجمہ : ”حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ ہلاک ہو گیا، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ

تو ارشاد فرماتے ہیں: ”سو جس کو ملا اعمال نامہ اس کا داہنے ہاتھ میں تو اس سے حساب لیں گے آسان حساب۔“

(الاشفاق: ۵ ترجمہ شیخ الحداد)

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس سے مراد

اعمال نامہ پیش ہونا ہے۔“

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شبہ یہ تھا کہ آیت کریمہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا حساب آسان ہو گا وہ رحمت و مغفرت کا مورد ہوں گے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا بھی حساب ہوا وہ ہلاک ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ آیت کریمہ میں جس آسان حساب کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا اعمال نامہ اس کے سامنے پیش کر کے (کہ تو نے فلاں فلاں وقت، فلاں فلاں اعمال کئے) اس سے چشم پوشی و درگزر کا معاملہ کیا جائے، اس کے کسی عمل پر کوئی بحث اور باز پرس نہ کی جائے کہ یہ کیوں کیا؟ یا کیوں نہیں کیا؟ لیکن جس شخص سے یہ باز پرس ہو گئی وہ مارا گیا۔ کیونکہ اس باز پرس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہو گا۔ پہلی صورت حساب یسیر (آسان حساب) کی ہے اور دوسری صورت مناقشہ کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث کتب حدیث میں بہت سے طرق اور مختلف الفاظ میں مروی ہے۔ مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نماز میں دعا مانگتے سنا:

یا اللہ! مجھ سے آسان حساب لیجئے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا، یا

رسول اللہ! یسیر (آسان حساب) کیا ہے؟ فرمایا، وہ یہ ہے کہ بندے کا نامہ عمل پیش کیا جائے پھر (بغیر کسی جرح کے) اس سے درگزر کی جائے، عائشہ! اس دن جس کے حساب میں مناقشہ ہوا وہ مارا گیا۔

بزار اور طبری کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آسان حساب کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ بندے کے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں، پھر ان گناہوں پر اس سے (باز پرس نہ کی جائے بلکہ) درگزر کا معاملہ کیا جائے۔ (فتح الباری)

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن کو قریب کریں گے پس اپنا پردہ اس پر ڈال کر اس کو چھپا دیں گے۔ پھر اس سے فرمائیں گے تم جانتے ہو تم نے فلاں فلاں گناہ کئے تھے وہ عرض کرے گا، ہاں اے رب! (واقعی یہ گناہ میں نے کئے تھے) یہاں تک وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا، اور یہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہو گیا تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرمائیں گے کہ میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا، اور آج تیرے یہ گناہ معاف کرتا ہوں۔ تب اس کی نیکیوں کا پروانہ اسے عطا کیا جائے گا۔ (یہ تو بندہ مومن سے معاملہ ہو گا) باقی رہے کفار و منافقین تو سب کے سامنے ان پر یہ منادی کی جائے گی کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا، سنو! اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ظالموں پر۔ (مشکوٰۃ ص ۳۸۵)

ان احادیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کریم آقا کا معاملہ ہر شخص کے ساتھ اس کے حسب حال ہو گا، بعض سعادتمندوں کے بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل کئے جانے کا اعلان فرما دیا جائے گا، بعض کے ساتھ حساب یسیر کا معاملہ ہو گا کہ ان کا نامہ عمل ان کے سامنے پیش کر کے ان سے

غفور و مغفرت کا معاملہ فرمایا جائے گا۔

بعض کے ساتھ مزید لطف و احسان یہ ہو گا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کر کے فرمایا جائے گا کہ ان گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جائے۔ اس بے پایاں فضل و احسان کو دیکھ کر بندہ بے اختیار پکار اٹھے گا کہ یا اللہ! میرے بڑے بڑے گناہ تو ابھی باقی ہیں، وہ تو ابھی پیش ہی نہیں ہوئے۔ سبحان اللہ! کیا شان کرم ہے کہ گناہ گاروں کو ان کے قصوروں پر سزا کے بجائے انعام مل رہا ہے، اور مجرم نشہ رحمت سے سرشار ہو کر اپنے جرائم کا خود اظہار کر رہے ہیں۔ ولنعم ما قال الشيخ الشيرازي۔

وگر در دہد یک صلای کرم
عزایل گوید نصیب برم

اللہ تعالیٰ کا بندے کو بھلا دینا

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَفْرٍ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا
إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ وَتَمَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ : نَجَّاهُ يَا بَنِي آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ بَدَجٌ ^(۱) . فَيُؤْتَفُ بِبَيْنِ يَدَيِ اللَّهِ ،
فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ : أَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ ^(۲) وَأَنْقَمْتُ عَلَيْكَ ، فَمَاذَا مَنَنْتَ ؟
فَيَقُولُ : يَا رَبِّ جَمَعْتُهُ وَتَمَرَّنُهُ فَمَرَّ كُنْهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِنِي آتِيكَ بِهِ ،
فَيَقُولُ لَهُ : ارْنِي مَا قَدَّمْتَ ، فَيَقُولُ يَا رَبِّ جَمَعْتُهُ وَتَمَرَّنُهُ فَمَرَّ كُنْهُ أَكْثَرَ
مَا كَانَ ، فَارْجِنِي آتِيكَ بِهِ ، فَأِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا ، فَيَنْفَعِي بِهِ
إِلَى النَّارِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْحَسَنِ
قَوْلُهُ وَلَمْ يَسْنِدُوهُ ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ بَضَفَّ فِي الْحَدِيثِ مِنْ

قَبْلِ حِفْظِهِ

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ .

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا
 مَالِكُ بْنُ سَعْدٍ أَبُو مُحَمَّدٍ التَّمِيمِيُّ السَّكَوِيُّ . حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَا : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
 'يَوْمَانِي بِالْبَيْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ : أَلَمْ أَجْعَلْ لَكَ تَنَمًّا وَبَصْرًا
 وَمَالًا وَوَلَدًا ، وَخَدْرْتَ لَكَ الْأَنْعَامَ وَالْخُرْتُ ، وَتَرَكَكَ تَرَأْسُ وَتَرَبَّعَ' (۱)
 فَكُنْتَ تَنْظُنْ أَنَّكَ مُلَاقِي يَوْمَكَ هَذَا ؟ قَالَ : فَيَقُولُ لَا ، فَيَقُولُ لَهُ الْيَوْمَ
 أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ الْيَوْمَ أَنْسَاكَ
 يَقُولُ الْيَوْمَ أَنْتُ كَلَّ فِي الْعَذَابِ هَكَذَا فَسَرُّهُ .
 قَالَ أَبُو عِيسَى : وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هَذِهِ الْآيَةَ (فَالْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ)
 قَالُوا إِنَّمَا مَغْنَاهُ الْيَوْمَ تَرُكُكُمْ فِي الْعَذَابِ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن
 آدمی کو ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ وہ بھیڑ کے بچے کی طرح
 (ذلیل و حقیر) ہو گا، پس اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا
 جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تجھ کو بہت کچھ عطا کیا
 تھا، میں نے تجھے مال و دولت سے نوازا تھا، میں نے تجھ پر
 انعامات کئے تھے، پس تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ اے
 پروردگار میں نے مال خوب جمع کیا اور اسے خوب بڑھایا، اور
 اسے زیادہ سے زیادہ حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ اب مجھے

واپس کر دیجئے! میں اسے لے کر آتا ہوں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ مجھے یہ بتا کہ تو نے آگے کیا بھیجا تھا؟ وہ کہے گا، اے پروردگار میں نے اسے خوب جمع کیا اور خوب بڑھایا اور اسے زیادہ سے زیادہ حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں، اب مجھے واپس بھیج دیجئے۔ وہ سارے کا سارا آپ کو لا کر دیدوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندے نے کوئی خیر آگے نہ بھیجی ہو تو اسے دوزخ کی طرف چلتا کر دیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن بندے کو بارگاہ الہی میں پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے، کیا میں نے تیرے کان اور آنکھیں (اور دیگر اعضا صحیح سالم) نہیں بنائے تھے؟ کیا تجھ کو مال و اولاد نہیں دی تھی؟ کیا چوپاؤں اور مویشیوں کو تیرے لئے مسخر نہیں کیا تھا؟ اور کیا تجھے ایسا نہیں بنا دیا تھا کہ تو لوگوں پر سرداری کرتا تھا، اور لوگوں سے خراج وصول کرتا تھا؟ یہ بتا کہ کیا تو اس دن کی ملاقات کا گمان رکھتا تھا؟ بندہ کہے گا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے آج میں بھی تجھے بھلا دوں گا جیسا کہ تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔

تشریح: بھلا دینے سے مراد ہے عذاب میں چھوڑ دینا اور خبرگیری نہ کرنا مطلب یہ کہ تو میری بے شمار نعمتوں سے نفع اٹھاتا رہا مگر تو نے میرے احکام کی پروا نہیں کی، اور نہ آخرت کی پیشی اور حساب و کتاب کو یاد رکھا اس کی پاداش میں آج تجھ کو اس طرح عذاب میں رکھا جائے گا جیسے کسی چیز کو رکھ کر

بھول جاتے ہیں۔

یہ انسان کی بڑی رذالت اور کمینگی ہے کہ وہ انعامات الہیہ کی ناشکری کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی طاعت و بندگی میں خرچ کرنے کے بجائے اس کی نافرمانی و حکم عدولی میں صرف کرے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ .
أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْفَرُّی
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ
أَخْبَارَهَا) قَالَ : أَتَذَرُونَ مَا أَخْبَارُهَا ؟ قَالُوا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَهْلُ ، قَالَ : فَإِنْ
أَخْبَارَهَا أَنْ تَنْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا أَنْ تَقُولَ عَمِلَ
كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا ، قَالَ فَهَذِهِ أَخْبَارُهَا
قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: یومئذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا“ (اس دن بیان کرے گی زمین اپنی خبریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا، اس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر بندے اور بندہ پر گواہی دے گی جس شخص نے جو عمل اس کی پشت پر کیا تھا، یوں کہے گی کہ فلاں شخص نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں عمل کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کا حکم دیا (اور وہ حکم الہی سے بیان کرے گی)۔“

تشریح : انسان جو نیک یا بد عمل کرتا ہے تو اس کا ایک ریکارڈ تو علم الہی میں موجود ہے اور دوسرا لوح محفوظ میں محفوظ ہے۔ تیسرا کراما" کاتین کے نامہ اعمال میں ثبت ہو رہا ہے، چوتھا انسان کے اعضا و جوارح میں ریکارڈ ہو رہا ہے۔ پانچواں زمین کی سطح میں ریکارڈ ہو رہا ہے، جس طرح ٹیپ ریکارڈر انسان کی آواز کو ریکارڈ کرتا ہے۔ اور جس طرح ٹیلی ویژن کے آلات سے اس کی ایک ایک حرکت و سکون کو محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح زمین بھی انسان کے اچھے، برے اعمال کو ریکارڈ کر رہی ہے، اور قیامت کے دن وہ اپنا تمام ریکارڈ اگل دے گی، اور انسان کے ایک ایک عمل پر گواہی دے گی کہ اس نے فلاں وقت نماز نہ پڑھی تھی، چوری کی تھی، کسی نامحرم کو بری نظر سے دیکھا تھا وغیرہ ذالک۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی شان کریبی سے بندہ کی پردہ پوشی فرمائیں تو ان کی رحمت ہے، ورنہ جب انسانی اعضا و جوارح اور زمین کے اجزا بھی اس کے خلاف شہادت دینے لگیں تو اس کی ذلت و رسوائی کا کیا ٹھکانا ہے۔

اللهم استر عوراتنا وامن روعاتنا ، اللهم

لا تخزنی فانک بی عالم ولا تعذبنی فانک

علیّ قادر

صور پھونکنے کا بیان

باب

مَاجَاءُ فِي شَأْنِ الصُّورِ

حَدَّثَنَا - وَبَدَأَ - نَحْمِرُ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ .

أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِي جَبَلٍ عَنْ يَسْرِ بْنِ شَعَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

ابن عمرو بن العاصی قَالَ : جَاءَ أَغْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ : مَا الصُّورُ؟ قَالَ : قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيهِ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَى غَيْرُهُ وَاحِدٌ عَنْ سُلَيْمَانَ
التَّمِيمِيِّ وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ .

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ . أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَلَاءِ عَنْ
عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَمِيدٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَيْفَ أَنْتُمْ
وَمَاحِبُّ الْقُرْنِ قَدْ انْقَضَ الْقُرْنُ وَاشْتَمَعَ الْإِذْنَ مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفَخُ
فَكَانَ ذَلِكَ نَقْلَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ لَهُمْ : قُولُوا
حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَى مِنْ غَيْرِ وَجْهٌ هَذَا
الْحَدِيثُ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَمِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تَحْوَهُ .

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ صور کیا چیز ہے، آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک قرنا ہے جس میں پھونکا
جائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں کیسے
خوش ہوں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور اپنے
منہ میں لے رکھا ہے اور حکم الہی کی طرف کان لگائے ہوئے
ہے اور وہ منتظر ہے کہ اسے کب صور پھونکنے کا حکم کیا جاتا

ہے۔۔۔۔۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ ارشاد گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہت ہی بھاری گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یوں کہو۔ ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ علی اللہ توکلنا“ (ترجمہ) ”اللہ تعالیٰ ہم کو کافی ہیں اور بہترین کارساز ہیں۔ ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے۔“

تشریح۔۔۔۔۔ صور ایک قرنا (نرسنگا) ہے، جس کو اسرائیل علیہ السلام پھونکیں گے اور اس صور پھونکنے کا ذکر قرآن کریم میں بہت سی جگہ آیا ہے، نفع صور دوبار ہوگا۔ پہلے جب اللہ تعالیٰ اس عالم کو فنا کرنا چاہیں گے تو اسرائیل علیہ السلام کو حکم ہوگا، وہ صور پھونکیں گے، شروع میں اس کی آواز نہایت دھیمی اور سریلی ہوگی، جو تدریجاً بڑھتی جائے گی جس سے انسان، جنات، چرند، پرند سب سراسیمہ ہو کر مدہوشی کے عالم میں بھاگیں گے اور آواز کی شدت اور بڑھے گی تو سب کے جگر پھٹ جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اور روٹی کی طرح اڑنے لگیں گے، آسمان پھٹ جائے گا۔ ستارے جھڑ جائیں گے۔ بالآخر آسمان و زمین فنا ہو جائیں گے اور ذات الہی کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ کچھ عرصہ بعد (جس کی مقدار بعض روایات میں چالیس (۴۰) سال آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسرائیل علیہ السلام کو زندہ کر کے انہیں پھر صور پھونکنے کا حکم دیں گے جس سے پورا عالم دوبارہ وجود میں آجائے گا، مردے قبروں سے اٹھیں گے اور میدان محشر میں حساب و کتاب کے لئے سب لوگ جمع ہوں گے۔ قیامت کا صور پھونکا جانا نہایت ہولناک چیز ہے کہ آسمان و زمین اور پہاڑ بھی اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے اور چونکہ یہ منظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر رہتا تھا اس لئے فرمایا کہ میں کس طرح خوش ہوں جبکہ صور پھونکنے والا فرشتہ اسے منہ میں لئے منتظر کھڑا ہے کہ اسے کب

صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔

مستدرک حاکم کی حدیث میں ہے کہ صور پھونکنے والا فرشتہ جب سے اس پر مقرر ہوا ہے اس نے جب سے آنکھ نہیں جھپکی، بلکہ اس کی نظریں برابر عرش کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ مبادا آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی اس کو صور پھونکنے کا حکم ہو جائے گویا اس کی آنکھیں چمکدار ستارے ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ صور پھونکنے پر حضرت اسرافیل علیہ السلام مقرر ہیں لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خدمت پر دو فرشتے مقرر ہیں، غالباً "دو سرا فرشتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے ماتحت ہوگا۔ واللہ اعلم۔

جمہور اہل علم کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نفع صور دوبار ہوگا ایک مرتبہ فنا کے لئے، دوسری مرتبہ دوبارہ زندہ کرنے کے لئے اور بغض حضرات فرماتے ہیں کہ تین بار ہوگا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ "النهاية في الفتن و الملاحم" میں لکھتے ہیں۔

"النفخات في الصور ثلاث نفخات

نفخة الفزع، ثم نفخة الصعق، ثم نفخة

البعث" (النهاية في الفتن والملاحم ص ۲۷۹ ج ۱)

ترجمہ: "صور کا پھونکا جانا تین بار ہوگا، اول سے لوگ

گھبرا جائیں گے، اور دوسرے سے بے ہوش ہو جائیں گے،

اور تیسرے سے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ابن العربی سے بھی یہی

نقل کیا ہے۔ (فتح الباری ص ۳۶۹ ج ۱۱)

اور حافظ ابن حزم ظاہری کا خیال ہے کہ نفخات چار ہوں گے۔ نفخہ

فنا، نفخہ احیاء، نفخہ فزع، نفخہ صعق۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ صور کا پھونکا

جانا دو ہی بار ہوگا۔ قرآن کریم میں پہلی بار کے صور پھونکے جانے کو نفخہ فزع اور نفخہ معق فرمایا گیا ہے۔

اوپر کی حدیث پاک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضبط و تحمل کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے کہ قیامت کے ہولناک مناظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیں اس کے باوجود مسکراتے بھی ہیں۔ احباب سے بھی ملتے ہیں۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حقوق بھی ادا فرماتے ہیں۔ اور مراقبہ آخرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شغل میں خلل انداز نہیں ہوتا، ورنہ یہ غیبی حقائق اور یہ ہولناک اور روح فرسا مناظر دوسروں کے سامنے کھل جاتے تو اعصاب یک لخت جواب دے جاتے اور زندگی معطل ہو کر رہ جاتی.....

اس مضمون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے:

”لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلاً
ولبكيتم كثيراً ولما ساغ لكم الطعام ولا
الشراب، ولما نتم على الفرش، ولهجرتم
النساء، ولخرجتم الى الصعدات تجأرون
وتبكون۔ ولو ددت ان الله خلقني

شجرة تعضد... (مسندك حاكم ص ۵۷۹ ج ۴)

ترجمہ: ”جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جاتا تو تم بہت کم ہنسا کرتے، بہت زیادہ رویا کرتے، اور تمہارا کھانا پینا چھوٹ جاتا، اور تم بستروں پر نہ سو سکتے، اور عورتوں کو

چھوڑ دیتے اور تم روتے اور گڑگڑاتے ہوئے باہر سڑکوں پر نکل آتے، اور میرا جی چاہتا ہے کہ کاش! اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت پیدا کیا ہوتا جسے کاٹ لیا جاتا۔ یہ آخری فقرہ غالباً حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ راوی کی حدیث کا ہے۔“

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آدمی کو جب کوئی پریشانی اور گھبراہٹ لاحق ہو تو ”حسبنا اللہ و نعم الوکیل علی اللہ توکلنا“ پڑھنا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت غلیل اللہ علیہ السلام کو آتش نمرود میں ڈالا گیا تو آپ یہی پڑھ رہے تھے۔ (مرقاۃ) اس دعا کا حاصل تو تفویض و توکل ہے، یعنی اپنا سب معاملہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کے سپرد کر دیا جائے۔

پل صراط کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي شَأْنِ الصِّرَاطِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ . أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ الثَّمَانِ بْنِ سَمْدٍ عَنِ الْمُبَيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : شِعَارُ الْمُؤْمِنِ عَلَى الصِّرَاطِ : رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ الْمُبَيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ لَا تَمَرُّهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ .
وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

ترجمہ: ”حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اہل ایمان کا شعار پل صراط پر رب سلم سلم ہوگا۔“ (یعنی اے رب سلامتی سے پار کر دیجئے)

تشریح۔ پل صراط جہنم کی پشت پر قائم ہوگا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے سب لوگوں کو اس پر سے گزرنا ہوگا، ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی، کوئی بجلی کی سی تیزی سے گزرے گا، کوئی طیاروں یا پرندوں کی اڑان کی طرح، کوئی نہایت تیز رفتار گھوڑے کی طرح، کوئی آدمی کے دوڑنے کی رفتار سے، کوئی آدمی کی معمولی رفتار سے، کوئی شیرخوار بچے کی طرح رینگتا جائے گا اور کوئی کٹ کٹ کر جہنم میں گرے گا۔
نعوذ باللہ۔

اس حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ پل صراط سے گزرتے ہوئے اہل ایمان کا شعار ”رب سلم سلم“ ہوگا۔ متعدد احادیث میں ہے کہ فرشتے اس کے دونوں جانب کھڑے ”الحکم سلم سلم“ کہہ رہے ہوں گے، اور بعض روایات میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اس پر کھڑے ”رب سلم سلم“ کہہ رہے ہوں گے۔ ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں کہ شدت احوال کی وجہ سے انبیاء کرام، ملائکہ اور اہل ایمان سب ہی سلامتی کی دعا کریں گے البتہ صحیح بخاری باب فضل السجود (ص ۱۱۱ ج ۱) میں ہے:

”ولا یتکلم یومئذ الا الرسل وکلام الرسل یومئذ اللهم سلم سلم“

(صحیح بخاری باب فضل السجود ص ۱۱۱ ج ۱)

ترجمہ: ”اور نہیں کلام کریں گے اس دن مگر رسول“

اور رسولوں کا کلام اس دن ”اللهم سلم سلم“ ہوگا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل ایمان کلام نہیں کریں گے حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کلام کے اہل ایمان کا شعار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خود بھی یہ کلمہ کہیں بلکہ رسول یہ کلمہ کہیں گے اور اس کے ساتھ اہل ایمان کی سلامتی کی دعا کریں گے۔ اس لئے اس کو اہل ایمان کا شعار فرمایا گیا۔ (فتح الباری ص ۴۵۲ ج ۱۱)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ نفی و اثبات کو مختلف حالات پر محمول کیا جائے۔ یعنی ایک خاص وقت میں تو رسولوں کے سوا کوئی کلام نہیں کرے گا، لیکن دوسرے اوقات میں اہل ایمان بھی یہ دعا کریں۔ واللہ اعلم۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْمَاشِمِيُّ . حَدَّثَنَا بَدَلُ ابْنُ الْمُحَبَّرِ . حَدَّثَنَا حَرَبُ بْنُ تَمِيمٍ الْأَنْصَارِيُّ أَبُو الْغُلَّابِ . حَدَّثَنَا الْهَضْرُ بْنُ أَنَسٍ بْنُ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَأَلْتُ الذَّيْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْفَعَنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَقَالَ أَنَا فَاعِلٌ . قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَيْنَ أَطْلُبُكَ ؟ قَالَ : أَطْلُبُنِي أَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِي عَلَى الصِّرَاطِ . قَالَ : قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ ؟ قَالَ : فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْمِيزَانِ . قُلْتُ : فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيزَانِ ؟ قَالَ : فَاطْلُبْنِي مِنْدَ الْخَوْضِ فَإِنِّي لَا أَخْطِي هَذِهِ الثَّلَاثَ الْمَوَاطِنَ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الرَّجُلِ .

ترجمہ: ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

درخواست کی کہ قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا، سب سے پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا، میں نے عرض کیا اگر پل صراط پر آپ سے ملاقات نہ ہو سکے تو؟ فرمایا تو پھر میزان کے پاس تلاش کرنا، میں نے عرض کیا اگر میزان کے پاس بھی آپ سے نہ مل سکوں تو؟ فرمایا پھر حوض کوثر پر مجھے تلاش کرنا، کیونکہ میں ان تین جگہوں سے چوتھی جگہ نہیں ہوں گا۔

تشریح: اس حدیث پاک میں دو چیزیں غور طلب ہیں۔ ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے پل صراط پر پھر میزان پر اور اس کے بعد حوض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کا حکم فرمایا۔ جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ پل صراط کا مرحلہ میزان سے پہلے ہے اور حوض پر حاضری میزان کے بعد ہے..... لیکن احادیث صحیحہ سے جو ترتیب معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حوض میزان سے پہلے ہے اور میزان پل صراط سے پہلے ہے، کوکب دُری میں حضرت گنگوہی قدس سرہ سے یہ توجیہ نقل کی گئی ہے:

”یہاں اولیت سے اولیت زمانی مراو نہیں، ورنہ صراط کا میزان سے اور میزان کا حوض سے مقدم ہونا لازم آئے گا، جبکہ روایات میں اس کے خلاف مصرح ہے، بلکہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ضرورت و احتیاج کے اعتبار سے تقدم ہے گویا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلا مرتبہ تیرے مجھے تلاش کرنے کا اور سب سے زیادہ احتیاج کا موقع

صراط ہے، پھر اس کے بعد ہول و شدت میں میزان ہے، پھر حوض ہے۔“

حضرت شیخ (مولانا محمد ذکریا کاندھلوی ثم مدنی) قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اسی کے قریب وہ توجیہ ہے جو علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ عینی سے نقل کی ہے:

”فی ای موطن من المواطن التی احتیاج الی شفاعتک اطلبک لتخلصنی من تلک الورطۃ فأجاب: علی الصراط وعند المیزان والحوض، ای افقر الاوقات الی شفاعتی هذه المواطن“.

(کوکب الدری: ص ۹۸ ج ۲)

ترجمہ: ”سوال کا مدعی یہ تھا کہ کن مواقع میں مجھے آپ کی شفاعت کی احتیاج پیش آئے گی۔ جن میں آپ کو تلاش کروں تاکہ آپ مجھے اس گرداب سے نکالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ صراط پر، میزان کے پاس اور حوض کے پاس۔ مطلب یہ کہ وہ مواقع جن میں میری شفاعت کی احتیاج ہوگی وہ یہ تین مقامات ہیں۔“

حضرت شیخ نور اللہ مرقہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ رائج یہ توجیہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف بری ان مواقع میں بار بار ہوگی۔ خصوصاً ”پل صراط پر۔ اس لئے پل صراط پر تشریف لے جانا حساب و کتاب وغیرہ سے پہلے بھی ہوگا۔ الخ۔“

(کوکب دری ص ۹۸ ج ۲)

یہی توجیہ حاشیہ مشکوٰۃ (ص ۴۹۳) میں لمعات سے نقل کی گئی ہے۔
 دوسری توجہ طلب بات یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو طلب شفاعت کیلئے آپ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو تین مقامات پر تلاش کرنے کے لئے حکم فرمایا۔ صراط، میزان اور
 حوض۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مواقع ایسے ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک بار دوزخ کو یاد کر کے
 رو رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو
 عرض کیا کہ میں جنم کو یاد کر کے رونے لگی، پھر عرض کیا کہ کیا آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم قیامت کے دن اپنے گھر کے لوگوں کو بھی یاد رکھیں گے؟ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

.. اما فی ثلاثة مواطن فلا یذكر احدٌ
 احداً عند المیزان حتی یعلم ایخف میزانه ام
 یثقل وعند الکتاب حین یقال هاؤم اقروا
 کتابیه حتی یعلم این یقع کتابه افی یمینہ
 ام فی شماله من وراء ظهره وعند الصراط
 اذا وضع بین ظهره جہنم .. (مشکوٰۃ ص ۴۸۶)

ترجمہ: ”تین موقعوں پر تو کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا، ایک تو
 میزان کے پاس، یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ اس کی میزان ہلکی
 ہوتی ہے یا بھاری؟ دوسرے نامہ اعمال ہاتھوں میں دیئے جانے کے

وقت۔ یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ اس کا نامہ عمل کس ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔ دائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے اس کے بائیں ہاتھ میں، اور صراط کے پاس جبکہ وہ جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔

(رداء ابو داؤد۔ مشکوٰۃ ص ۴۸۶)

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صراط و میزان پر کوئی سفارش کام نہیں دے گی۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”لمعات“ میں فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بطور مبالغہ فرمایا تاکہ وہ حرم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کی وجہ سے اعتماد نہ کر بیٹھیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شفاعت کا وعدہ اس لئے فرمایا کہ وہ مایوس نہ ہوں۔

شفاعت کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي الشَّفَاعَةِ

أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ .
أَخْبَرَنَا أَبُو حَبِيبٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
قَالَ : أُنِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْعَمُ قَرُفَسَ إِلَيْهِ الْقَرَاءُ فَأَاكَلَهُ
وَكَانَتْ تَمَجُّبُهُ فَمَسَّ مِنْهَا نَهْشَةً ثُمَّ قَالَ : أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
هَن تَذَرُونَ لِي ذَلِكَ ؟ يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ
فَيَسْجُدُ لَهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَذْنُو الشَّمْسُ مِنْهُمْ قَبْلَ الْغُلُوبِ مِنَ
النَّمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُلْطِقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ . قَيِّمُوا النَّاسَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَنَاسَكُمْ ؟ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ أَيْكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ ؟

قَيِّمُوا النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : عَلَيْكُمْ بِآدَمَ ، قَيَّاتُونَ آدَمَ قَيِّمُولُونَ :
 أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ ، خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ
 فَسَجَدُوا لَكَ أَشْفَعْنَا لَنَا إِلَى رَبِّكَ الْآنَ تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ ؟ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَّغْنَا ؟
 قَيِّمُوا لَكُمْ آدَمَ : إِنْ رَأَى قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ وَلَنْ
 يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَمَضَيْتُ ، نَفْسِي نَفْسِي
 نَفْسِي ، أَذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي أَذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ ، قَيَّاتُونَ نُوحًا قَيِّمُولُونَ : يَا نُوحُ
 أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَقَدْ سَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا أَشْفَعْنَا لَنَا
 إِلَى رَبِّكَ الْآنَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ ؟ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَّغْنَا ؟ قَيِّمُوا لَكُمْ نُوحَ :
 إِنْ رَأَى قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ
 وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ لِي دَهْرَةٌ دَهْرَتُهَا عَلَى قَوْمِي ، نَفْسِي نَفْسِي أَذْهَبُوا
 إِلَى غَيْرِي ، أَذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ قَيَّاتُونَ إِبْرَاهِيمَ قَيِّمُولُونَ : يَا إِبْرَاهِيمُ
 أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَشْفَعْنَا لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ
 فِيهِ ؟ قَيِّمُوا إِنْ رَأَى قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ
 يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ ، وَإِنِّي قَدْ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ قَدْ كَرِهَنْ أَبُو حَيَّانَ
 فِي الْحَدِيثِ نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، أَذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي أَذْهَبُوا إِلَى مُوسَى
 قَيَّاتُونَ مُوسَى قَيِّمُولُونَ : يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَضَّلَكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ
 وَبِكَلَامِهِ عَلَى الْبَشَرِ أَشْفَعْنَا لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ ؟ قَيِّمُوا :
 إِنْ رَأَى قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ
 وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أَوْمَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، أَذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي
 أَذْهَبُوا إِلَى عِيسَى قَيَّاتُونَ عِيسَى قَيِّمُولُونَ : يَا عِيسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ
 وَكَلِمَتُهُ الْفَاخَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحُ مِنْهُ وَكَلِمَتِ النَّاسِ فِي الْمَهْدِ أَشْفَعْنَا لَنَا إِلَى
 رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ ؟ قَيِّمُوا عِيسَى : إِنْ رَأَى قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا

لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا ، نَفْسِي
نَفْسِي أَذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي أَذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ ، قَالَ : قَيَّانُونَ مُحَمَّدًا
قَيِّمُولُونَ : يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ ؟ فَأَنْطَلِقُ
فَأَنِّي نَحْتُ الْفَرَشَ فَأَخِرُ سَاجِدًا لِرَبِّي ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ تَحَاتُّبِهِ
وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي ، ثُمَّ يُقَالُ : يَا مُحَمَّدُ
أَرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ نِعْمَتَهُ وَاشْفَعْ تَشْفَعْ ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ : يَا رَبُّ أُمِّي
يَا رَبُّ أَبَتِي يَا رَبُّ أُمِّي ، قَيِّمُولُ : يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ
مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنَ الْأَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فَبِمَا سَوَى ذَلِكَ مِنَ
الْأَبْوَابِ ، ثُمَّ قَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيحِ
الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ وَكَأَنَّ مَكَّةَ وَبُصْرَى .

وَالْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ ، وَأَنَسٍ ، وَعُفَيْفَةَ بْنِ عَايِرٍ
وَأَبِي سَعِيدٍ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ
وَأَبُو حَبِيبٍ النَّخَعِيُّ أَسْمُهُ بَحْبَحِيُّ بْنُ سَعِيدِ بْنِ حَبِيبَانَ كُوفِيٌّ وَهُوَ نَفَقَةٌ
وَأَبُو ذُرَّةَ بْنُ عَمْرٍو بْنُ جَبْرِ أَسْمُهُ هَرَمٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ (ایک دعوت میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس گوشت لایا گیا، پس دستی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں پیش کی گئی اور گوشت کا یہ حصہ آپ کو بہت
مرغوب تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دانتوں سے ایک بار

نوح کر اسے تناول فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا، جانتے ہو ایسا کیوں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو ایک صاف میدان میں جمع کریں گے، پس پکارنے والا ان کو آواز سنا سکے گا اور نظر ان سے آرپار ہوگی اور آفتاب ان کے قریب ہوگا پس لوگوں کو غم اور بے چینی اس حد تک لاحق ہوگی کہ ان کی طاقت اور حد برداشت سے باہر ہوگی، بس لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ تم دیکھ نہیں رہے کہ تمہاری پریشانی کا کیا عالم ہے؟ کیا تم کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھتے جو تمہارے رب کے پاس تمہاری سفارش کرے؟ لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ (اس مقصد کے لئے) آدم علیہ السلام کے پاس جانا چاہئے، چنانچہ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ حضرت! آپ ابو البشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، آپ میں اپنی (طرف سے) روح ڈالی، اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم فرمایا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے! آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں، آپ دیکھتے نہیں کہ ہمیں کیسی پریشانی لاحق ہے؟ یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میرا رب ایسا غضب ناک ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسا غضب ناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضب ناک ہوگا، اور اس نے مجھے درخت سے منع کیا تھا لیکن میں اس کا یہ حکم پورا نہیں کر سکا، نفسی، نفسی، نفسی تم کسی اور کے پاس جاؤ، تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے،

ان سے عرض کریں گے کہ آپ پہلے رسول ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام ”شکر گزار بندہ“ رکھا ہے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں، آپ دیکھتے نہیں کہ ہمیں کیسی پریشانی لاحق ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرا رب آج ایسا غضب ناک ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا، اور میرے لئے ایک مخصوص دعا تھی جو میں نے اپنی قوم پر بد دعا کر کے پوری کر لی۔ نفسی، نفسی، نفسی، تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ، ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ آپ اہل زمین پر اللہ کے نبی اور اس کے خلیل تھے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرا رب آج ایسا غضبناک ہے کہ نہ کبھی آج سے پہلے ایسا غضبناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا، اور میں نے تین باتوں میں تو یہ کیا تھا۔ ابو حیان راوی نے حدیث میں ان تین باتوں کا ذکر کیا ہے۔ نفسی، نفسی، نفسی، تم کسی اور کے پاس جاؤ، موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے ان سے عرض کریں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیغامات اور بلا واسطہ کلام کے ساتھ لوگوں پر فضیلت دی تھی آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے، آپ دیکھتے نہیں

کہ ہم کس حالت میں ہیں؟ وہ فرمائیں گے کہ آج میرا رب ایسا غضب ناک ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا، اور میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جس کے قتل کا مجھے حکم نہیں ہوا تھا۔ نفسی، نفسی، نفسی، تم لوگ کسی دوسرے کے پاس جاؤ، تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کلمتہ اللہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف ڈالا تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (خرق عادت کے طور پر) آئی ہوئی روح ہیں، اور آپ نے گوارے میں باتیں کیں تھیں، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں؟ وہ فرمائیں گے کہ میرا رب آج ایسا غضبناک ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا کوئی قصور ذکر نہیں کریں گے، نفسی، نفسی، نفسی، تم لوگ کسی دوسرے کے پاس جاؤ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اور ایک روایت میں ہے کہ میرے پاس) آئیں گے، پس کہیں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے قصور معاف کر دیئے ہیں، آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں؟ چنانچہ میں (سفارش کے لئے) چلوں گا، پس عرش کے نیچے پہنچ کر اپنے رب کے فرمانے پر مجھے میں گر جاؤں گا۔ پس اللہ تعالیٰ مجھ پر

اپنی حمد و ثنا کے وہ مضامین کھولیں گے جو مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے ہوں گے۔ پھر فرمایا جائے گا کہ اے محمد! سر اٹھائیے، مانگئے جو مانگنا چاہتے ہیں آپ کو عطا کیا جائے گا، اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت سنی جائے گی، پس میں سجدے سے سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا اے رب! میری امت! اے رب! میری امت! اے رب! میری امت! پس حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرمائیں گے کہ اے محمد! اپنی امت کے ان لوگوں کو، جن کے ذمہ حساب نہیں، جنت کے دائیں دروازے سے داخل کیجئے، اور یہ لوگ دوسرے دروازوں کے ساتھ شریک ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت کے دروازوں میں سے ہر ایک دروازے کے دو کواڑوں کے درمیان فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ مکہ اور بجر اور مکہ اور بصری کے درمیان کا فاصلہ ہے۔“

تشریح: قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیائے کرام علیہم السلام، صلیا اور ملائکہ کا شفاعت کرنا برحق ہے اور اس کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ جو معنی متواتر ہیں اور یہ شفاعت کئی قسم کی ہوگی۔

اول شفاعت کبریٰ

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے کہ محشر کے دن کی ہولناکیوں اور حساب و کتاب کے بند ہونے کی وجہ سے اہل محشر اس قدر پریشان ہوں گے کہ لوگ یہ آرزو کریں گے کہ حساب و کتاب کھل جائے خواہ انہیں دوزخ میں ہی بھیج دیا جائے۔ اس وقت حق تعالیٰ شانہ اہل ایمان کے دل

میں یہ بات ڈالیں گے کہ کسی برگزیدہ ہستی سے اس بندش کو کھلوانے کی سفارش کی جائے، چنانچہ باری باری حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت موسیٰ، اور حضرت عیسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور یہ سب حضرات جلال الہی کے رعب سے اس پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ بالآخر سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شفاعت کی درخواست کریں گے۔ آپ اس درخواست کو قبول فرما کر بارگاہ الہی میں سجدہ ریز ہوں گے، طویل سجدہ کے بعد آپ کو شفاعت کا اذن ہوگا، اور آپ کی شفاعت سے حساب و کتاب شروع ہو جائے گا، یہی وہ ”مقام محمود“ ہے جس کا قرآن کریم میں آپ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ”عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا“ چونکہ یہ شفاعت تمام اہل محشر کے حق میں ہوگی، اس لئے تمام اولین و آخرین اس پر آپ کی مدح و ثنا کریں گے۔

دوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بہت سے لوگوں کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جانے کی شفاعت فرمائیں گے، جس کا بیان اسی حدیث بالا کے آخر میں ہے، اور بعض اکابر کے نزدیک یہ شفاعت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

سوم: بہت سے اہل جنت کو آپ کی شفاعت سے ان کے درجہ سے بڑھ کر مقامات عالیہ اور درجات رفیعہ عطا کئے جائیں گے۔

چہارم: بہت سے لوگ جن کی نیکی اور بدی کا پلہ مساوی ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

پنجم: بہت سے لوگ جو اپنے اعمال کے لحاظ سے جہنم کے مستحق ہوں گے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے معاف کر دیا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

ششم: بہت سے گنہگار، جو جہنم میں جا چکے ہوں گے ان کے حق میں شفاعت ہوگی اور انہیں جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ یہ شفاعت تمام انبیاء کرام،

ملائکہ عظام اور صلحا کے درمیان مشترک ہے۔
 ہفتم: بعض اہل دوزخ کے عذاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے تخفیف ہوگی، جیسا کہ ابو طالب کے بارے میں احادیث میں وارد ہے۔
 ہشتم: جنت کا دروازہ کھولنے کے لئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے اور سب سے پہلے آپ ہی کے لئے کھولا جائے گا۔
 ان شفاعتوں کے علاوہ بعض خاص اعمال والوں کے لئے بھی وعدہ شفاعت احادیث میں آیا ہے، مگر یہ مندرجہ بالا صورتوں ہی میں داخل ہے۔
 (تفصیل کیلئے دیکھئے فتح الباری کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار)

اہل کبار کے لئے شفاعت

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْمَنْبَرِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَارِ مِنْ أُمَّتِي .
 قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .
 وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْبَنَانِيِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَارِ مِنْ أُمَّتِي قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُلَيٍّ : فَقَالَ لِي جَابِرٌ : يَا مُحَمَّدُ مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْكِبَارِ فَبِأَلَيْسَ مَا عَمِلَ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ يُسْتَفْرَدُ مِنْ حَدِيثِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ .

ترجمہ: ”(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے اہل کبار کے لئے ہوگی۔

(۲) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے اہل کبار کے لئے ہوگی۔ محمد بن علی (امام باقر رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ (اس حدیث کو بیان کر کے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ اے محمد! جو شخص اہل کبار میں سے نہ ہو اس کو شفاعت کی کیا ضرورت؟“

تشریح: اہل حق اس کے قائل ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انبیاء اولیا اور ملائکہ کو گناہ گاروں کے حق میں شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ چنانچہ بعض ایسے گنہ گاروں کے حق میں شفاعت ہوگی جو دوزخ کے مستحق تھے۔ شفاعت کے بعد ان کی مغفرت ہو جائے گی اور انہیں دوزخ میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ اور بعض گنہ گاروں کے حق میں دوزخ سے نکالنے کی شفاعت ہوگی، اور انہیں دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ خوارج اور بعض معتزلہ اہل کبار کے حق میں شفاعت کے منکر ہیں، مگر ان کا یہ قول غلط ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں اجمالاً ”اور احادیث متواتر المعنی میں صراحتہً ”و تفصیلاً“ اہل کبار کے لئے شفاعت کا ہونا ثابت ہے، البتہ کافر و مشرک کے لئے شفاعت نہیں ہوگی، نیز احادیث میں متعدد گناہوں کا ذکر آتا ہے جن کی وجہ سے آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہو جاتا ہے، (اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھیں) ملا علی قاری نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل کی ہے اسی ضمن میں لکھتے ہیں:

” وفی روایۃ لہ (ای للخطیب) عن علی
 (رضی اللہ عنہ) : شفاعتی لامتی من
 احب اهل بیتی “
 ” وروی ابو نعیم فی الحلیۃ عن عبد
 الرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ)
 شفاعتی مباحۃ الا لمن سب اصحابی “
 ” وروی ابن منیع عن زید بن ارقم
 وبضعة عشر من الصحابة ولفظه شفاعتی
 یوم القيامة حق ، وفمن لم یؤمن بها لم
 یکن من اهلها “

ترجمہ : ” اور خطیب کی ایک روایت میں حضرت علی
 کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میری شفاعت میری امت
 میں سے ان لوگوں کے لئے ہے جو میرے اہل بیت سے محبت
 رکھیں ، اور ابو نعیم نے جلیۃ الاولیاء میں حضرت عبدالرحمن بن
 عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میری شفاعت مباح
 ہے ، مگر اس شخص کے لئے مباح نہیں جو میرے صحابہ کو برا
 کہتا ہو “

ترجمہ : ” اور ابن منیع نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ
 اور دس سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ روایت نقل کی
 ہے کہ میری شفاعت قیامت کے دن حق ہے ۔ پس جو شخص

اس پر ایمان نہ رکھے وہ شفاعت کا اہل نہیں ہوگا۔“

(مرقاۃ ص ۲۷۸ ج ۵ مطبوعہ ممبئی)

اور یہ جو فرمایا کہ ”میری شفاعت میری امت کے اہل کبار کے لئے ہے“ اس سے مراد یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کبار کے سوا کسی کی شفاعت نہیں فرمائیں گے۔ کیونکہ شفاعت کی متعدد اقسام اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ میری وہ شفاعت جس کے ذریعے ہلاک ہونے والوں کو نجات نصیب ہوگی یہ صرف اہل کبار کے ساتھ مخصوص ہے اور یہی مراد ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے کہ جو شخص اہل کبار میں سے نہ ہو اس کو شفاعت کی کیا ضرورت؟ مطلب یہ کہ اس کو ایسی شفاعت کی ضرورت نہیں جو دوزخ سے نجات دلائے، فیض القدر شرح جامع الصغیر میں حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے:

اما المتقون الورعون واهل الاستقامة
فقد كفاهم ما قدموا عليه ، فانما نالوا
تقواهم وورعهم برحمة شاملة ، فتلک
والرحمة لا تخذلهم فی مکان قال :
والشفاعة درجات فكل صنف من الانبياء
والاولياء واهل الدين كالعابدين والور
عين والزهاد والعلماء يأخذ حظه منها
على حiale لكن شفاعة محمد صلى الله
عليه وسلم لا تشبه شفاعة غيره من الانبياء

والاولياء لان شفاعتهم من الصدق والوفا
والحظوظ وشفاعة محمد صلى الله عليه
وسلم من الجود: (فتح القدیر ج ۴ ص ۱۶۲)

ترجمہ : ”متقی پرہیز گار اور اہل استقامت کو وہ
اعمال کافی ہونگے جن کو وہ لے کر آئیں گے کیونکہ انہوں نے
تقویٰ و پرہیز گاری کا جو سرمایہ حاصل کیا ہے وہ بھی حق تعالیٰ
کی رحمت شاملہ کی بدولت ہی حاصل کیا۔ اس لئے ان کا یہ
سرمایہ اور رحمت الہی ان کو کسی موقع پر بھی بے مدد نہیں
چھوڑے گی۔ حکیم ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ شفاعت کے کئی
درجے ہیں اور انبیاء و اولیاء اہل دین، عابد و زاہد اور علما سہی
شفاعت میں سے اپنا اپنا حصہ لیں گے، لیکن حضرت محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کی شفاعت، دوسرے انبیاء و اولیاء کے مشابہ
نہیں، کیونکہ ان کی شفاعت صدق و وفا اور حظوظ کی بنا پر
ہوگی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت محض جود و کرم کی
بنا پر ہوگی۔“ (فتح القدیر ج ۴ ص ۱۶۲)

بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخلہ کی شفاعت

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ . حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ هَبَائِشَ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَبَادٍ الْأَلْمَانِيِّ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا أَمَامَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ يَدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا

لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ الْفِ سَبْعُونَ أَلْفًا وَثَلَاثُ حَقَائِدٍ
مِنْ حَقَائِقِهِ^(۱) .

قال أبو عيسى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ: ”حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت کے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل فرمائیں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور تین چلو، میرے رب کے چلوؤں میں سے۔“

تشریح: یہ روایت ترمذی میں مختصر ہے اور مجمع الزوائد میں مسند احمد و طبرانی کے حوالے سے اس طرح نقل کی ہے:

”عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ وعدنی ان یدخل الجنة من امتی سبعین الفاً بغیر حساب - فقال یزید الاخنس (۲) واللہ ما اولائك (یا رسول (۳) اللہ فی امتک الا کالذباب الا صہب فی الذبان ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان ربی عزوجل قد وعدنی سبعین

الفأ - مع كل ألف سبعين ألفاً وزادنى

ثلاث حثيات - الحديث ..

(قال الميثمى (۱۰ - ۳۶۲) رواه احمد والطبرانى ورجال احمد وبعض
اسانيد الطبرانى رجال الصحيح - وقال الحافظ فى الاصابة - (۱) -
(۶۵۱) واخرجه احمد وسنده صحيح -)

ترجمہ : ”حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت کے ستر ہزار افراد
بغیر حساب کے جنت میں داخل کریں گے۔ اس پر حضرت یزید
بن اخس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ کی
قسم، آپ کی امت میں ان لوگوں کی نسبت تو ایسی ہے جیسے
کھیلوں میں سرخ کھٹی کی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میرے رب عزوجل نے مجھ سے ستر ہزار کا وعدہ
فرمایا ہے، اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار کا، اور مجھے اللہ تعالیٰ
نے تین چلو مزید عطا فرمائے ہیں۔“

۲ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تین وعدے چونکہ آپ کی شفاعت
پر فرمائے گئے ہیں، اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو شفاعت
کے باب میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مسند احمد اور امام بیہقی کی کتاب البعث میں
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ میں نے
اپنے رب سے درخواست کی، پس مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت کے ستر

۲ فى الجمع : يزید الاخص (التصحیح من الاصابة) (۱ - ۶۵۱)

۳ ما بین الحاضر تین من الاضداد

ہزار افراد کو بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائیں گے، میں نے زیادہ کی درخواست کی تو مجھے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار زیادہ دیئے۔

(فتح الباری ص ۴۱۰ ج ۱۱ قال الحافظ و سندہ جيد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ستر ہزار افراد کا بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونا صحاح ستہ، مسند احمد اور دیگر کتب حدیث میں بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے اس سلسلہ کی بیشتر روایات حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری کتاب الرقاق ”باب یدخل الجنة سبعون الفا“ بغیر حساب“ (ص ۴۱۰، ۴۱۵ ج ۱۱) میں اور حافظ نور الدین ہسینی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد (۴۰۵ - ۴۱۱ ج ۱۰) باب فیمن یدخل الجنة بغیر حساب) میں جمع کر دی ہیں، بہر حال اس مضمون کی احادیث متواتر ہیں۔

اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار کا وعدہ بھی متعدد احادیث میں مروی ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ حضرات ان ستر، ستر ہزار کی شفاعت کریں گے، چنانچہ مجمع الزوائد میں طبرانی کے حوالے سے حضرت عقبہ بن عبد رضى اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے:

”ثم يشفع كل الف لسبعين الفا، ثم
يخشي ربى تبارك وتعالى بكفيه ثلاث،
فكبر عمر وقال ان السبعين الاولى
يشفعهم الله فى آبائهم وابنائهم
وعشائهم - وارجو ان يجعلنى الله فى
احدى الحثيات الا واخر الخ -“

(مجمع الزوائد ص ۴۱۳ ج ۱۰)

ترجمہ: ”پھر ہر ہزار ستر ہزار کی سفارش کرے گا، پھر میرا رب دونوں ہاتھوں سے تین چلو بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور کہا کہ پہلے ستر ہزار تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے آباؤ اجداد، اپنی آل اولاد اور اپنے خویش قبیلوں کے حق میں شفاعت کریں گے، اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آخری تین چلوؤں میں سے کسی نہ کسی چلو میں ڈال ہی لیں گے۔“

اور صحیح ابن حبان میں عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ مضمون ان الفاظ سے مروی ہے:

”ثم ليشفع كل الف في سبعين الفاً - ثم يحنى ربي ثلاث حثيات بكفيه فكبر عمر ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان السبعين الفاً يشفعهم الله في ابائهم وامهاتهم وعشائهم - واني لارجو ان يكون ادنى امتي الحثيات“

(موارد الظمان ص ۶۵۷ حدیث ۲۶۴۳)

ترجمہ: ”پھر ہر ہزار، ستر ہزار کی شفاعت کرے گا۔ پھر میرا رب دونوں ہاتھوں سے تین پس بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ستر ہزار کو اللہ تعالیٰ ان کے ماں باپ اور قبیلوں کے حق میں شفع

بتائیں گے، اور بے شک میں امید رکھتا ہوں کہ میری امت کا
ادنیٰ آدمی بھی اللہ تعالیٰ کے چلوؤں میں آجائے گا۔“

(موارد النعمان ص ۶۵۷ حدیث ۲۶۴۳)

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری (ص ۴۱۰ ج ۱۱) میں یہ روایت صحیح
ابن حبان اور طبرانی کے حوالے سے نقل کر کے ”بہ سند جید“ کہا ہے۔
بعض روایات میں ہے کہ ستر ہزار جو بغیر حساب کے جنت میں داخل
ہوں گے۔ ان میں سے ہر فرد کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے چنانچہ مسند احمد (ص
۵ جلد ۱) میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

” فاستزدت ربی عزوجل فزادنی مع کل

واحد سبعین الفاً (۱) ”

ترجمہ: ”میں نے اپنے پروردگار سے زیادہ کی
درخواست کی تو مجھے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار عطا فرمائے۔“

نیز مسند احمد میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی حدیث
میں ہے کہ:

” ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال ان ربی اعطانی سبعین الفاً من امتی

یدخلون الجنة بغیر حساب - فقال عمر یا

رسول اللہ ! فہلاً استزدتہ؟ قال قد

استزدتہ فاعطانی مع کل رجل سبعین

۱ قال الحافظ: و فی سندہ راویان احدهما ضعیف الحفظ والاخر لم یسم و کذا قال المصنفی
انظر فتح الباری (ص ۴۱۱ ج ۱۱) (مجمع الزوائد ۴۱۰ ج ۱)

الفأ۔ قال عمر : فهلاً استزدته؟ قال قد استزدته فاعطاني هكذا۔ وفرج عبدا لله بن بكر بين يديه، وقال عبدا لله وبسط باعيه وحثا عبدا لله وقال هشام وهذا من الله لا يدري عدده.

(مسند احمد ص ۱۹۸ ج ۱ وذكره الميثمي في الزوائد الى احمد والبيزار والطبراني . وقال في اسانيدهم القاسم بن مهران عن موسى بن عبيد ، وموسى بن عبيد هذا مولى خالد بن عبد الله بن اسيد ، ذكره ابن حبان في الثقات ، والقاسم بن مهران ذكره الذهبي في الميزان وانه لم يروه عنه الا سليم بن عمرو والنخعي ، وليس كذلك فقد روى عنه هذا الحديث هشام بن حبان) .

ترجمہ : ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے میری امت کے ستر ہزار افراد دیئے ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ اور مانگ لیتے، فرمایا: میں نے مزید مانگے تو اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار عطا فرمائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ اس سے بھی زیادہ مانگ لیتے، فرمایا میں نے اور بھی مانگے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرح عطا فرمائے (”اس طرح“ کا مفہوم سمجھاتے ہوئے امام احمدؒ کے استاد) عبد اللہ بن بکرؒ نے بائیں کھول کر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں بائیں کھول دیں اور (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی حکایت کرتے ہوئے) عبد اللہؒ نے ٹپ

بھری اور (امام احمدؒ کے استاد الاستاد) ہشام (بن حسان) نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے (ایسا وعدہ) ہے کہ اس کی تعداد معلوم نہیں کی جاسکتی۔“

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری (ص ۴۱۱ ج ۱۱) میں اس سلسلہ میں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کی بھی نشاندہی کی ہے پہلی دونوں کو ”بہ سند ضعیف“ اور تیسری کو ”بہ سند واہ“ کہا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خصائص کبریٰ میں لکھتے ہیں:

”وقال الشيخ عز الدين بن عبد السلام :

ومن خصائصه صلى الله عليه وسلم انه

يدخل الجنة من امته سبعون ألفاً بغير

حساب، ولم يثبت ذلك لغيره من الانبياء

”(خصائص کبریٰ، ص ۲۲۸ ج ۲)

ترجمہ : ”شیخ عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں

سے ایک یہ ہے کہ آپ کی امت کے ستر ہزار افراد بغير

حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور یہ بات آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے سوا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ثابت

نہیں“

(خصائص کبریٰ، ص ۲۲۸ ج ۲)

اس کے ثبوت میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر احادیث کے علاوہ

حضرت فلتان بن عاصم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بھی حوالہ دیا ہے۔ یہ حدیث حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ (۳-۲۰۹) میں مسند حسن بن سفیان کے حوالے سے، حافظ نور الدین ہیمشی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد (۱۰-۴۰۷) میں مسند بزار کے حوالے سے اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ (ج ۱ ص ۱۴) ”باب ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التورات والانجیل و سائر کتب اللہ المنزلہ“ میں طبرانی، بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر کے حوالے سے نقل کی ہے۔ مجمع الزوائد میں اس حدیث کا متن حسب ذیل ہے:

.. کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی
 المجلس فشحص بصره الى رجل فی
 المسجد یمشی ، فقال ایا فلان ! قال لبیک
 یا رسول اللہ، قال له اتشهد أننی
 رسول اللہ؟ قال: لا، قال: اتقرأ التوراة؟
 قال: نعم، قال: والانجیل؟ قال: نعم، قال:
 والقرآن؟ قال: والذی نفسی بیدہ لو اشاء
 لقرأتہ ثم ناشدہ هل تجدنی فی التوراة
 والانجیل؟ قال نجد مثلك ومثل مخرجك
 ومثل هیئتک - فکنا نرجو ان یکون فینا ،
 فلما خرجت خفنا ان تكون انت هو،
 فنظرنا فاذا انت لست هو ، قال: ولم

ذاك؟ قال: معه من امته سبعون الفاً ليس
عليهم حساب ولا عذاب ، وانما معك
نفر يسير فقال، والذي نفسى بيده لانا
هو، وانهم لامتى ، وانهم لاكثر من
سبعين الفاً وسبعين الفاً . رواه البزار،
ورجاله ثقات .. (جمع الزوائد ص ۴۰۷ ج ۱۰)

ترجمہ : ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں
تشریف فرما تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی
طرف نظر اٹھائی جو مسجد میں چل رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اسے پکار کر فرمایا اے فلاں! اس نے عرض کیا،
”بلکہ یا رسول اللہ! اور یہ شخص جب بھی آپ سے گفتگو کرتا
تھا ”یا رسول اللہ“ کہتا تھا آپ نے اس سے فرمایا، کیا تو گواہی
دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا نہیں! فرمایا،
کیا تو توریت پڑھتا ہے؟ عرض کیا، جی ہاں! فرمایا اور انجیل
بھی؟ عرض کیا، جی ہاں، فرمایا قرآن بھی؟ عرض کیا، اس ذات
کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر چاہوں تو پڑھ سکتا
ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قسم دے کر پوچھا
کہ کیا تو مجھے تورات و انجیل میں پاتا ہے؟ اس نے کہا ہم ایک
نبی کو پاتے ہیں جو آپ کی مثل ہے، اس کی جائے پیدائش
آپ جیسی ہے اور اس کی شکل و صورت بھی آپ کی ہے
ہمیں یہ توقع تھی کہ ”وہ نبی“ ہم میں ہوگا، پھر جب آپ

تشریف لائے تو ہمیں اندیشہ ہوا کہ آپ ہی ”وہ نبی“ نہ ہوں، چنانچہ ہم نے غور کیا تو پتہ چلا کہ آپ وہ نہیں، فرمایا، اور یہ کیوں؟ اس نے کہا (اس نبی کی ایک علامت یہ ہے کہ) اس کے ساتھ اس کی امت کے ستر ہزار افراد ایسے ہوں گے جن پر نہ حساب ہوگا اور نہ عذاب، جبکہ آپ کے ساتھ چند نفوس ہیں (اس پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں وہی ہوں اور وہ (بلا حساب جنت میں داخل ہونے والے خیرے امتی ہیں اور بے شک وہ ستر ہزار اور ستر ہزار سے کہیں زیادہ ہوں گے۔“

حَدَّثَنَا أَبُو كَرِيبٍ . حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ ابْنِ إِدْرِيسٍ عَنْ خَالِدِ
الْخَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ : كُنْتُ مَعَ رَهْطٍ بِبَابِلِيَاءَ فَقَالَ رَجُلٌ
مِنْهُمْ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ
رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَكْثَرُ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ ، قِيلَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ سِوَاكَ ؟ قَالَ :
يُؤَاوِي . فَلَمَّا قَامَ قُلْتُ مَنْ هَذَا ؟ قَالُوا : هَذَا ابْنُ أَبِي الْجَذَاهِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ .
وَابْنُ أَبِي الْجَذَاهِ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَابْنُ بَرْمَكٍ لَهُ هَذَا الْحَدِيثُ الْوَاحِدُ .

ترجمہ : ”حضرت عبد اللہ بن شقیق نامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ بیت المقدس میں تھا پس ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ

”میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے ہوتیم (قبیلہ) سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔“ پس جب یہ صاحب اٹھے تو میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ ابن ابی الجعدا صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ (مصنف فرماتے ہیں حضرت ابن ابی الجعدا صحابی کا نام عبد اللہ ہے اور ان سے صرف اسی ایک حدیث کی روایت معروف ہے۔“

تشریح: یہ مضمون متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لیدخلن الجنة بشفاعۃ رجل لیس بنبی مثل
الحنین ربیعۃ ومضر، فقال رجل یا رسول
اللہ! او ما ربیعۃ من مضر؟ قال انما اقول
ما أقول

(قال المنذری رواه احمد باسناد حید (فیض القدیر ص ۳۵۲ ج ۵)
وقال المہتمی رواه احمد والطبرانی باسانید ورجال احمد واحد اسانید
الطبرانی رجالہم (حال الصحیح، غیر عبد الرحمن بن میسرۃ وهو
ثقة۔ (مجمع الزوائد ص ۳۸۱ ج ۱۰)

ترجمہ: ”ایک ایسے شخص کی شفاعت سے جو نبی نہیں
ربیعہ اور مضر دو قبیلوں کی تعداد میں لوگ جنت میں داخل
ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ربیعہ
مضر ہی کی ایک شاخ نہیں؟ فرمایا۔ میں وہی کہتا ہوں جو مجھ
سے کہلایا جاتا ہے۔“

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث میں ہے:

”یدخل الجنة بشفاعه رجل من امتی
اکثر من عدد مضر ویشفع الرجل فی
اهل بیته ویشفع علی قدر عملہ۔“

(قال المہتمی ج ۱۰ ص ۲۸۲)

رواہ الطبرانی ورحالہ رجال الصحیح غیر ابی غالب وقد
وثقہ غیر واحد، وفيہ ضعف)

ترجمہ: ”میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے
قبیلہ مضر سے زیادہ تعداد میں لوگ جنت میں جائیں گے۔ اور
ایک آدمی اپنے اہل خانہ کے حق میں شفاعت کرے گا اور
اس کی شفاعت بقدر عمل ہوگی۔“

حضرت ابو ہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

”سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول: ان من امتی لمن یشفع لاکثر
من ربیعة ومضر۔ وان من امتی لمن یعظم
للنار حتی یکون رکناً من ارکانہا۔“

رواہ احمد ورحالہ ثقات (مجمع الزوائد ص ۲۸۱ ج ۱۰)

ترجمہ: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ
فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ بے شک میری امت کے ایسے
لوگ بھی ہوں گے جو ربیعہ و مضر قبیلوں سے زیادہ لوگوں کے

حق میں شفاعت کریں گے، اور میری امت میں وہ بھی ہوں
گے جو دوزخ کے لئے عظیم الجثہ ہو جائیں گے یہاں تک اس
کے ارکان میں سے ایک رکن بن جائیں گے۔“

یہ کون بزرگ ہوں گے جن کی شفاعت سے قبیلہ بنو تمیم سے زیادہ لوگ
جنت میں داخل ہوں گے؟

شیخ علی قاری (المتوفی ۱۰۱۳ھ) مرقاة میں لکھتے ہیں:

”فقيل الرجل هو عثمان بن عفان رضى

الله عنه وقيل اويس القرنى - وقيل غيره

قال زين العرب رحمه الله وهذا اقرب “

(مرقاۃ المفاتیح ج ۵ ص ۲۷۸ مطبع بمبئی)

ترجمہ: ”کہا گیا ہے کہ یہ شخص حضرت عثمان بن

عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور کہا گیا ہے کہ اولین قرنی ہیں، اور

کہا گیا ہے کہ کوئی اور بزرگ ہیں، زین العرب رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ یہ آخری قول اقرب ہے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس قسم کا مضمون جامع

صغیر (۲-۱۳۴) اور کنز العمال میں ابن عساکر کے حوالے سے نقل کیا ہے:

”ليدخلن بشفاعة عثمان سبعون ألفاً

كلهم قد استوجبوا النار ، الجنة بغير

حساب

(کنز العمال ص ۵۸۷ ج ۱۱ طبع جدید حدیث ۳۳۸۰۹)

ترجمہ : ”عثمان رضی اللہ عنہ کی شفاعت سے ایسے ستر ہزار آدمی جنت میں داخل ہوں گے جو دوزخ کے مستحق تھے۔“

(کنز العمال ص ۵۸۷ ج ۱۱ طبع جدید حدیث نمبر ۳۲۸۰۹)

ایک اور روایت میں ہے:

”لیدخلن الجنة بشفاعۃ رجل من امتی
عدد ربیعة ومضر قیل من هو یا رسول
اللہ ! قال عثمان بن عفان. (ابن عساکر
عن الحسن مرسلاً)“

(کنز العمال ص ۵۹۷ ج ۱۱ حدیث ۳۲۸۷۳)

ترجمہ : ”میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت
سے ربیعہ و مضر قبیلوں کی تعداد میں لوگ جنت میں داخل ہوں
گے، عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! وہ کون صاحب ہیں؟ فرمایا،
عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔“

ایک اور روایت میں ہے:

”واللہ لیشفعن عثمان بن عفان فی
سبعین الفاً من امتی قد استوجبوا النار،
حتى یدخلهم اللہ الجنة . ابن عساکر -
عن ابن عباس“

(کنز العمال ص ۵۹۸ ج ۱۱ حدیث ۳۲۸۷۴)

ترجمہ : ”اللہ کی قسم! عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میری امت کے لئے ایسے ستر ہزار افراد کے حق میں شفاعت کریں گے، جو دوزخ کے مستحق تھے یہاں تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں لے جائیں گے۔“

(کنز العمال ص ۵۹۸ ج ۱۱ حدیث نمبر ۳۲۸۷۴)

لیکن یہ روایات کمزور ہیں۔ شیخ عبدالرؤف مناوی فیض القدر شرح جامع صغیر (ج ۵ ص ۳۵۳) میں لکھتے ہیں:

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ”حدیث باسناد غریب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً“ مروی ہے اور یہ منکر ہے۔“

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”اختصار تاریخ ابن عساکر“ میں ابن عساکر کی اس رائے کو برقرار رکھا ہے۔

شیخ علی قادی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت اولیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاصابہ“ (ص ۱۱۶ ج ۱ ترجمہ اولیس رحمۃ اللہ علیہ) میں بیہقی کی دلائل نبوت کے حوالے سے اس قول کو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے مقصود اس امت میں شفاعت کی کثرت کا بیان ہے:

”چوں شفاعت یکمرد چندیں کس بہ بہشت روند و چندیں مرداں باشند در امت من کہ اگر ہمہ شفاعت کنند عالم، عالم شفاعت ایشاں بہ بہشت روند۔“

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۴)

ترجمہ : ”یعنی جب ایک آدمی کی شفاعت سے اتنے

آدمی بہشت میں جائیں گے اور ایسے مردانِ خدا میری امت میں بہت ہوں گے، کہ اگر وہ شفاعت کریں تو جہان کا جہان ان کی شفاعت سے بہشت میں چلا جائے۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَمَارٍ الْحَسَنُ بْنُ حَرِيثٍ . أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَطَايَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنْ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَشْفَعُ لِفِتْنَامِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِقَبِيلَةٍ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْمَصَبَةِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتَّى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ .
قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

ترجمہ : ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے بعض لوگ ایک بڑی جماعت کے حق میں شفاعت کریں گے۔ بعض ایک قبیلے کے حق میں شفاعت کریں گے، بعض ایک گروہ کے حق میں شفاعت کریں گے اور بعض ایک آدمی کے حق میں شفاعت کریں گے یہاں تک کہ امت کے سارے لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔“

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا عَبْدُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِیحِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَانِي آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي فَيُخْبِرُنِي بَيْنَ أَنْ يَدْخُلَ نِصْفَ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ ، فَأَخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا . وَقَدْ رُئِيَ عَنْ أَبِي الْمَلِیحِ عَنْ رَجُلٍ آخَرَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ

وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ .

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيعِ عَنْ عَوْفِ
ابْنِ مَالِكٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُهُ .

ترجمہ : ”حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) میرے رب کی
جانب سے آیا اور اس نے مجھے دو چیزوں کے درمیان اختیار
دیا کہ یا تو آدھی امت کا جنت میں داخل ہونا قبول کر لوں یا
شفاعت اختیار کروں۔ چنانچہ میں نے شفاعت کو اختیار کیا
اور یہ شفاعت ان تمام لوگوں کے لئے ہے جو ایسی حالت میں
میں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتے
ہوں۔“

تشریح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں وعدوں میں شفاعت
کے وعدہ کو اختیار کرنا اس وجہ سے تھا کہ اس کے ذریعے پوری امت جنت میں
داخل ہو سکتی ہے، خواہ بغیر حساب و کتاب کے اول و بلہ میں داخل ہو، یا کچھ
عرصہ دوزخ میں رہنے کے بعد جنت میں داخل ہو۔ اس سے یہ بات بھی معلوم
ہو گئی کہ شفاعت کا ہونا کسی امتی کے دوزخ میں داخل ہونے کے معافی نہیں،
اور نہ شفاعت کی احادیث سن کر کسی کے لئے بے فکر ہو جانا صحیح ہے۔
چونکہ کفر و شرک کا گناہ لائق معافی نہیں، اس لئے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں ان کے لئے شفاعت بھی نہیں ہوگی۔

حوض کوثر کا بیان

باب

ما جاء في صفة الحوض

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَحْمَنٍ . حَدَّثَنَا يَشْرُ بْنُ شُعَيْبٍ
ابْنِ أَبِي حَزْزَةَ . حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ فِي حَوْضِي مِنَ الْأَبَارِقِ بِعَدِّ نَجُومِ السَّمَاءِ .
قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .
حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ قَلْبٍ بْنِ نَيْزَكِ الْبَغْدَادِيِّ .
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الدَّمَشَقِيُّ . حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بِشِيرٍ عَنْ قَعَادَةَ عَنْ
الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ
حَوْضًا وَلَهُمْ يَنْبَاهُونَ أَهْلَهُمْ أَكْثَرُ وَارِدَةٍ (۱) ، وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ أَكُونَ
أَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ، وَقَدْ رَوَى الْأَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ
هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْتَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ
فِيهِ عَنْ سَمُرَةَ وَهُوَ أَصَحُّ .

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
میرے حوض میں آسمان کے ستاروں کی تعداد میں کوزے ہوں
گے۔“

”حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لئے ایک حوض

ہوگا۔ اور انبیاء علیہم السلام آپس میں فخر کریں گے کہ ان میں سے کس کے حوض پر زیادہ لوگ آئیں گے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ سب سے زیادہ لوگ میرے حوض پر آئیں گے۔“

تشریح: میدان محشر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حوض کوثر عطا کیا جائے گا۔ جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا، جس کو اس کا ایک گھونٹ نصیب ہوگا وہ ہمیشہ کے لئے سیراب ہو جائے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْخَوْضِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَالِحٍ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي سَلَامٍ الْخَبَشِيِّ قَالَ : بَعَثَ إِلَى مُعَرِّ ابْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَحَمِلَتْ عَلَى التَّيْرِ فَقَالَ : فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَقَدْ شَقَّ عَلَى مَرْكَبِي التَّيْرُ ، فَقَالَ : يَا أَبَا سَلَامٍ مَا أَرَدْتَ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ وَلَكِنْ بَلَّغَنِي عَنْكَ حَدِيثَ مُحَمَّدٍ عَنْ نَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَوْضِ فَأَحْبَبْتُ أَنْ تَشَافِهَنِي بِهِ . قَالَ أَبُو سَلَامٍ : حَدَّثَنِي نَوْبَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : حَوْضِي مِنْ عَدَنَ إِلَى عَمَانَ الْبَلْقَاءِ ، مَا وَهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ ، وَأَكْوَبُهُ عَدَدُ نَجُومِ السَّمَاءِ ،

مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْلَمْ بِمَدَّهَا أَبَدًا ، أَرَأَيْتَ النَّاسَ وَرُودًا عَلَيْهِ قُفْرَاهُ
 الْمُهَاجِرِينَ ، الشُّعْثُ رُهوسًا ، الدُّنْسُ نِيَابًا ، الَّذِينَ لَا يَنْتَكِمُونَ الْمُتَنَعَّمَاتِ
 وَلَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ الشَّدِّ . قَالَ عُمَرُ : لَسْتُ نَسْكَخُ الْمُتَنَعَّمَاتِ ،
 وَنُفِخَ إِلَى الشَّدِّ ، وَنَسْكَخُ فَاطِمَةَ بِنْتَ عَبْدِ الْمَلِكِ ، لَا جَرَمَ
 أَنِّي لَا أُغِيلُ رَأْسِي حَتَّى بَشَمْتُ ، وَلَا أُغِيلُ قَوْيِي الْقَدَى بِلَى جَسَدِي
 حَتَّى يَتَسَخَّ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ . وَقَدْ رَوَى هَذَا
 الْحَدِيثُ عَنْ مُعَدَّانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ ثَوْبَانَ مَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ ، وَأَبُو سَلَامٍ الْحَبَشِيُّ اسْمُهُ تَمَطُّورٌ وَهُوَ شَايٍ نَقَّةٌ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ السَّمْعِيُّ
 عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ . حَدَّثَنَا أَبُو عِزَّانَ الْجَوْفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا آيَةُ الْخَوْضِ ؟ قَالَ :
 وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَدْتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نَجْمِ السَّمَاءِ وَكَوَاكِبِهَا فِي لَيْلَةٍ
 مُظْلِمَةٍ مُصْحَبَةٍ مِنْ آيَةِ الْجَنَّةِ ، مَنْ شَرِبَ مِنْهَا شَرْبَةً لَمْ يَظْلَمْ آخِرَ مَا عَلَيْهِ
 حَرَضُهُ مِثْلُ طُولِهِ مَا بَيْنَ عَمَّانَ إِلَى أَيْلَةَ مَاوُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى
 مِنَ السَّمَلِ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ .
 وَفِي الْبَابِ عَنْ حَدِيفَةَ بْنِ الْبَيَّانِ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو وَأَبِي بَرْزَةَ
 الْأَسْلَمِيِّ وَابْنِ عُمَرَ وَحَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ وَالْمُسَوِّدِ بْنِ شَدَّادٍ . وَرَوَى عَنْ
 ابْنِ عُمَرَ مَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : حَوْضِي كَأَيِّنِ الْكُوفَةِ إِلَى
 الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ .

ترجمہ۔ ”ابو سلام الجبشی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا چنانچہ مجھے ڈاک کی سواری پر سوار کیا گیا، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا امیر المومنین! ڈاک کی سواری پر سوار ہونا میرے لئے بڑی مشقت کا باعث ہوا۔ فرمایا، ابو سلام! میرا مقصد آپ کو مشقت میں ڈالنا نہیں تھا۔ لیکن مجھے ایک حدیث پہنچی جو حوض کوثر کے بارے میں آپ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں میں وہ حدیث آپ سے بالمشافہ سنا چاہتا تھا۔ ابو سلام نے کہا کہ میں نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض عدن سے عمان بلقاء تک ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اس کے کوزے آسمان کے ستاروں سے زیادہ تعداد میں ہیں، جو شخص اس سے ایک گھونٹ پی لے گا اس کے بعد اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ سب سے پہلے جو لوگ میرے حوض پر آئیں گے وہ فقراء مہاجرین ہوں گے جن کے سر کے بال بکھرے ہوئے اور کپڑے میلے کچیلے ہیں۔ جو ناز و نعمت میں پٹی ہوئی عورتوں سے نکاح نہیں کرتے اور جن کے لئے گھروں کے دروازے نہیں کھولے جاتے (یعنی ان کو گھروں میں آنے کی اجازت نہیں ملتی)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ لیکن میں نے تو ناز پروردہ عورتوں سے نکاح کیا ہے۔ اور میرے لئے گھروں کے دروازے بھی کھولے جاتے ہیں۔ میں نے

عبدالملک بن مروان خلیفہ کی بیٹی شہزادی فاطمہ سے نکاح کر رکھا ہے۔ میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک بال پر اگندہ نہ ہو جائیں سر نہیں دھویا کروں گا۔ اور جب تک کپڑے میلے پچیلے نہ ہو جائیں کپڑے صاف نہیں کیا کروں گا۔

”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر کے کوزوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کے جام اس سے زیادہ تعداد میں ہیں جس قدر کہ تاریک اور صاف رات میں آسمان پر ستارے نمودار ہوتے ہیں، یہ جنت کے جام ہوں گے۔ جو شخص ان سے پی لے گا مَدۃَ العمر کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ حوض کوثر کا عرض اتنا ہے جتنی کہ عمان سے ایلہ تک کے درمیان مسافت ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔“

تشریح: حوض کوثر کے طول و عرض کے بارے میں احادیث شریفہ میں مختلف تعبیریں آئی ہیں، ان سے مقصود اس کے طول و عرض کی کثرت کو بیان کرنا ہے تحدید مقصود نہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو حُسَيْنٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ يُونُسَ كُوفِيٌّ .

حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ الْكَاسِمِ . حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : لَمَّا أَسْرَى بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلَ بِمَرْءٍ بِالنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّينَ وَمَعَهُمُ الْقَوْمُ وَالنَّبِيُّ وَالنَّبِيِّينَ وَمَعَهُمُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ وَالنَّبِيِّينَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ أَحَدٌ حَتَّى مَرَّ بِسَوَادٍ عَظِيمٍ ، فَقُلْتُ : مَنْ هَذَا؟ قِيلَ مُوسَى وَقَوْمُهُ

وَلَكِنْ اَرْفَعْ رَاسَكَ فَانْظُرْ . قَالَ : فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَذَٰ سَدِّ الْاُفُقِ مِنْ
 ذَا الْجَانِبِ وَمِنْ ذَا الْجَانِبِ ، فَقِيلَ هُوَ لَآءُ اُمَّتِكَ وَيَسْوَى هُوَ لَآءُ مِنْ اُمَّتِكَ
 سَمِعُونَ الْاَلْفَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ، فَدَخَلَ وَلَمْ يَسْئَلُوهُ وَلَمْ يُفَسِّرْ
 لَهُمْ فَقَالُوا نَحْنُ هُمْ ، وَقَالَ قَائِلُونَ : هُمْ اَبْنَاؤُنَا الَّذِيْنَ وُلِدُوا عَلَى الْاِطْرَةِ
 وَالْاِسْلَامِ ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : هُمْ الَّذِيْنَ لَا يَكْتُمُوْنَ
 وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَبَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ، فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ
 مُخَمِّصٍ فَقَالَ اَنَا مِنْهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ نَعَمْ ، ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ اَنَا مِنْهُمْ؟ فَقَالَ :
 سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .
 وَفِي الْهَاجِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ هُرَيْرَةَ .

ترجمہ : ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
 ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم بعض ایسے نبیوں کے پاس سے گزرتے تھے
 جن کے ساتھ ایک قوم تھی اور بعض ایسے نبیوں کے پاس
 سے گزرتے تھے جن کے پاس ایک گروہ تھا اور بعض ایسے
 نبیوں کے پاس سے گزرتے تھے کہ ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں
 تھا، یہاں تک کہ آپ ایک بڑے مجمع کے پاس سے گزرے تو
 آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ
 السلام اور ان کی قوم ہے، لیکن اپنا سراغھا کر دیکھئے، آپ نے
 دیکھا تو ایک بہت ہی بڑا مجمع تھا جس نے ادھر ادھر افق کو بھر
 رکھا تھا، آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔ اور ان کے
 سوا آپ کی امت کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب و کتاب کے

جنت میں داخل ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث بیان فرما کر اندر تشریف لے گئے، اور نہ تو صحابہ نے آپ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہونگے اور نہ آپ نے خود ہی اس کی وضاحت فرمائی۔ (اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اس موضوع پر گفتگو ہونے لگی کہ یہ کون حضرات ہوں گے جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے) پس بعض نے کہا کہ یہ لوگ ہم ہی ہیں (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بلا واسطہ ایمان لائے اور آپ کی خدمت و صحبت سے مشرف ہوئے) اور بعض نے کہا کہ یہ ان لوگوں کی اولاد ہے جو فطرت و اسلام پر پیدا ہوئے (اور کبھی کفر و شرک سے ملوث نہیں ہوئے) اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے، جھاڑ پھونک نہیں کراتے، شگون نہیں لیتے، اور اپنے رب پر (کامل) توکل کرتے ہیں، یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ان میں شامل ہوں؟ فرمایا ہاں تم انہی میں سے ہو، پھر ایک اور شخص آیا اور عرض کیا کہ میں بھی ان میں سے ہوں! فرمایا عکاشہ اس بات میں تجھ سے سبقت لے گیا۔

تشریح: بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونے والے حضرات کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے البتہ اس حدیث کے متعلق چند سوال ہیں۔
اول یہ کہ شب اسراء میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء

کرام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی تھی تو پھر آپ نے اس موقع پر ان کو کیوں نہیں پہچانا۔

جواب یہ ہے کہ آدمی کی شناخت اور پہچان نزدیک سے دیکھنے پر ہوتی ہے، یہاں موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو آپ نے قریب سے نہیں دیکھا تھا۔ بلکہ دور سے ایک مجمع دیکھا، اور دور سے دیکھنے میں کسی خاص شخص کی پہچان نہیں ہو سکتی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ آپ اپنی امت کو قیامت کے دن کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا کہ میری امت کے اعضاء وضو روشن ہوں گے جس کی وجہ سے وہ دوسری امتوں سے زیادہ ممتاز ہوں گے! جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ایک مخصوص علامت ہے تو آپ نے اس موقع پر اپنی امت کو کیوں نہ پہچانا، اس کا جواب بھی دی ہے جو اوپر آچکا ہے، یعنی یہ منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے دکھایا گیا تھا، جس میں صرف مجمع نظر آتا ہے۔ امتیازی علامات نظر نہیں آتیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اعضاء کے روشن ہونے کی علامت و خصوصیت قیامت کے دن مخصوص ہو۔

سوم یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے لئے تو ان ستر ہزار میں داخل ہونے کی دعا فرمادی اور ان کو اس کی بشارت بھی عطا فرمادی، دوسرے صاحب نے جب یہی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”عکاشہ تم سے سبقت لے گئے“ ان کے لئے کیوں دعا نہیں فرمائی؟

حضرات شارحین نے اس سوال کے متعدد جواب دیئے ہیں، ایک یہ کہ یہ دوسرا شخص منافق ہو گا۔ لیکن یہ جواب کمزور ہے، کیونکہ ایسی درخواست کسی منافق بے ایمان کی طرف سے نہیں ہو سکتی، دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ اگر دوسرے کے لئے بھی دعا فرمادی جاتی تو تیسرا کھڑا ہو جاتا، پھر چوتھا، پھر پانچواں،

اسی طرح ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سلسلہ شروع ہونے سے پہلے ہی اس کو بند کر دیا۔ ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ ممکن ہے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے جب درخواست کی تھی وہ قبولیت کا خاص وقت اور خاص گھڑی ہو، دوسرے صاحب نے جب درخواست کی تو وہ خاص وقت گزر چکا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو تو عکاشہ رضی اللہ عنہ لے اڑے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی درخواست تو بے ساختہ تھی، ان کے بعد درخواست کرنے والے میں وہ بات نہیں پائی جاتی تھی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ تو ان صفات کے ساتھ کامل طور پر متصف تھے جو اس جماعت میں داخلے کے لئے شرط ہیں۔ ممکن ہے دوسرے صاحب میں یہ صفات اس وجہ کی نہ پائی جاتی ہوں، واللہ اعلم۔

فائدہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ”سبقک بھا عکاشہ“ کسی کام میں پہل کرنے والے کے لئے ضرب المثل بن گیا ہے۔

(الاصابہ)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَزِيمٍ . حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ
الرَّبِيعِ . حَدَّثَنَا أَبُو عَرَبَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : مَا أَعْرِفُ
شَيْئًا مِمَّا كُنَّا عَلَيْهِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقُلْتُ : أَيْنَ الصَّلَاةِ
قَالَ : أَوْلَمَ تَصْنَعُوا فِي صَلَاتِكُمْ مَا قَدْ عَلِمْتُمْ .

قَالَ أَبُو عَيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ يَنْبَغِي هَذَا التَّوَجُّهُ بِنَ حَدِيثِ
أَبِي عَرَبَانَ الْجَوْنِيِّ ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهِ عَنْ أَنَسٍ .

ترجمہ : ”ابو عمران جوئی حضرت انس بن مالک رضی

اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم لوگ جن امور

پر قائم تھے آج میں ان میں سے کسی چیز کو بھی نہیں پہچانتا۔
میں نے عرض کیا کہ نماز تو ہے؟ فرمایا، کیا تم نے اپنی نماز میں
وہ کچھ نہیں کر لیا جو تمہارے علم میں ہے۔“

تشریح: مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت مہد
میں دنیا سے زہد و بے رغبتی اور آخرت کے شوق و اہتمام کی جو کیفیت ہم میں
پائی جاتی تھی، اور اس زمانے میں اعمال کا جو نقشہ تھا اب وہ کیسے نظر نہیں
آتا، ایک نماز تھی اس میں بھی وہ ذوق و شوق، وہ خشوع و خضوع اور لذت
مناجات کی وہ کیفیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پائی جاتی
تھی آج مفقود ہے، اعمال کا ظاہری ڈھانچہ اگرچہ موجود ہے (اور قیامت تک
رہے گا) لیکن باطنی کیفیات کا رنگ روز بروز پھیکا پڑتا جا رہا ہے، چنانچہ حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری حدیث مروی ہے۔

” لما كان اليوم الذى دخل فيه رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم المدينة اضاء منها
كل شئ فلما كان اليوم الذى مات فيه
اظلم منها كل شئ . و ما نفضنا عن
رسول الله صلى الله عليه وسلم الا يدي
، وانا لفي دفنه حتى انكرنا قلوبنا ..“

(ترمذی ص ۲۰۲ ج ۲ ابن ماجہ ص ۱۱۷)

ترجمہ: ”جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ
میں تشریف آوری ہوئی اس دن مدینہ کی ہر چیز روشن ہو گئی
اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا مدینہ کی ہر

چیز تاریک ہو گئی۔ اور ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے ابھی ہاتھ نہیں جھاڑے تھے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن ہی میں مشغول تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کو اور ہی طرح کا محسوس کیا۔“

(ترمذی ص ۲۰۲-ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۱۷)

یعنی حالت مشاہدہ حالت غیبت سے بدل گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کے انوار و تجلیات سے دلوں کی جو قدیلیں جگمگا رہی تھیں ان کی لوہم پڑ گئی، اور زمانہ نبوت کے انوار و برکات رخصت ہوتے ہوئے صاف محسوس ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت عہد سے جس قدر بُدھوتا جا رہا ہے ایمانی کیفیات میں اسی قدر تنزل رونما ہو رہا ہے، زیر نظر حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی تنزل کو بیان فرما رہے ہیں۔

اسی مضمون کی ایک حدیث صحیح بخاری ص ۱۰۳۷-ج ۲ کتاب ”الفتن“ باب لایاتی زمان الا الذی بعدہ شرمہ“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ زبیر بن عدی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج بن یوسف کی جانب سے جو کچھ پیش آیا تھا ان کی خدمت میں اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا۔

”اصبروا فانہ لایاتی علیکم زمان الا

الذی بعدہ شر منه سمعته من نبیکم صلی

اللہ علیہ وسلم“ (صحیح بخاری ص ۱۰۴۷ ج ۲)

ترجمہ: ”مہر کرو، کیونکہ تم پر جو زمانہ بھی آئے گا اس

کے بعد کا زمانہ اس سے بھی بدتر ہوگا۔ یہ بات میں نے

تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْأَزْدِيُّ الْبَغْرِيُّ . حَدَّثَنَا

عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ . حَدَّثَنَا هَانِئٌ وَهُوَ ابْنُ سَعِيدِ الْكُوفِيِّ .

حَدَّثَنِي زَيْدُ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ اسْمَاءِ بِنْتِ عُمَيْسٍ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ : سَمِعْتُ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : يَمُوتُ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَحْمِيلٌ وَاسْتِغْلَالٌ

وَنَيْسَى الْكَبِيرِ الْمُتَعَالِ ، يَمُوتُ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَحْمِيلٌ وَاسْتِغْلَالٌ وَنَيْسَى الْجَبَّارِ الْأَعْلَى ،

يَمُوتُ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَحْمِيلٌ وَاسْتِغْلَالٌ وَنَيْسَى الْمَقَابِرِ وَالْبَلَى ، يَمُوتُ الْعَبْدُ عَبْدٌ عَتَا وَطَغَى

وَنَيْسَى الْمُبْتَذَلِ وَالْمُنْتَهَى ، يَمُوتُ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَحْمِيلٌ وَاسْتِغْلَالٌ وَنَيْسَى الْعَبْدِ

عَبْدٌ تَحْمِيلٌ وَاسْتِغْلَالٌ وَنَيْسَى الْعَبْدِ عَبْدٌ طَمَعٌ يَقُودُهُ ، يَمُوتُ الْعَبْدُ

عَبْدٌ هَوَىٰ يَضِلُّهُ ، يَمُوتُ الْعَبْدُ عَبْدٌ رَغَبٌ يَذِلُّهُ .

قَالَ أَبُو هَيْسَمٍ : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ ،

وَلَيْسَ بِإِسْنَادِهِ بِالْقَوِيِّ .

ترجمہ : ”حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی

ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد

فرماتے ہوئے سنا کہ بہت ہی برا ہے وہ بندہ جس نے (اپنی

بڑائی کا جھوٹا) خیال باندھا اور اترانے لگا اور بڑائی والے

عالی شان خدا کو بھول گیا اور بہت ہی برا ہے وہ بندہ جس نے

تکبر و سرکشی کی، اور اس جبار کو جو سب سے برتر ہے بھول

گیا، بہت ہی برا ہے وہ بندہ جو غفلت میں مدہوش اور لود

لعب میں مشغول ہو گیا، اور قبروں کو اور بوسیدہ ہو جانے کو

بھول بیٹھا، بہت ہی برا ہے وہ بندہ جس نے فساد مچایا اور حد

سے نکل گیا اور اپنی ابتداء و انتہاء کو بھول گیا، بہت ہی برا

ہے وہ بندہ جو دین کے ذریعے دنیا کا شکار کرتا ہے، بہت برا

ہے وہ بندہ جو شہادت کے ذریعہ دین کا شکار کرتا ہے، بہت ہی برا ہے وہ بندہ کہ طمع اور لالچ اس کا قائد ہو۔ بہت ہی برا ہے وہ بندہ کہ خواہشات اس کو راستہ سے ہٹا رہی ہوں۔ بہت ہی برا ہے وہ بندہ کہ دنیا کی رغبت اسے ذلیل کر رہی ہو۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدَّبُ . حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ
أَخْبَتِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ . حَدَّثَنَا أَبُو الْجَارُودِ الْأَنْعَمِيُّ وَاسْمُهُ زَيْبَادُ بْنُ الْمُنْذِرِ
الْهَمْدَانِيُّ عَنْ عَطِيَّةِ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلَى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللَّهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ مِنْ نَمَارِ الْجَنَّةِ . وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَقَى مُؤْمِنًا عَلَى ظَمَأٍ سَقَاهُ اللَّهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ . وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ كَسَا مُؤْمِنًا عَلَى عُرَى كَسَاهُ اللَّهُ
مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ . وَقَدْ رَوَى هَذَا عَنْ عَطِيَّةٍ عَنْ
أَبِي سَعِيدٍ مَوْقُوفٌ ، وَهُوَ أَصَحُّ عِنْدَنَا وَأَشْبَهَ .

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مومن نے کسی بھوکے مومن کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائیں گے۔ اور جس مومن نے کسی پیاسے مومن کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سر بھر شراب بطور سے پلائیں گے اور جس مومن نے کسی برہنہ مومن کو لباس پہنایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے سبز حلوں کا لباس پہنائیں گے۔“

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي الْتَغْفَرِ . حَدَّثَنَا أَبُو الْتَغْفَرِ .
 حَدَّثَنَا أَبُو عَمِيلٍ التَّمِيمِيُّ . حَدَّثَنَا أَبُو فَرْوَةَ بَزِيدُ بْنُ سَلْمَانَ التَّمِيمِيُّ .
 حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ قَبْدُوسَ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ خَافَ أَذْلَجَ ، وَمَنْ أَذْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ ، إِلَّا أَنْ سَلِمَةَ
 اللَّهُ غَالِيَةً ، إِلَّا أَنْ سَلِمَةَ اللَّهُ الْجَنَّةُ .

قَالَ أَبُو عَمِيْسٍ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ
 أَبِي الْتَغْفَرِ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
 ”جو شخص ڈرے، وہ اول سحر میں سفر شروع کر دیتا ہے، اور جو
 شخص اول سحر میں صبح سویرے چل پڑے، وہ منزل پر پہنچ جاتا
 ہے، سنو! بے شک اللہ کا سامان نہایت قیمتی ہے، سنو! بے شک
 اللہ کا سامان جنت ہے۔“

تشریح : یعنی جس شخص کو دشمن کا خطرہ ہو، وہ صبح صادق ہونے سے پہلے
 سفر شروع کر دیتا ہے، اور جو شخص صبح سویرے سفر شروع کر دیتا ہے وہ منزل پر
 پہنچ جاتا ہے، اسی طرح جس شخص کو اپنی آخرت کی فکر اور شیطان کے گمراہ
 کرنے کا اندیشہ ہو، وہ تہجد سے اپنی تیاری شروع کر دیتا ہے، اور جو شخص اول
 سحر سے یعنی تہجد کے وقت سے سفر شروع کرے، وہ انشاء اللہ منزل پر پہنچ جاتا
 ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ خوب یاد رکھو کہ تم نے جس سامان کا اللہ سے سودا
 کیا ہے، وہ بہت زیادہ قیمتی ہے، اتنا زیادہ قیمتی ہے کہ وہاں ایک چھڑی رکھنے کی
 جگہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے، اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قیمتی سامان
 جنت ہے، جس کی کیفیت اور کمیت ہمارے عقل و قیاس سے باہر ہے۔

حق تعالیٰ شانہ ہمیں دنیا کے مکر اور دھوکے سے محفوظ فرما کر دنیا میں پاک و صاف زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہمارا خاتمہ فرمائیں۔ اور اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم سے بغیر حساب و کتاب کے ہمیں جنت میں داخل فرمادیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي النَضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو النَضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ التَّمِيمِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَقِيلٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ . حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ وَعَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ مَنِ قَطِيعَةُ السَّمْدِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَسْكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ سَمَالَ بَأْسٍ بِهِ حَدَرًا لِمَا بِهِ الْبَأْسُ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا تَرْفُقه إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

ترجمہ : حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے تھے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بندہ اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا کہ اس کا شمار متقیوں میں ہو، یہاں تک کہ وہ ایسی چیزوں کو بھی چھوڑ دے جن میں کوئی حرج اور گناہ نہیں ان چیزوں سے احتراز کرنے کیلئے جن میں حرج اور گناہ ہے۔“

تشریح : مطلب یہ کہ کمال تقویٰ یہ نہیں کہ آدمی صرف ناجائز اور ممنوع چیزوں سے پرہیز کرے، بلکہ کمال تقویٰ یہ ہے کہ آدمی ایسی مباح اور جائز چیزوں سے بھی احتراز کرے جن سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ ناجائز اور ممنوعات کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ التَّمِيمِيُّ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . حَدَّثَنَا
 عُمَرَانُ الْقَطَّانُ مَنِ قَتَادَةَ عَنْ بَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّخِيرِ عَنْ حَنْظَلَةَ
 الْأَسَدِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ أَنَّكُمْ تَكُونُونَ
 كَمَا تَكُونُونَ عِنْدِي لَا ظِلَّةَ لَكُمْ إِلَّا نِكَتُ بِأَجْنَحَيْهَا
 قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ . وَقَدْ
 رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأَسَدِيِّ عَنِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
 وَفِي الْبَابِ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

ترجمہ : ”حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ سے
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم
 ہمیشہ اسی حالت پر رہا کرو جس حالت میں میرے پاس ہوتے ہو
 تو فرشتے تم پر اپنے پروں سے سایہ کریں گے۔“

تشریح : یہ حدیث یہاں مختصر نقل کی گئی ہے۔ صحیح مسلم (ص ۳۵۵ ج ۲)
 میں تفصیل سے مروی ہے حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ جو آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے، فرماتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت
 ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا، انہوں نے حال احوال پوچھا۔ میں نے کہا
 حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہو، میں نے
 کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ
 گویا ہم جنت و دوزخ کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن جب وہاں سے اٹھ
 کر گھر آتے ہیں تو بیوی بچوں اور زمین کے دھندوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو
 وہ خاص کیفیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتی ہے وہ نہیں

رہتی اور ہم بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا! یہ صورت تو مجھے بھی پیش آتی ہے، چنانچہ میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے کہا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حنظلہ تو منافق ہو گیا، فرمایا کیا بات ہوئی، عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم سر کی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہے ہیں، پھر جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر گھروں میں جاتے ہیں اور بیوی بچوں میں مشغول ہوتے ہیں تو نسیان اور غفلت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔

«والذی نفسی بیدہ إن لو تدومون علی ما
تکونون عندی وفي الذکر لصافحتکم الملائکة
علی فرشکم وفي طرقکم ولكن یا حنظلة
ساعة وساعة ثلاث مرار .

ترجمہ : ”اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہو جو میرے پاس ہوتی ہے اور ہمیشہ اسی یادداشت میں رہو تو فرشتے تم سے بستروں میں اور راستوں میں مصافحہ کیا کریں لیکن اے حنظلہ وقت وقت کی بات ہے۔“

اور دوسری روایت میں ہے :

یا حنظلة ساعة وساعة لو کانت تكون
قلوبکم کما تكون عند الذکر لصافحتکم

الملائكة حتى تسلم عليكم في الطرق“

(صحیح مسلم ص ۳۵۵ ج ۲)

ترجمہ : ”حنظلم! وقت وقت کی بات ہے، اگر تمہارے دل اسی کیفیت پر رہا کریں جو وعظ و نصیحت کے وقت ہوتی ہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کیا کریں حتیٰ کہ تمہیں راہ چلتے سلام کیا کریں۔“

(صحیح مسلم ص ۳۳۵ ج ۲)

مطلب یہ کہ قلبی کیفیت ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی یہ حق تعالیٰ شانہ کی حکمت بالغہ ہے کہ ایک وقت ذکر کی تجلی ہوتی ہے اور آدمی دنیا و مافیہا سے منہ موڑ کر آخرت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، اور کبھی آدمی پر دوسری طرح کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس میں آدمی اہل و عیال اور دیگر لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ پہلی کیفیت کی مثال ایسی ہے کہ محبوب کا مشاہدہ بلا واسطہ ہو، اور دوسری کیفیت کی مثال ایسی ہے کہ آمینہ میں محبوب کے جمال جہاں آراء کا مشاہدہ کیا جائے۔ اگر ہمیشہ پہلی کیفیت ہی رہا کرتی تو دنیا کا کارخانہ بند ہو جاتا، اس لئے جس طرح تجلی ذکر کی کیفیت طاری ہونا عنایت بے پایاں ہے، اسی طرح دوسری حالت کا طاری ہونا بھی مقضائے رحمت و حکمت ہے۔

ف۔ جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے اس مضمون کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، ان کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”لو انکم تکنون علی کل حال علی

الحال التی انتم علیہا عندی لصافحتکم

الملائكة باکفہم ولزارتکم فی بیوتکم“

(مسند احمد ص ۳۰۵ ج ۵)

ترجمہ: ”اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہا کرو جس حالت پر تم میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تم سے اپنے ہاتھوں سے مصافحہ کیا کریں اور تمہارے گھر تمہاری زیارت کو آیا کریں“
(مسند احمد ص ۳۰۵ ج ۲)

نیز اسی مضمون کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے ان کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

”ان تلك الساعة لو تدومون عليها

لصافحتكم الملائكة“ (مسند احمد ص ۱۷۰ ج ۲)

ترجمہ: ”اس وقت جو تمہاری کیفیت ہوتی ہے اگر تم اس پر ہمیشہ رہو تو فرشتے تم سے مصافحہ کیا کریں۔“

(مسند احمد ص ۱۷۵ ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے۔

لو تدومون على ما تكونون عندي في

الخلاء. لصافحتكم الملائكة باجنتها“

(وقال الميمني: رواه البزار ورجال الصحيح غير زهير بن محمد الرازي وهو ثقة)

ترجمہ: ”اگر تم تنہائی میں بھی اسی حالت پر رہا کرو جو میرے پاس ہوتی ہے تو فرشتے اپنے پروں کے ساتھ تم سے مصافحہ کیا کریں، لیکن وقت و وقت کی بات ہے۔ (کبھی وہ کیفیت ہوتی ہے اور کبھی وہ)“

ایک اور روایت میں ہے:

”لصافحتکم الملائکۃ حتی تظلمکم
باجنحتھا عیاناً“

(رواہ ابو یعلیٰ مجمع الزوائد ص ۳۰۸ ج ۱۰)

ترجمہ: ”فرشتے تم سے مصافحہ کیا کریں، یہاں تک کہ
کھلم کھلا تمہارے سروں پر اپنے پروں سے سایہ قلعن ہوں۔“

حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَبُو عُمَرَ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا
حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ ابْنِ مَجْلَانَ عَنِ الْقَمْفَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنْ لِكُلِّ نَفْسٍ شِرَّةٌ
وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَإِنْ كَانَ صَاحِبُهَا سَدَدًا وَفَارَبَ فَارْجُوهُ ، وَإِنْ أَشِيدَ إِلَيْهِ
بِالْأَصَابِعِ فَلَا تَعْدُرُهُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ہر چیز کے لئے ایک
تیزی اور جوش ہوتا ہے اور ہر تیزی اور جوش کے لئے ایک
ٹھہراؤ ہوتا ہے، پس اگر صاحب عمل راہ مستقیم پر رہا اور
اعتدال کے قریب رہا تو اس کے بارے میں اچھی امید رکھو
.... اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے لگا تو
اس کو کسی شمار میں نہ سمجھو۔“

تشریح: شرہ کے معنی ہیں تیزی، زیادتی، جوش، مبالغہ اور فترۃ کے معنی
ہیں سستی، کمزوری، کمی اور جوش کا فرو ہو جانا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب
آدمی عمل کرتا ہے تو شروع شروع میں بڑے جوش اور نشاط و رغبت سے کرتا

ہے۔ اور عمل میں زیادتی اور مبالغہ و انہماک سے کام لیتا ہے اور بااوقات حدِ اعتدال سے تجاوز کر کے افراط اور غلو کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن کچھ مدت بعد اس جوش میں کمی آنا شروع ہوتی ہے اور عمل میں سستی اور کمزوری ہونے لگتی ہے۔ اس حالت میں بااوقات آدمی تفریط و تقصیر کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ شروع میں نشاط و رغبت اور آخر میں جوش کے فرو ہونے کی کیفیت تو کم و بیش سبھی کو پیش آتی ہے۔ لیکن ان دونوں حالتوں میں افراط و تفریط سے بچ کر آدمی اعتدال پر قائم رہے تو اس کے بارے میں اچھی امید رکھنی چاہئے کہ انشاء اللہ یہ فائز المرام ہوگا۔ اس کے برعکس جو شخص جوش کی حالت میں غلو کا شکار ہو جائے اور ایک عابد و زاہد اور خدا رسیدہ بزرگ کی حیثیت سے اس کی شہرت ہو جائے ایسا شخص ”نیکی برباد گناہ لازم“ کا مصداق ہے۔

اس حدیث پاک میں سا لکین و عابدین کے لئے سبق ہے کہ افراط و تفریط اور حسبِ جاہ اور خود نمائی سے پرہیز کریں۔ اس حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ ہمیں کسی شخص کے بارے میں اس کے ظاہری حالات کے مطابق اچھی امید رکھنے کا حکم ہے۔ لیکن جزم و یقین کے ساتھ کسی کے بارے میں لب کشائی نہیں کر سکتے کیونکہ انجام کی خبر اور قلوب کی حالت اللہ جل شانہ کے علم میں ہے۔ واللہ اعلم۔

وَقَدْ رَوَى عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: يَحْسِبُ أَمْرِي مِنَ الشَّرِّ أَنْ يُشَارَكَ الْبَيْتُ بِالْأَصَابِعِ فِي دِينٍ أَوْ دُنْيَا إِلَّا مَنْ عَقَمَهُ اللَّهُ.

ترجمہ: ”اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی برائی کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارے کئے جائیں دین میں یا دنیا میں، مگر جس کو اللہ

تعالیٰ جل شانہ محفوظ رکھے۔

تشریح: دنیا میں شہرت کا ہونا تو ظاہر ہے کہ بیسیوں آفتوں اور فتنوں کا پیش خیمہ ہے، لیکن دین کے معاملے میں بھی شہرت اچھی چیز نہیں، اول تو ایسی شہرت کا حصول ہی عموماً اس وقت ہوتا ہے جب آدمی کوئی نئی بدعت اختراع کرے، یا عبادت میں اس قدر غلو و مبالغہ سے کام لے کہ عام طور سے اس کا چرچا ہو جائے اور یہ دونوں چیزیں آدمی کو راہ مستقیم سے برگشتہ کرنے والی ہیں، علاوہ ازیں حصول شہرت کے بعد نمائش و تصنع اور اپنی بزرگی کے احساس سے بچتا ہر ایک کا کام نہیں۔ البتہ اگر کسی کی شہرت غیر اختیاری طور پر محض من جانب اللہ ہو اور حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و عنایت سے اس کو نفس و شیطان کے غوائل سے محفوظ رکھے تو ایسے غلبین کے حق میں شہرت مضر نہیں۔ واللہ اعلم۔

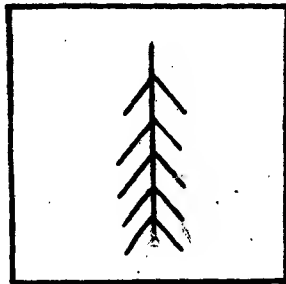
ف۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت تعلیقاً (بغیر سند کے) ذکر کی ہے۔ مشکوٰۃ شریف اور جامع صغیر میں امام بیہقی کی شعب الایمان کے حوالے سے نقل کی گئی ہے، چونکہ اس کی سند کمزور ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ”قدروی“ کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَنْتَلَى عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ خَنْبَمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
قَالَ: خَطُّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطٌّ فِي وَسْطِ الْخَطِّ
خَطًّا وَخَطٌّ خَارِجًا مِنْ الْخَطِّ خَطًّا وَحَوْلَ الَّذِي فِي الْوَسْطِ خَطُّوطًا فَقَالَ:
هَذَا ابْنُ آدَمَ وَهَذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ ، وَهَذَا الَّذِي فِي الْوَسْطِ الْإِنْسَانُ ،
وَهَذِهِ الْخَطُّوطُ عُرُوضُهُ إِنْ تَجَاوَزَ هَذَا بَنَسَهُ هَذَا، وَانْطَلَقَ الْخَارِجُ الْأَمَلُ،
هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک مربع خط کھینچا۔ اور اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا اور ایک خط اس کے باہر کھینچا۔ اور درمیان میں جو خط کھینچا اس کے ارد گرد بہت سے خطوط کھینچے پھر فرمایا یہ ابن آدم کی مثال ہے۔ یہ مربع خط جو چاروں طرف سے محیط ہے یہ انسان کی اجل ہے۔ اور یہ درمیان کا خط انسان ہے۔ اور یہ جو اس کے ارد گرد خطوط ہیں یہ اس کے عوارض ہیں‘ آدمی اگر ان میں سے ایک سے بچ نکلے تو دوسرا اس کو ڈستا ہے اور یہ خط جو باہر ہے یہ اس کی آرزو اور امید ہے۔“

تشریح : آدمی اپنی زندگی میں سینکڑوں آرزوئیں پالتا ہے۔ اور ان کے حصول کے خیالی منصوبے بناتا ہے لیکن۔
 ”اے بے آرزو کہ خاک شدہ“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں انسان کی ناکامیوں کو ایک محسوس مثال سے سمجھایا ہے۔ جو خطوط آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھینچ کر دکھائے ان کا نقشہ یہ ہے:



جس میں دکھایا گیا ہے کہ انسان اجل کے احاطہ کے اندر محصور ہے اور

اس کی اہل اور آرزو اس احاطہ سے باہر ہے، اجل کا یہ احاطہ چونکہ اس کی نظر سے اوچل ہے اس لئے وہ اپنی آرزو تک پہنچنے کی تگ و دو کرتا ہے، لیکن انسانی عوارض قدم قدم پر اس کے پاؤں کی زنجیر بنتے ہیں۔ ایک چیز سے بچ نکلے تو دوسری چیز اسے ڈس لیتی ہے۔ ان تمام عوارض کے باوجود وہ حصول تمنا کے لئے اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ اب اس کی منزل مقصود بہت قریب آگئی ہے، حالانکہ اس کا مقصود موت کے احاطہ سے باہر ہے اور یہ خود اجل کے احاطہ میں محصور ہے۔ نتیجہ یہ کہ جو نبی یہ اپنے مطلوب کے قریب پہنچتا ہے اجل اسے آکر دبوچ لیتی ہے اور یہ بھد حسرت و ارمان دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے:

”و کم حسرات فی بطون القابر“

پس یہ انسان کی ناکامیوں کی خوبصورت تمثیل ہے۔ دانا وہ ہے جو اس دنیا میں لمبی لمبی آرزوئیں نہ پالے، اور خیالی منصوبوں میں وقت ضائع نہ کرے، بلکہ موت اور موت کے بعد کی زندگی کی تیاری کرے۔ اس لئے بزرگان دین فرماتے ہیں۔

کار دنیا کسے تمام نہ کرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید

حَدَّثَنَا فَتْيَبَةُ . حَدَّثَنَا أَبُو مَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ
قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَهْزُمُ ابْنُ آدَمَ وَبَشَبُ مِنْهُ أَثْنَانِ
الْحَرَمُ عَلَى الْمَالِ وَالْحَرَمُ عَلَى النَّمْرِ .
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی

بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور اس کی دو عادتیں جوان ہوتی رہتی ہیں، ایک مال کی حرص، دوسرے عمر کی حرص۔

تشریح: آدمی کی عمر جتنی زیادہ ہوتی جائے وہ موت کی منزل کے قریب ہوتا جاتا ہے، اس لئے تقاضائے عقل تو یہ ہے کہ آدمی جب بوڑھا ہو جائے تو چونکہ اس کی طبعی عمر پوری ہو چکی، اس لئے اس میں مال کی حرص بھی ختم ہو جانی چاہئے، اور زیادہ دیر تک جینے کی امید بھی منقطع ہو جانی چاہئے۔ مگر اس کے بالکل برعکس ہوتا یہ ہے کہ آدمی جوں جوں بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کی مال کی حرص اور تا دیر زندہ رہنے کی حرص جوان ہوتی جاتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ آدمی کو سب سے زیادہ محبت اپنی جان سے ہے اور وہ اس کی بھائے دوام کا خواہشمند رہتا ہے اور طول عمر کے لئے مال و دولت کی ضرورت ہے اس لئے مال سے بھی اس کی محبت بڑھتی جاتی ہے، مگر یہ چیز عقلاً ”و شرعاً“ مذموم ہے اس لئے کہ بڑھاپے میں جب کہ آدمی کے اپنے قویٰ بھی جواب دے جاتے ہیں آدمی کو آخرت کی تیاری میں مشغول ہونا چاہئے اور دنیا سے اور یہاں کی دلفریبیوں سے اس کا دل سرد ہو جانا چاہئے، حق تعالیٰ شانہ کے مقبول بندے، جن پر اللہ تعالیٰ دنیا کی حقیقت منکشف فرما دیتے ہیں ان کی یہی شان ہوتی ہے، کہ عمر کی پختگی کے ساتھ ان کے زہد و قناعت اور توجہ الی الآخرت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و احسان سے اس ناکارہ کو بھی یہ دولت نصیب فرمائیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ مَوْلَى ابْنِ مَرْثَدَةَ بْنِ فَرَّاسٍ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا أَبُو قَتَيْبَةَ زَيْدُ بْنُ قَتَيْبَةَ . حَدَّثَنَا أَبُو النُّوَّامِ وَهُوَ عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّخِيرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ ابْنِ آدَمَ وَإِلَى جَنْبِهِ نِسْمَةٌ وَيَسْمُونَ مَبْنِيَّةً

إِنْ أَخْطَأْتُهُ الْمَنَابَا وَقَعَ فِي الْحَرَمِ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن النخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی ایسی حالت میں پیدا کیا گیا ہے کہ اس کے پہلو میں نانوے آفات ہیں۔ اگر وہ ان آفات سے بچ نکلے تو بڑھاپے میں جاگرتا ہے۔“

تشریح : یعنی آدمی کے گرد و پیش بے شمار آفتیں لگی ہوئی ہیں جو اکثر و بیشتر اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوتی ہیں، اور اگر کبھی ان سے بچ نکلے تو بڑھاپا اس کے استقبال کے لئے کھڑا ہے جس کا کوئی علاج نہیں، اور جو موت کا دروازہ ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

ابْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمِيلٍ عَنِ الطَّائِلِ بْنِ أَثِيٍّ بْنِ كَتَبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثًا لَيْلًا قَامَ فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَذْكُرُوا اللَّهَ أَذْكُرُوا اللَّهَ أَذْكُرُوا اللَّهَ جَاءَتْ الرَّاجِفَةُ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ ، قَالَ أَبِي : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَكْثَرُ الصَّلَاةِ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي ؟ فَقَالَ : مَا شِئْتَ . قَالَ : قُلْتُ الرَّوْبَعُ ، قَالَ : مَا شِئْتَ ، فَانْ زِدْتُ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ ، قُلْتُ : النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ . فَانْ زِدْتُ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ ، قَالَ : قُلْتُ ثُلَاثَيْنِ ، قَالَ مَا شِئْتَ ، فَانْ زِدْتُ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ ، قُلْتُ : أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ : إِذَا نُسِئْتُ فَمَكَ ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ : ”حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو اٹھتے اور فرماتے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، وہ کپکپا دینے والی آرہی ہے (مراد قیامت کا نغمہ اولیٰ ہے) اور اس کے پیچھے آرہی ہے پیچھے آنے والی (مراد نغمہ ثانیہ ہے) موت مع اپنے تمام اہوال کے آرہی ہے، موت مع اپنے تمام اہوال کے آرہی ہے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ پر بکثرت درود بھیجتا ہوں میں اپنے اور ادو وظائف میں سے آپ کے لئے درود شریف کا کتنا حصہ رکھوں؟ فرمایا، جتنا تمہارا جی چاہے۔ میں نے عرض کیا، چوتھائی حصہ؟ فرمایا، جتنا تمہارا جی چاہے۔ اگر زیادہ کرلو تو اور بھی اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر نصف رکھوں؟ فرمایا، جتنا تمہارا جی چاہے اور اگر زیادہ کرلو تو اور بھی اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دو تہائی؟ فرمایا، جتنا تمہارا جی چاہے، اور اگر زیادہ کرلو تو اور بھی اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا، تو پھر میں وظیفے کا تمام وقت آپ پر درود بھیجنے پر صرف کروں گا۔ فرمایا، اس صورت میں تمہارے تمام افکار کی کفایت ہوگی، اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

حَدَّثَنَا بَجِي، بْنُ مُوسَى. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ ابْنِ
ابْنِ اسحاقَ عَنِ الصَّبَّاحِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مَرْثَةِ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَحْبُّوا بَيْنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَبَاءِ.
قَالَ: فَلَمَّا يَارَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَسْتَحْبُّكَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، قَالَ: لَيْسَ ذَلِكَ، وَلَكِنْ

الْأَسْبَحِيَاءَ مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْخَلَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَهَى، وَالْبَطْنَ وَمَا حَوَى
وَلَقَدْ كَرِهَ الْمَوْتُ وَالْبَلَى، وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ قَعَلَ
ذَلِكَ فَقَدْ أَسْتَحَبَّ مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْخَلَاءِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ إِنْما نَعْرِفُهُ مِنْ هَذَا الرَّجُلِ مِنْ حَدِيثِ
أَبَاكَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ الصَّبَّاحِ بْنِ مُحَمَّدٍ.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے حیا کرو، جیسا کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔ ہم نے عرض کیا، یا نبی اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم حیا کرتے ہیں۔ والحمد للہ۔ فرمایا، یوں نہیں، بلکہ ”اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا جیسا کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سر کی، اور سرجن چیزوں پر مشتمل ہے (جیسے کان، آنکھ، ناک، زبان وغیرہ) ان سب کی حفاظت کرو۔ (اور حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ ان اعضا کو نامرضیات میں استعمال کرنے سے آدمی شرم کرے) اور پیٹ کی اور پیٹ جن چیزوں پر حاوی ہے (جیسے دل، معدہ، شرمگاہ، اور ہاتھ پاؤں بھی اسی سے متعلق ہیں) ان سب کی حفاظت کرو، اور موت کو اور مرکز گل سڑ جانے کو یاد رکھو، اور جو شخص آخرت کا ارادہ رکھتا ہو وہ دنیا کی زینت چھوڑ دے، بس جس نے ایسا کیا پس اس نے اللہ تعالیٰ سے حیا کی، جیسا کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔“

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ. حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ

أَبِي بَكْرٍ بْنِ أَبِي مَرْثَمٍ ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ. أَخْبَرَنَا

عُمَرُ بْنُ عَوْنٍ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْثَمٍ عَنْ ضَرَّةَ
ابْنِ حَبِيبٍ عَنْ شَدَادِ بْنِ أَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :
الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ، وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ
هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللَّهِ قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

قَالَ : وَتَمَنَّى قَوْلُهُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ يَقُولُ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ أَنْ
يَحَاسَبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

وَبُرُوقٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ : حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ
تَحَاسَبُوا ، وَتَزَيِّنُوا لِلْفَرَضِ الْأَكْبَرِ ، وَإِنَّمَا بَعْثُ الْحِسَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
فَلْيَمَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا

وَبُرُوقٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ قَالَ : لَا يَكُونُ الْعَبْدُ نَقِيًا حَتَّى يُحَاسِبَ
نَفْسَهُ كَمَا يُحَاسِبُ نَبِيَّكَ مِنْ أَثَرِ مَطْعَمِهِ وَمَلْبَسِهِ .

ترجمہ : ”حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
سمجھدار اور عقلمند آدمی وہ ہے جس نے اپنے نفس کو رام
کر لیا، اور موت سے بعد کی زندگی کے لئے عمل کیا۔ اور
احق ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو اس کی خواہشوں
کے پیچھے لگا دیا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹی امیدیں لگائیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اپنے نفس کو رام
کر لیا“ کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن حساب و کتاب سے
پہلے دنیا ہی میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہا۔ حضرت عمر رضی
اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ”اپنے نفسوں کا

محاسبہ کرتے رہو اس سے قبل کہ تم سے حساب لیا جائے۔
اور قیامت کے دن کی بڑی پیشی کے لئے تیار رہو۔ جو شخص
دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہو قیامت کے دن اس پر
حساب آسان ہوگا۔

اور حضرت میمون بن مہران سے مروی ہے کہ انہوں
نے فرمایا کہ بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا، جب تک
کہ اپنے نفس سے اس طرح محاسبہ نہ کرے جس طرح کہ
اپنے شریک کا محاسبہ کرتا ہے کہ اس کی خوراک و پوشاک
کہاں سے آئی۔“

تشریح: اس حدیث پاک میں ایسے شخص کو زیرک و دانا فرمایا گیا ہے جو
اپنے نفس کی طرف سے غافل نہ ہو، بلکہ اس کو احکام الہیہ کی بجا آوری میں
لگائے رکھے، برابر اس کا محاسبہ کرتا رہے اور موت کے بعد کی زندگی کی تیاری
میں مصروف رہے، کیونکہ آدمی اس مسافر خانہ دنیا میں ایک غریب الوطن تاجر
کی حیثیت سے آیا ہے۔ زندگی کے قیمتی اور انمول لمحات اس کی پونجی ہے جس
کے ذریعہ یہ آخرت کی خریداری کرنا چاہتا ہے، اعمال صالحہ آخرت کا
ذر مبادلہ ہے، پس جو شخص زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر پہچانے، اپنے نفس
کو عقل و شرع کا تابع رکھے، احکام خداوندی کی تعمیل میں لگا رہے۔ اور نفس
کو اس کی حماقت و لذت طلبی سے باز رکھنے کے لئے ہمیشہ اس کا محاسبہ کرتا
رہے۔ بلاشبہ ایسا شخص سمجھدار اور دانا و زیرک کہلانے کا مستحق ہے۔

اس کے برعکس جو شخص زندگی کے قیمتی لمحات کو (جن کا کوئی بدل نہیں)
نفس کی خواہش براری میں ضائع کر دے۔ اپنے نفس کو اس کی حماقتوں، لذتوں
اور خواہشوں کے پیچھے بے لگام چھوڑ دے اور جب کبھی آخرت کا خیال آئے
تو یہ کہہ کر دل کو جھوٹی تسلی دے دے کہ اللہ تعالیٰ بڑے غفور رحیم ہیں۔ اس

نے جنت آخر ہمارے لئے ہی بنائی ہے۔ ہم مرنے کے بعد سیدھے جنت میں جائیں گے۔ وغیرہ، وغیرہ۔ ایسے شخص کی حماقت و بے وقوفی کا کیا ٹھکانہ ہے۔ یہ شخص اپنی بد عقلی سے زندگی کا سارا قیمتی سرمایہ جھوٹی اور فانی لذتوں میں اڑا کر دنیا سے خالی ہاتھ جائے گا۔

اس حدیث پاک میں ”من دان نفسه“ کی تفسیر مصنف (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ) نے ”محاسبہ“ سے فرمائی ہے۔ اور محاسبہ کی ضرورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے اور محاسبہ کی حقیقت حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے واضح کی ہے۔ اس کی پوری تفصیل امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم کی ”کتاب المراقبہ والمحاسبہ“ میں ذکر فرمائی ہے اہل علم کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَدْوَنَةَ . حَدَّثَنَا الْفَاسِمِيُّ بْنُ
الْحَكَمِ الْمَرْزِيُّ . حَدَّثَنَا حُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْوَصَافِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ
أَبِي سَعِيدٍ قَالَ : دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَلَّاهُ فَرَأَى نَاسًا
كَانَهُمْ يَكْتُمُونَ^(۱) قَالَ : أَمَا إِنَّكُمْ لَوَ أَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَادِمِ الْأَذَاتِ
لَشَفَّكُمْ عَمَّا أَرَى الْمَوْتُ ، فَأَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ هَادِمِ الْأَذَاتِ الْمَوْتُ . فَإِنَّهُ
لَمْ يَأْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ إِلَّا نَفَّسَكُمْ فِيهِ فَيَقُولُ : أَنَا بَيْتُ الْعُرْبَةِ وَأَنَا بَيْتُ
الْوَحْدَةِ ، وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ ، وَأَنَا بَيْتُ الدُّودِ ، فَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ
قَالَ لَهُ الْقَبْرُ : مَرْحَبًا وَاهَلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لِأَحَبُّ مِنْ بَنِي حَلِي ظَهْرِي
إِلَى ، فَإِذَا وَلَّيْتُكَ الْيَوْمَ وَمِيرْتَ إِلَى فَتَرَى صَنِيبِي بِكَ قَالَ : فَيَنْتَحِلُ لَهُ مَدَدَ
بَصَرِهِ وَيَنْتَحِلُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ . وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ أَوِ السَّكَافِرُ قَالَ
لَهُ الْقَبْرُ : لَا مَرْحَبًا وَلَا أَهْلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لِأَبْغَضُ مِنْ بَنِي حَلِي ظَهْرِي
إِلَى ، فَإِذَا وَلَّيْتُكَ الْيَوْمَ وَمِيرْتَ إِلَى فَتَرَى صَنِيبِي بِكَ قَالَ : فَيَلْتَمِسُ

عَلَيْهِ حَتَّى تَلْتَقَى عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفَ أَضْلَاهُ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : بِأَصَابِهِ ، فَأَدْخَلَ بَعْضَهَا فِي جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ : وَبِقَبْضِ اللَّهِ لَهُ سَبْعِينَ تَيْدِيًا (۱) لَوْ أَنَّ وَاحِدًا مِنْهَا نَفَعَ فِي الْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ شَيْئًا مَا بَقِيَتْ الدُّنْيَا فَيَمُوتُ مِنْهُ وَيَخْذِلُ مِنْهُ حَتَّى يَفْضَى بِهِ الْحِسَابُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّمَا الْغَبَرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفْرِ النَّارِ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مٹی پر تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہنس رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمایا، سنو! اگر تم لذتوں کو چور چور کرنے والی چیز کو کثرت سے یاد کیا کرتے تو وہ تم کو اس حالت سے مشغول کر دیتی جو میں دیکھ رہا ہوں۔ پس لذتوں کو چور چور کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ کیونکہ قبر پر جو دن بھی گزرتا ہے وہ یہ بات ضرور کہتی ہے کہ میں بے وطنی کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، پھر جب مومن بندہ اس میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید کے بعد کہتی ہے کہ میری پشت پر جتنے لوگ چلتے تھے تو ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا۔ آج جبکہ تو میرے سپرد کیا گیا ہے اور مجھ تک پہنچا ہے تو تو دیکھ لے گا کہ میں تجھ سے کیسا اچھا برتاؤ کرتی ہوں، چنانچہ وہ اس کے لئے

حد نظر تک کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے لئے جنت کی طرف، ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

اور جب بدکار (یا فرمایا کہ کافر) دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا نا مبارک ہے۔ میری پشت پر جتنے لوگ چلتے تھے تو ان میں مجھے سب سے زیادہ نا پسند اور مبغوض تھا۔ آج جبکہ تو میرے حوالے کیا گیا ہے اور میرے پاس پہنچا ہے تو تو دیکھ لے گا کہ میں تجھ سے کیا برا سلوک کرتی ہوں۔ پس قبر اس پر مل جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو اس قدر بھیج دیتی ہے کہ ادھر کی ہڈیاں ادھر نکل جاتی ہیں۔ (اس کو سمجھانے کیلئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈالیں۔ اور اس پر ستر زہریلے سانپ مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ (یہ سانپ اس قدر زہریلے ہیں کہ) اگر ان میں سے ایک زمین میں پھونک مارے تو رہتی دنیا تک زمین پر کوئی سبزہ نہ اگے، پس وہ سانپ اسے ہمیشہ نوچتے اور کاٹتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اسے قیامت کے دن حساب کے لئے پیش کیا جائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبریا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔“

تشریح: اس حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے پر نکیر فرمائی، کیونکہ ہنسنا اکثر و بیشتر غفلت سے ہوتا ہے، اس لئے لذتوں کو توڑنے والی ہولناک چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم فرمایا کہ یہ مرض

غفلت کا تریاق ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر اور برزخ کے احوال بیان فرمائے ہیں، قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے اور اس سلسلہ کی احادیث معنی متواتر ہیں اس لئے قبر کے ثواب و عذاب کا عقیدہ اہل حق کے عقائد میں شامل ہے..... اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیسی دقیق تربیت فرماتے تھے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ هُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ : أَخْبَرَنِي 'عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ' قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذَا هُوَ مُسَكِّيٌّ عَلَى رَمْلٍ حَصِيرٍ ، فَرَأَيْتُ أَثَرَهُ فِي جَنْبِهِ . قَالَ أَبُو هَبْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (بالا خانے میں) داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی سے بنی ہوئی چار پائی پر ٹکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ پس میں نے چٹائی کے نشانات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دیکھے، اور حدیث میں طویل قصہ ہے۔“

تشریح : یہ طویل قصہ، جس کی طرف حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا ہے، ایلا کا مشہور واقعہ ہے جو صحاح ستہ میں مذکور ہے۔ جس کا

خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المؤمنین (رضی اللہ عنہن) سے ایک مہینہ تک الگ رہنے کی قسم کھالی تھی۔ لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی (غالبا "منافقوں نے بے پرکی اڑائی ہوگی) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے۔ ان دنوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ایک بالا خانے میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی تحقیق کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طلاق کا دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی میں جواب دیا۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”فدخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا هو مضطجع على رمال حصير ليس بينه وبينه فراش ، قد اثر الرمال بجنبه ، متكأ على وسادة من آدم حشوها ليف . فسلمت عليه ثم قلت وانا قائم ، يا رسول الله اطلقت نساءك فرفع الى بصره فقال لا ، فقلت : الله اكبر“
(صحیح بخاری ص ۷۸۱ ج ۲)

ترجمہ : ”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنکوں سے بنی ہوئی چار پائی پر لیٹے ہوئے ہیں، چار پائی پر بچھوتا بھی نہیں جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پہلوئے مبارک پر نشان پڑ گئے ہیں۔ سرہانے چڑے کا ایک تکیہ ہے۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے، میں نے سلام کیا اور کھڑے کھڑے عرض کیا یا رسول اللہ ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دیدی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر مبارک میری طرف اٹھاتے ہوئے فرمایا، نہیں۔ میں نے (اس پر خوشی کے مارے) تکبیر کہی۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ ایک طرف دباغت کے لئے چند کھالیں لٹکی ہوئی ہیں۔ ایک کونے میں ایک صاع کے قریب جو رکھے ہیں۔ اور ایک طرف کھالوں کی دباغت کا کچھ سامان (قرظ) پڑا ہے۔ یہ اس گھر کی کل کائنات تھی۔ یہ دیکھ کر مجھ پر بے اختیار رقت طاری ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اور اس کے برگزیدہ ہیں۔ آپ کا یہ حال ہے کہ پہلوئے مبارک پر چٹائی کے نشان ہیں، اور آپ کے خزانہ کی کل کائنات یہ ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ ادھر قیصر و کسریٰ خدا کے دشمن ہونے کے باوجود عیش و راحت میں ہیں، دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو رزق کی وسعت و فراخی عطا فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے استراحت فرما رہے تھے، میرا یہ معروضہ سن کر اٹھ بیٹھے اور خشمک لہجے میں فرمایا۔“

” او فی هذا انت یا ابن الخطاب ان

اولآئک قوم عجلوا طیاتہم فی الحیوة

الدنیا . اما ترضی ان تكون لهم الدنیا.

ولنا الآخرة فقلت يا رسول الله!

استغفر لي .. (صحیح بخاری ص ۷۸۲، ۷۳۰ ج ۲)

ترجمہ: ”خطاب کے بیٹے! کیا تم بھی اسی خیال میں گرفتار ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کی اچھی چیزیں دنیا ہی میں دے دی گئی ہیں، کیا تم اس پر راضی نہیں کہ ان کو دنیا مل جائے اور ہمیں آخرت ملے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار فرمائیے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ زہد (دنیا سے بے رغبتی) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کس قدر بلند تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت کیا تھی؟

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ، ثُمَّ سَأَلْتُ فَأَعْطَانِي ، ثُمَّ سَأَلْتُ فَأَعْطَانِي ، ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيمُ ! إِنَّ هَذَا الْمَالُ خَفِيزَةٌ خُلُوةٌ ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بَوْرِكَ لَهُ فِيهِ ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِسْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكَ لَهُ فِيهِ ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ ، وَالْيَدُ الْمَلِيَّةُ خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ الْكُفْلِ . فَقَالَ حَكِيمٌ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرَى أَحَدًا بِمَذَكِ شَيْئًا حَقِّي شَيْءًا بِذَرٍّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ أَبَا مَبِيذَةَ بْنَ الْجُرَّاحِ قَدِيمَ عَمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ ، وَتَمِيمَةَ الْأَنْصَارِ بِقُدُومِ أَبِي مَبِيذَةَ ، فَوَافُوا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انصرفت ، ففتمروا

لَهُ ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَاهُمْ ، ثُمَّ قَالَ :
 أَظُنُّكُمْ تَمِيعُكُمْ أَنْ أَبَا هُبَيْرَةَ قَدِمَ بَيْنَهُ قَالُوا أَجَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ :
 فَأَبَشِرُوا وَأَمْلُوا مَا بَشَرَكُمْ قَوْلَهُ مَا الْقَرَأْتُ أَخْبَنِي عَلَيْكُمْ ، وَلَكِنِّي
 أَخْبَنِي أَنْ تُبْسِطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بَسِطَتْ عَلَى مَنْ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا
 تَنَافَسُوهَا فَتَهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتَهُمْ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ نے جو بنو عامر بن لوی کے حلیف تھے، اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے، ان کو بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو (بحرن سے جزیہ وصول کرنے کے لئے) بھیجا۔ (اہل بحرن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جزیہ پر صلح کر لی تھی) چنانچہ وہ بحرن سے کچھ مال لے کر آئے، انصار نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی آمد کا سنا تو فجر کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملے، چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکرائے، پھر فرمایا، میرا خیال ہے کہ تم نے یہ سن لیا ہو گا کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کچھ مال لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا، جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پس تم خوش خبری قبول کرو اور ایسی چیز کی امید رکھو جو تمہیں خوش کر دے۔ اللہ کی قسم! مجھے

تمہارے حق میں فقر کا اندیشہ نہیں بلکہ مجھے جس امر کا اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ تم پر بھی دنیا پھیلانی جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر پھیلانی گئی۔ پس تم بھی اس میں رغبت کرنے لگو جیسا کہ پہلوں نے اس پر رغبت کی، پھر وہ تم کو بھی ہلاک کر دے، جیسا کہ ان کو ہلاک کر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ
مَعْمَرٍ وَيُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ أَنَّ مَرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ
تَحْرِمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرُو بْنَ مَوْفٍ، وَهُوَ حَافِيفُ بَنِي عَابِرِ بْنِ أُوَيْمٍ، وَكَانَ
فَارَقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيمًا إِلَى الْمَعْطَاءِ قِيَابًا أَنْ يَقْبَلَهُ،
ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُطْعِمَهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي
أَفْهَدُكُمْ بِأَمَشَرِ الْمُسْلِمِينَ عَلَى حَكِيمٍ إِنِّي أَغْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هَذَا النَّقْءِ
قِيَابًا أَنْ يَأْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ شَيْئًا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نُوَفِّي.
قَالَ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو عطا کر دیا۔ دوبارہ پھر کبھی سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عطا کیا۔ سہ بار پھر کبھی سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عطا کر دیا پھر ارشاد فرمایا، حکیم! یہ مال بڑا سرسبز اور میٹھا (نظر آتا) ہے، پس جس شخص نے اس کو سخاوت نفس کے ساتھ لیا اس کے لئے اس میں برکت عطا کی جاتی ہے، اور جس شخص نے اس کو

نفس کی حرص کے ساتھ لیا اس کے لئے اس میں برکت نہیں ہوتی اور اس کا حال اس شخص جیسا ہو جاتا ہے جو کھاتا جائے، مگر اس کا پیٹ نہ بھرے۔ اور اوپر کا ہاتھ (یعنی دینے والا) نیچے کے ہاتھ (یعنی لینے والے) سے بہتر ہے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم (بس آپ سے جو مانگ لیا سو مانگ لیا) اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے کچھ نہیں لوں گا یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ (اس کے بعد ان کا یہ حال تھا کہ) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو اپنا وظیفہ وصول کرنے کے لئے بلاتے تو وہ معذرت کر دیتے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو وظیفہ وصول کرنے کے لئے بلایا تو انہوں نے قبول کرنے سے معذرت کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! میں تم لوگوں کو حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ پر گواہ بناتا ہوں کہ میں ان کو ان کا حق دینا چاہتا ہوں لیکن وہ اس کے لینے سے انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے کبھی کوئی چیز نہیں لی۔ یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔

تشریح: اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ محبت اور تاثیرِ تربیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ایک موقع پر ایک جملہ ارشاد فرمایا وہ اس کے دل میں

ایسا پوست ہوا کہ ساری عمر کے لئے اس کا حال بن گیا۔ حق تعالیٰ شانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کی تاثیر کا ایک شہدہ اس ناکارہ کو اور اس کے باتوفیق قارئین کو بھی نصیب فرماویں۔

اس حدیث سے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی منقبت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد پر کس طرح مر مٹ گئے تھے، اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو وعدہ کیا اس کو کیسے نبھا کر دکھایا؟

یہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے، اشراف قریش میں ان کا شمار ہوتا تھا فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور ۵۴ھ میں مدینہ طیبہ میں ان کی وفات ہوئی، ایک سو بیس برس کی عمر پائی، ساٹھ سال اسلام میں اور ساٹھ سال جاہلیت میں۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے مال و دولت کو موسم بہار کے سبزہ سے تشبیہ دی ہے کہ وہ سبزہ جانوروں کو بہت بھاتا ہے۔ اس لئے با اوقات اس کے زیادہ چرنے سے مویشی نفخ اور سوء ہضم کا شکار ہو کر مر بھی جاتے ہیں۔ اسی طرح مال و دولت کی رغبت طبعی ہے، اور انسان کی حرص زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنے کی طرف راغب ہے، جس کا نتیجہ یہاں بھی دولت کی بد ہضمی کی وجہ سے ایمانی و روحانی اور اخلاقی موت ہوتا ہے کہ آدمی با اوقات حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا۔ مال و دولت کے حقوق ادا نہیں کرتا، اور نشہ دولت میں مست ہو کر حقوق اللہ و حقوق العباد سب کو بھول جاتا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ بُؤْسَ مَنِ الزُّهْرِيُّ

عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَوْفٍ . قَالَ ابْتُلِيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالضَّرَاءِ فَصَبَرْنَا ، ثُمَّ ابْتُلِيْنَا بِالسَّرَّاءِ

بَعْدَهُ قَلَمٌ نَصِيْبٌ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

ترجمہ: ”حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تکلیف اور تنگی سے آزمائے گئے تو ہم نے صبر کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد راحت و کشائش کے ساتھ آزمائے گئے تو ہم نے صبر نہیں کیا۔“

تشریح: یعنی آزمائش کی ایک صورت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیش آئی کہ ہم تکالیف اور تنگیوں سے آزمائے گئے، اس کو تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کی برکت سے برداشت کر گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تکالیف اور تنگ دستیوں کا دور ختم ہوا اور راحت و آسائش اور رزق کی فراوانی و کشائش کا دور آیا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش تھی۔ مگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و قناعت کا معیار قائم نہ رکھ سکے، بلکہ مال و دولت کی فراوانی کی وجہ سے ہمارے کھانے، پینے، رہنے سننے اور لباس و پوشاک کا معیار دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت اونچا ہو گیا۔

اس حدیث سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ایمان و احسان کے مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، متعدد احادیث میں ان کے فضائل و مناقب وارد ہوئے ہیں۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت عطا فرمائی اس کو خیر کے کاموں میں کثرت سے صرف فرماتے تھے، ان تمام امور کے باوجود انہیں مال و دولت کی بہتات پر فخر نہیں، بلکہ اس پر افسوس ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زہد و نقشف اور تنگی و تنگدستی کا

جو حال تھا کاش وہی رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی یہ صحیح ایمانی ذوق نصیب فرمائے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ الرَّبِيعِ بْنِ صَبِيحٍ عَنْ
يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ وَهُوَ الرَّقَاشِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كَانَتْ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَمَلَ اللَّهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ
لَهُ شَمْلَهُ ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ ، وَمَنْ كَانَتْ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَمَلَ اللَّهُ قَرَّةَ
بَيْنِ عَيْنَيْهِ ، وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ ، وَلَمْ يَأْنِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ .

ترجمہ: ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے آخرت کو اپنا فکر بنا لیا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنا سے بھر دیتے ہیں، اس کا شیرازہ مجتمع کر دیتے ہیں اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔ اور جس شخص نے دنیا کو اپنا فکر بنا لیا، اللہ تعالیٰ اس کا فقر اس کی آنکھوں کے درمیان رکھ دیتے ہیں، اور اس کا شیرازہ بکھیر دیتے ہیں، اور دنیا بھی اس کے پاس بس اتنی ہی آتی ہے جتنی اس کے مقدر میں ہو۔“

تشریح: یہ حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے کمزور ہے مگر اس کا مضمون قرآن کریم، احادیث صحیحہ اور مشاہدہ و تجربہ سے بھی ثابت ہے۔ جو شخص آخرت ہی کو اپنی سوچ اور فکر کا محور بنا لیتا ہے حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت و عنایت سے اس کو دنیا سے استغنا کی دولت عطا فرماتے ہیں، اسے اپنی ناداری و تنگ دستی کا شکوہ نہیں ہوتا، اور نہ دنیا کے کوڑے کرکٹ کی طرف وہ الپائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کی کفایت فرماتے ہیں،

اور وہ دل کی پر آگندگی و پریشانی سے ہامون ہو جاتا ہے، اور دنیا ناک رگڑتی ہوئی اس کے پاس آتی ہے۔ مختصر یہ کہ جس شخص پر فکر آخرت سوار ہو دنیا کی وقت اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ کے بقول:

مرد رہے را بود دنیا سود نیست ہر گز اندیشہ نابود نیست

اس کے برعکس جو شخص فکر آخرت کے بجائے فکر دنیا کو اپنے اوپر مسلط کر لیتا ہے، اسے کبھی سیری و سیر چشمی نصیب نہیں ہوتی بلکہ اس کی حرص و ہوس کے دوزخ سے ہمیشہ ”ہل من مزید“ کی صدا میں بلند ہوتی رہتی ہیں اور یہ غریب نفس کی خواہشوں اور فرمائشوں کو پورا کرنے کے لئے دیوانہ وار بھاگ دوڑ کرتا ہے، کوئی خواہش پوری ہوگئی تو ہمیں اور خواہشوں کو جنم دے گی جن کا پورا کرنا اس کے چٹھ اختیار سے باہر ہوگا اور یہ ان کے غم میں گھلتا اور اپنی حرص کی آگ میں جلتا رہے گا، کبھی اس کو اطمینان کا سانس نصیب نہیں ہوگا اور ملے گا وہی جو مقدر ہوگا۔ خواہ کتنی ہی تنگ و دو کر لے مقدر سے زیادہ ایک دانہ بھی اس کو میسر نہیں آسکتا۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ . أَخْبَرَنَا عَيْدِيُّ بْنُ يُونُسَ عَنْ
عَمْرَانَ بْنِ زَائِدَةَ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْوَالِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ : يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ
لِعِبَادَتِي أَتَمَلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسَدُ فَقْرِكَ ، وَإِلَّا تَفَعَّلْ مَلَائِكَةُ يَدْبِكُ شُغْلًا
وَلَمْ أَسَدُ فَقْرَكَ .

قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ، وَأَبُو خَالِدٍ الْوَالِيُّ أَمْعُهُ هَرُمَزٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں، اے آدم کے

بیٹے! میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا! میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا، اور تیرے فقر کو روک دوں گا، اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے ہاتھوں کو مشغولیت سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو نہیں روکوں گا۔“

تشریح: اس حدیث کا مضمون بھی گزشتہ حدیث کے مضمون کے قریب ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندے کو رزق تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتا ہے مگر اس کے لینے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ان کے احکام کی بجا آوری کے لئے فارغ ہو جائے (اس میں رزق کمانے کے احکام بھی آگئے) اور رزق کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے، وہ جس قدر عطا فرمائیں، جس شکل میں عطا فرمائیں اس پر راضی رہے۔ حق تعالیٰ شانہ کو یہی طریقہ پسند ہے اور اس حدیث میں اسی کی ترغیب دی گئی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت و احکام کی بجا آوری کی پروا کیے بغیر اسباب کے ذریعہ رزق تلاش کرنے میں منہمک رہے۔ یہ طریقہ نہایت مذموم ہے اس سے انسان کا فہر دور نہیں ہوتا بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے۔

کاشانہ نبوت کی معیشت کا نقشہ

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَائِشَةَ قَالَتْ : كَانَ أَنَا قِرَامٌ ^(۱) سَبْرِي فِيهِ تَنْزِيلُ عَلَى بَابِي ، فَرَأَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنْزِعِيهِ قَاهَهُ بِذِكْرِي الدُّنْيَا ، قَالَتْ : وَكَانَ لَنَا تَمَلُّ قَطِيفَةٍ ^(۲) تَقُولُ عَلَمَاهَا مِنْ حَرِيرٍ كُنَّا نَلْبَسُهَا .
 قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے یہاں ایک پردے کا کپڑا تھا جس پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ وہ میرے گھر کے دروازے پر آویزاں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ اس کو اتار دیں کیونکہ یہ مجھے دنیا کی یاد دلاتا ہے، نیز حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک پرانی کبلی تھی جس پر ریشم کا کام کیا ہوا تھا۔ ہم اسے پہنا کرتے تھے۔“

تشریح : دروازے پر منقش پردے لٹکانا محض زینت و تجمل ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا عَبْدُهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : كَانَتْ وَصَادَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِي
بِصَطَّاحٍ عَلَيْهَا مِنْ أَدَمٍ حَشَوَهَا إِبْفُ .
قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تھے چمڑے کا تھا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ
عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَبَحُوا شَاةً ، فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا بَقِيَ مِنْهَا ؟ قَالَتْ : مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا قَالَ :
بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَأَبُو مَيْسَرَةَ هُوَ الْهَمْدَانِيُّ ائْتَمَهُ
عَمْرُو بْنُ شَرَحْبِيلَ .

ترجمہ: ”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک بکری ذبح ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اسے تقسیم کرنے کا حکم فرما کر باہر تشریف لے گئے جب واپس گھر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا اس میں سے کتنا گوشت بچ رہا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اس میں سے ایک دستی کے سوا کچھ نہیں بچا، ارشاد فرمایا کہ ایک دستی کے سوا ساری بچ رہی۔“

تشریح: یعنی جتنا گوشت تقسیم ہو گیا وہ تو سارے کا سارا ذخیرہ آخرت بن گیا اور جو تقسیم ہونے سے بچ گیا وہ ذخیرہ آخرت بننے سے رہ گیا۔

حَدَّثَنَا هُرُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : إِنْ كُنَّا آلُ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ بِهَذَا مَا نَسْتَوْفِدُ بِنَارٍ إِنْ هُوَ إِلَّا الْمَاءُ وَالنَّمْرُ .
قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والے ایک ایک مہینے تک چولے میں آگ روشن نہیں کرتے تھے، صرف پانی اور کھجوروں پر گزر بسر ہوتی تھی۔“

حَدَّثَنَا هَنَادُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : تَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَنَا شَطْرٌ مِنْ شَعِيرٍ فَأَكَلْنَا مِنْهُ مَا شَاءَ اللَّهُ ، ثُمَّ قُلْتُ لِلْجَارِيَةِ كَيْلِيهِ ، فَكَالَتْهُ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ يَفِي قَالَتْ : فَلَوْ كُنَّا تَرَ كِفَاهُ لَا كَلْنَا مِنْهُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ ، وَمَنْعَى قَوْلِهِمَا شَطْرٌ :
نَعْنَى شَيْئًا .

ترجمہ : ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہمارے پاس تھوڑے سے جو تھے۔ کچھ مدت تک جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھی ہم ان میں سے کھاتے رہے پھر میں نے خادمہ سے کہا کہ ان کو ناپ کر دیکھو۔ اس نے ناپ لیے تو تھوڑے دنوں کے بعد وہ ختم ہو گئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر ہم ان کو اسی طرح رہنے دیتے تو جتنی مدت تک ہم نے ان میں سے کھایا اس سے زیادہ مدت تک کھاتے۔“

تشریح : اس حدیث میں تین مضمون ہیں۔
اول : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا زہد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت گھر کا اثاثہ معمولی مقدار کے جو کے سوا کچھ نہیں تھا۔

دوم : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں برکت کا ہونا کہ معمولی مقدار کے جو ایک عرصہ تک کھائے جاتے رہے۔ اس قسم کی برکت کے واقعات حدیث کی کتابوں میں کثرت سے آئے ہیں۔

سوم : جو کو ناپ لینے کے بعد برکت کا اٹھ جانا۔ اس قسم کے واقعات بھی احادیث میں کافی ہیں۔ رہا یہ کہ ناپ لینے سے برکت کیوں اٹھ جاتی ہے؟ اس کی حقیقی وجہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، البتہ ایک ظاہری سبب یہ نظر آتا ہے کہ جب تک پیمائش نہیں کی گئی تھی تب تک تمام اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر تھا، اور وہ اپنے خزانہ غیب سے کھلاتا تھا، لیکن جب ان کو ناپ لیا تو اللہ

تعالیٰ شانہ، پر اس درجہ کا اعتماد نہ رہا، بلکہ خود جو کی طرف التفات ہو گیا، اور وہ برکت جو محض اعتماد علی اللہ کی وجہ سے ہو رہی تھی، جاتی رہی۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ أَحْمَدَ
أَبُو حَازِمٍ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ . حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ :
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَقَدْ أَخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ ،
وَلَقَدْ أَوْذِيتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذِي أَحَدٌ ، وَلَقَدْ أَتَيْتُ عَلَى ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ
وَلَيْلَةٍ وَمَالِي وَلَيْلَالٍ طَلَامٌ بَأْسُ كُلِّهُ ذُو كَيْدٍ إِلَّا نَبِيٌّ ، بُوَارِيهٖ بِإِطْلَ بِلَالٍ .
قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ : حِينَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَارِبًا مِنْ
مَكَّةَ وَمَعَهُ بِلَالٌ إِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ مِنَ الْعَامَمِ مَا يَحْمِلُهُ نَحْتًا بِإِطْلَ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ
تعالیٰ کے راستہ میں ڈرایا گیا جب کہ کسی شخص کو ڈرایا نہیں
جاتا تھا، اور مجھے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایذا نہیں دی گئیں
جب کہ کسی شخص کو ایذا نہیں دی جاتی تھی۔ اور مجھ پر تیس
دن راتیں ایسی گزری ہیں جن میں میرے اور بلال کے لئے
کھانے کی کوئی ایسی چیز میسر نہ تھی جس کو کوئی جگر والا
(جاندار) کھا سکے سوائے اس معمولی چیز کے جو بلال کی بغل
کے نیچے چھپ جائے۔“

تشریح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی زندگی میں بہت سے آلام و
مصائب کا سامنا کرنا پڑا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے رفقاء پر
مظالم اور سختیوں کے پہاڑ توڑے گئے، اسی دور کا یہ واقعہ ہے جو اس حدیث

میں بیان فرمایا گیا ہے۔

صحابہ کرام کے زہد کا بیان

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ . حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَثْمٍ الْقُرَظِيُّ . حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ قَلْبَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ : خَرَجْتُ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَدْ أَخَذْتُ إِهَابًا مَقْطُوبًا ، فَتَحَوَّلْتُ وَسَطَهُ فَأَدْخَلْتُهُ عُنُقِي ، وَشَدَدْتُ وَسَبَلِي فَخَرَمْتُهُ بِخُوصِ النَّخْلِ ، وَإِنِّي لَشَدِيدُ الْجُوعِ وَلَوْ كَانَ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ أَطْعِمْتُ مِنْهُ فَخَرَجْتُ أَلْتَمِسُ شَيْئًا فَرَزْتُ بِبُيُودِي فِي مَالٍ لَهُ وَهُوَ يَسْتَقِي بِسَكْرَةٍ لَهُ فَأَطْلَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ ثَلَاثَةِ الْخَائِطِ . فَقَالَ مَالِكَ بَأْغَرَايَ ؟ هَلْ لَكَ فِي كُلِّ دَلْوٍ بَشْرَةٌ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ . فَانْفَتَحَ الْبَابَ حَتَّى أَدْخُلَ فَتَمَتَّحَ فَدَخَلْتُ فَأَعْطَانِي دَلْوَهُ فَسَكَلْنَا تَرَمْتُ دَلْوًا أَعْطَانِي تَمْرَةً حَتَّى إِذَا أَمْتَلَأْتُ كَفَّنِي أُرْسَلْتُ دَلْوُهُ وَقُلْتُ حَسْبِي فَأَكَلْتُهَا ثُمَّ جَرَعْتُ مِنَ الْمَاءِ فَشَرِبْتُ ثُمَّ جِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ . قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ قَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں شدید سردی کے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکلا، (سردی سے بچنے کے لئے) میں نے ایک صاف کی ہوئی کھال لیکر اسے درمیان سے چیر لیا، اور شکاف میں اپنا سرد داخل کر لیا، اور کمر کو کھجور کی رسی سے باندھ لیا۔

مجھے شدید بھوک لگ رہی تھی، اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو میں اس میں سے کھا لیتا، چنانچہ میں کھانے کی چیز کی تلاش میں باہر نکلا، اور ایک یہودی کے باغ کے پاس سے گزرا، یہودی اپنی چرخی سے پانی کھینچ کر باغ سیراب کر رہا تھا، میں نے دیوار کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو یہودی نے کہا اودیہاتی! کیا بات ہے؟ کیا پی ڈول ایک کھجور پر پانی کھینچنے کے لئے تیار ہو؟ میں نے کہا ہاں تیار ہوں، ذرا دردازہ کھولو، تاکہ اندر آجاؤں۔ چنانچہ اس نے دردازہ کھول دیا۔ میں اندر گیا تو اس نے مجھے اپنا ڈول دیدیا۔ جب میں ایک ڈول نکال لیتا تو وہ مجھے ایک کھجور دیدیتا۔ اس طرح جب میری مٹی بھر گئی تو میں نے ڈول چھوڑ دیا۔ میں نے کہا مجھے بس اتنا کافی ہے۔ میں نے وہ کھجوریں کھائیں، اوپر سے پانی پی لیا۔ (اس کے بعد) میں مسجد میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔“

حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبَّاسِ الْجَرِيرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُمَانَ التَّمِيمِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ أَصَابَهُمْ جُوعٌ فَأَقْطَعَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً تَمْرَةً .

قَالَ أَبُو هَيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار صحابہ کرامؓ کو بھوک پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ایک کھجور عطا فرمائی۔“

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ مَرْثُودَةَ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
هَلَوُا وَسَلَّمْ وَنَحْنُ ثَمَانِيَةٌ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلَى رِقَابِنَا فَقَبِي زَادَنَا حَتَّى إِنْ كَانَ
يَكُونُ لِلرَّجُلِ مِنَّا كُلُّ يَوْمٍ تَمْرَةٌ ، فَقِيلَ لَهُ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ وَإِنْ كَانَتْ
تَقَعُ التَّمْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ ؟ فَقَالَ : لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَقَدْنَاهَا وَاتَّبَعْنَا
الْبَحْرَ فَإِذَا نَحْنُ بِمَحُوتٍ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا
مَا أَحْبَبْنَا

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ . وَقَدْ رَوَى مِنْ غَيْرِ وَجَدَ عَنْ
جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، وَرَوَاهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَنَّهُمْ مِنْ
هَذَا وَأَطْوَلُ .

ترجمہ : ”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک
مہم پر بھیجا، ہم تین سو آدمی تھے، ہم اپنا توشہ اپنی گردنوں پر
اٹھائے ہوئے تھے، (یعنی اتنا کم تھا کہ سواری پر لادنے کی
ضرورت نہ تھی) پس ہمارا توشہ ختم ہو گیا اور نوبت یہاں
تک پہنچی کہ فی کس ایک کھجور یومیہ ملنے لگی، کسی نے کہا کہ
حضرت! وہ ایک کھجور کیا کرتی ہوگی؟ فرمایا جب وہ بھی ختم ہو
گئی تب ہمیں اس کی اہمیت محسوس ہوئی۔ پھر ہم سمندر پر گئے
تو دیکھا کہ ایک بڑی مچھلی سمندر نے باہر پھینک رکھی ہے۔
پس ہم اٹھارہ دن تک اس میں سے پیٹ بھر کر کھاتے
رہے۔“

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ

حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْأَرْطَلِيِّ . حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ إِنَّا جُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ طَلَعَ مُصَافٍ بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَهُ مَرْفُوعَةٌ بِفَرْدٍ فَلَمَّا رَأَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَى لِذِي كَانَ فِيهِ مِنَ النَّمَةِ وَالَّذِي هُوَ الْيَوْمُ فِيهِ ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَيْفَ بِكُمْ إِذَا غَدَا أَحَدُكُمْ فِي حُلَّةٍ وَرَاحَ فِي حُلَّةٍ وَوَضَعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرَفَعَتْ أُخْرَى وَسَتَرْتُمْ بَيُوتَكُمْ كَمَا تَسْتَرُّ السَّكَنَةَ ؟ قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمَوَاقِفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَأَنْتُمْ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ . وَيَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ هُوَ ابْنُ ثَيْبَةَ وَهُوَ مَدَنِيٌّ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ ، وَيَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ الشَّافِعِيُّ الَّذِي رَوَى عَنْ الزُّهْرِيِّ رَوَى عَنْهُ وَكِيعٌ وَمَرْوَانُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ ، وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ كُوفِيٌّ .

ترجمہ : ”حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے، ان کے بدن پر صرف ایک چادر تھی جس پر چڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو اس ناز و نعمت کو یاد کر کے جو پہلے انہیں حاصل تھی، اور آج کی حالت دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب کہ

تم میں سے ایک صبح کو ایک حلقے میں نکلے گا اور شام کو دوسرے میں اور اس کے آگے ایک رکابی رکھی جائے گی اور ایک اٹھائی جائے گی، اور تم اپنے گھروں پر ایسے پردے لٹکاو گے جیسے کعبہ پر پردے لٹکائے جاتے ہیں، صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس دن تو ہماری حالت آج کی نسبت بہت اچھی ہوگی، ہمیں کام کاج کی حاجت نہ ہوگی، اور ہم عبادت کے لئے فارغ ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں، بلکہ آج تم اس دن کی بہ نسبت اچھے ہو۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ . حَدَّثَنِي عُمَرُ ابْنُ ذَرٍّ . حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الصُّفَّةِ أَصْيَابَ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا يَأْوُونَ عَلَى أَهْلِ وَلَا مَالٍ ، وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِنْ كُنْتُ لَا أَفْتِنُهُ بِكَ بَدِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْجُوعِ وَأَشَدُّ الْحَجَرِ عَلَى بَطْنِي مِنَ الْجُوعِ وَلَقَدْ قَمَدْتُ يَوْمًا عَلَى طَرَبِهِمُ الَّذِي يَخْرُجُونَ فِيهِ فَرَّ بِي أَبُو بَكْرٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَا أَسْأَلُهُ إِلَّا يُشِيبَنِي فَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِي عُمَرُ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَا أَسْأَلُهُ إِلَّا يُشِيبَنِي فَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَنِي حِينَ رَأَى وَقَالَ : أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ تَبَيَّنَكَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ : الْخَنَ وَمَضَى فَأَتَيْتُهُ وَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَاسْتَأْذَنْتُ فَأَذِنَ لِي فَوَجَدَ قَدَحًا مِنْ لَبَنٍ فَقَالَ : مِنْ ابْنِ هَذَا الْاَبْنِ لَكُمْ ؟ فَيَنْ اِهْدَاهُ لَنَا فُلَانٌ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ تَبَيَّنَكَ . فَقَالَ : الْخَنَ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ وَهُمْ أَصْيَابُ الْإِسْلَامِ لَا يَأْوُونَ عَلَى أَهْلِ وَمَالٍ إِذَا أَنْتُمْ صَدَقْتُمْ بَيْنَ بَهَائِهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَإِذَا أَنْتُمْ هَدَيْتُمْ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ فَأَصَابَ مِنْهَا وَأَمْرَكُمْ فِيهَا

فَمَا بِي ذَلِكَ وَقُلْتُ مَا هَذَا الْقَدَحُ بَيْنَ أَهْلِ الصُّفَةِ وَأَنَا رَسُولُهُ إِلَيْهِمْ
فَمَا أَمْرِي أَنْ أُدِيرَهُ عَلَيْهِمْ فَمَا عَنَى أَنْ يُضَيِّبَنِي مِنْهُ وَقَدْ كُنْتُ أَرْجُو
أَنْ أُصِيبَ مِنْهُ مَا يُضَيِّبُنِي وَلَمْ يَكُنْ بَدَلًا مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ ،
فَأَنذَيْتُهُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ فَآخَذُوا بِجِلْبَاسِهِمْ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ :
خُذِ الْقَدَحَ وَأَعْطِهِمْ فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أَنَاؤِلُهُ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى
يَرَوْى ثُمَّ يَرُدُّهُ فَأَنَاؤِلُهُ الْآخَرَ حَتَّى انْتَهَيْتُ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوَى الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلَى بَدَنِهِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ : يَا هُرَيْرَةُ أَتَشْرَبُ
فَتَشْرِبْتُ ثُمَّ قَالَ أَتَشْرَبُ فَلَمْ أَزَلْ أَتَشْرَبُ وَقَوْلُ أَتَشْرَبُ حَتَّى قُلْتُ وَالَّذِي
بِعَيْنِكَ بِالْحَقِّ مَا أُجِدُّ لَهُ مَسَلًا كَمَا ، فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَجَعَلَ اللَّهُ وَتَمَّى
ثُمَّ قَرِيبَ .

قال أبو عيسى : هذا حديث حسن صحيح .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ، اہل
اسلام کے مہمان تھے، نہ ان کا کوئی ٹھکانا تھا، نہ گھربار، نہ
مال، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں بھوک
کے مارے زمین پر اپنا جگر چپکایا کرتا تھا، اور بھوک کی وجہ
سے پیٹ پر پھر باندھا کرتا تھا، ایک دن میں لوگوں کے راستے
میں جو عام لوگوں کی گزرگاہ تھی، جا بیٹھا، حضرت ابو بکر رضی
اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ
کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا، میرا مقصود صرف یہ تھا کہ
وہ میرے حالات دیکھ کر مجھے ساتھ لے جائیں گے، لیکن وہ
آیت بتا کر چلے گئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے، میں

نے ان سے بھی کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا، مقصود صرف یہ تھا کہ وہ مجھے ساتھ لے جائیں، لیکن انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا، بلکہ آیت بتا کر چلے گئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا، ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا، جی یا رسول اللہ! فرمایا۔ میرے ساتھ آؤ۔ آپ چل پڑے اور میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے، اجازت ملنے پر میں بھی اندر چلا گیا۔ گھر میں دودھ کا ایک پیالا رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ عرض کیا گیا کہ فلاں صاحب نے ہدیہ بھیجا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ابو ہریرہ! میں نے کہا جی! فرمایا اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ اہل صفہ، اہل اسلام کے مہمان تھے، ان کا گھر بار نہیں تھا، کہیں سے صدقہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بھیج دیتے اور خود تناول نہ فرماتے اور اگر ہدیہ آتا تو اس میں سے خود بھی تناول فرماتے اور اہل صفہ کو بھی اس میں شریک کرتے، جب آپ نے اہل صفہ کو بلانے کا فرمایا تو مجھے بے ”رنج ہوا“ میں نے کہا کہ یہ چھوٹا سا پیالہ اہل صفہ کو کیا پورا آئے گا، اور میں چونکہ قاصد ہوں اس لئے آپ مجھ ہی کو حکم فرمائیں گے کہ ان کو پیش کروں، اس صورت میں کیا توقع ہے کہ اس میں سے مجھے بھی کچھ مل سکے گا، جبکہ مجھے امید تھی کہ مجھے اس میں سے اتنا حصہ مل جائیگا جو مجھے کافی ہو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کے بغیر چارہ نہیں تھا، چنانچہ میں اصحاب صفہ کو بلا لایا، جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو مجھے ارشاد فرمایا کہ ابو ہریرہ ! یہ پیالا لو اور ان کو دو، میں پیالہ لیکر ایک ایک کو دینے لگا، ایک پیٹ بھر کر پی لیتا اور پیالہ واپس کر دیتا تو دوسرے کو پکڑاتا۔ یہاں تک سب نے شکم سیر ہو کر پی لیا اور میں نے پیالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ لیکر دست مبارک پر رکھا اور میری طرف سر اٹھا کر مسکرائے، اور فرمایا، ابو ہریرہ ! اب تم پیو، میں نے پیا، فرمایا اور پیو، میں نے اور پیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے رہے کہ پیو پیو، اور میں پیتا رہا، یہاں تک میں نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دیکر بھیجا ہے اب تو اس کے گزرنے کی جگہ بھی باقی نہیں رہی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ لیا اللہ تعالیٰ کی حمد کی، بسم اللہ پڑھی، اور نوش فرمایا۔

دنیا کے پیٹ بھرے آخرت میں بھوکے ہونگے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَزِيبِ
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقُرَشِيُّ . حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ أَبِي كَثَّاهُ عَنْ ابْنِ عُمرَ قَالَ : نَجَّحْنَا
رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : كُفْ عَنَّا جُشَاءَكَ فَإِنَّا كَثَرْتُمْ
شَبَابًا فِي الدُّنْيَا أَطْلَقْتُمْ جُودًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

قَالَ أَبُو حَیْسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

وَفِي النَّبَابِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ڈکار لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”میاں! ڈکارنے سے باز رہو، کیونکہ جو لوگ دنیا میں زیادہ سیر ہو کر کھاتے ہیں، قیامت کے دن ان کی بھوک کا زمانہ سب سے زیادہ طویل ہو گا۔“

تشریح : ڈکار عموماً ”پُر خوری کی وجہ سے آتے ہیں“ اس لئے ڈکار لینے کی ممانعت کا مطلب یہ تھا کہ اتنا نہ کھایا کرو کہ ڈکار آئیں، یہ صاحب جن کو یہ واقعہ پیش آیا حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ تھے، جو نو عمر تھے، کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے وقت یہ بالغ نہیں ہوئے تھے، روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فمائش کے بعد انہوں نے عمر بھر کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیٹ بھر کر کھانے کا معمول نہیں تھا جس سے ڈکار آیا کریں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا میں پیٹ بھر کر کھانا قیامت کے دن کی بھوک کا سبب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس امت میں سب سے پہلی ”بدعت“ جو جاری ہوئی وہ پیٹ بھر کر کھانے کی تھی۔

صحابہ کرامؓ کا عام لباس

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ
ابْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ : يَا بُنَيَّ لَوْ رَأَيْتَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْنَا السَّمَاءَ لَحَبِثَ أَنْ رِيحَنَا رِيحَ الضَّانِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .
وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ : أَنَّهُ كَانَ نِيَابَتُهُمُ الصَّوْفُ ، فَإِذَا أَصَابَهُمُ الْمَطَرُ يَمِي
مِنْ نِيَابَتِهِمْ رِيحُ الصَّنَنِ .

ترجمہ : ”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے
صاحبزادے ابو بردہؓ سے فرمایا، بیٹا! کبھی تم ہماری اس حالت کو
دیکھتے جبکہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے
اور ہمیں بارش پہنچتی تھی تو تم گمان کرتے کہ ہم سے بھیڑوں
کی بو آ رہی ہے۔“

تشریح : صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کالباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانے میں عموماً ”صوف کا ہوتا تھا“ کبھی بارش ہوتی یا پیمینہ سے کپڑے بھیگ جاتے
تو کپڑوں سے بھیڑوں کی سی بو آنے لگتی، اوپر کی حدیث پاک سے کھانے کے معاملہ
میں صحابہ کرامؓ کا زہد معلوم ہوا تھا، اور اس حدیث سے لباس میں ان کا زہد معلوم
ہوا، جس سے واضح ہوا کہ ان حضرات کو دنیا کی عیش و عشرت سے سروکار نہ تھا،
اور نہ ان کو اچھا کھانے اور اچھا پہننے کا اہتمام تھا۔

رضائے الہی کی خاطر اچھا لباس ترک کرنے کی فضیلت

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيدٍ
الْقُرِيُّ . حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَبِي أَبُوبَ عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ عَبْدَ الرَّحِيمِ بْنِ
مَيْمُونٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ تَرَكَ الْبَاسَ تَوَاضَعًا لِلَّهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللَّهُ يَوْمَ
النِّيَامَةِ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ حَتَّى يُخَيَّرَهُ مِنْ أَمْرِ حُلَلِ الْإِيمَانِ شَاءَ بَلْبَسُهَا .
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

وَمَعْنَى قَوْلِهِ حُلَلِ الْإِيمَانِ : يَعْنِي مَا يُعْطَى أَهْلَ الْإِيمَانِ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ .

ترجمہ : ”حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے قدرت کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کی خاطر تواضع اختیار کرتے ہوئے عمدہ لباس ترک کر دیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساری خلقت کے روبرو اس کو بلا کر اختیار دیں گے کہ ایمان کے حلوں میں سے جس حلہ کو چاہے پن لے۔“

تشریح : لباس آدمی کی زینت ہے، اس لئے طبعی طور پر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ اچھے سے اچھا لباس پہنے، شریعت مطہرہ نے بھی اس کے اس طبعی جذبہ کی خاطر فی الجملہ رعایت کی ہے، اور حدود کے اندر رہتے ہوئے اس کو خوش لباسی کی اجازت بلکہ بعض حالات میں ترغیب دی ہے، لیکن خوش لباسی کے مقابلہ، مسابقت اور اس میں دوڑ لگانے کی حوصلہ شکنی کی ہے، اس لئے کہ یہ دوڑ اپنے اندر بہت قباحتیں رکھتی ہے، اس سے نمود و نمائش کے جذبات بھڑکتے ہیں، بڑھیا لباس پہننے والے کے دل میں کبر و غرور اور فخر و مباہات کا پیدا ہونا اغلب ہے، پھر جب ہر شخص دوسروں سے بڑھیا لباس پہننے کی کوشش کرے گا تو جو لوگ مالی استطاعت نہیں رکھتے یا کم رکھتے ہیں وہ اپنی استطاعت سے بڑھ کر خرچ کریں گے اس سے اسراف و تبذیر اور فضول خرچی کا دروازہ کھلے گا، پھر حد سے بڑھے ہوئے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے نہ صرف دنیوی دھندوں کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ کرنی پڑے گی، بلکہ آمدنی کے جائز و ناجائز ذرائع اختیار کئے جائیں گے، اور جس قدر دنیوی مشاغل میں انہماک بڑھے گا اسی قدر آخرت کی توجہ گھٹے گی اور آخرت کے کاموں کی فرصت جاتی رہے گی، اور جب تمام تر محنت و کوشش، آخرت فراموشی اور حلال و حرام کی حد بندیوں کو اٹھا دینے کے باوجود بھی ”معیار زندگی“ اتنا اونچا نہیں ہو سکے گا جتنا وہ دیکھنے کا خواہشمند ہے تو دل میں ان لوگوں کے خلاف جو ضرورت سے

زیادہ وسائل رزق پر قابض ہیں، غم و غصہ کے جذبات شدت کے ساتھ پیدا ہوں گے اور احتجاج کی راہیں ڈھونڈیں گے جس سے پورا معاشرہ شروفساد کی لپیٹ میں آجائے گا اور ہر شخص ذہنی انتشار، افراط فری اور انارکی میں مبتلا ہو جائیگا۔ یہ سارا فساد خوش لباسی کی لنگوٹی سے پیدا ہوا، اس لئے حکیم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ایمانی و روحانی نسخہ تجویز فرمایا جس سے خوش لباسی کی دوڑ کا جذبہ ہی سرد پڑ جائے وہ نسخہ یہ ہے کہ جو شخص ہمت و قدرت کے باوجود محض ازراہ تواضع اچھا لباس ترک کر دے اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوق کے سامنے بلا کر اختیار دیں گے کہ ایمانی حلوں میں سے جو نسا اچھے سے اچھا حلہ اس کے دل کو لگتا ہے وہ پہن لے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سکر ایک تو اہل ایمان کے دل میں خوش لباسی کے بجائے ترک لباس کی دوڑ پیدا ہوگی، دوسرے دنیا میں انہماک کے بجائے آخرت کی طرف توجہ بڑھے گی اور وہ تمام قباحتیں جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے اسلامی معاشرہ سے از خود ختم ہو جائیں گی، سبحان اللہ! کیسی حکیمانہ تعلیم ہے، اور اس ایک فقرے میں کتنا بڑا علم سمو دیا ہے۔

اس حدیث پاک میں دو نکتے مزید توجہ طلب ہیں:

اول یہ کہ اس حدیث میں ایسے شخص کی فضیلت بیان فرمائی ہے جو قدرت و استطاعت کے باوجود محض تواضع اور رضائے الہی کی خاطر اچھا لباس ترک کر دے، اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ اچھا لباس نہ پہننے والوں کی تین قسمیں ہیں، ایک وہ شخص جو قدرت و استطاعت ہی نہیں رکھتا، اس لئے اچھا لباس پہن ہی نہیں سکتا، ورنہ قدرت و استطاعت ہوتی تو یہ بھی عمدہ سے عمدہ سوٹ پہنتا، یہ شخص لائق مدح نہیں، کیونکہ اس کے بدن پر گو اچھا لباس نہیں، مگر اس کے دل میں اچھے لباس کی رغبت و خواہش و محبت گھسی ہوئی ہے، یہ جب لوگوں کو اچھا لباس پہنے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کے دل سے ایک ہوک سی اٹھتی ہے کہ ہائے! میرے پاس اچھا لباس نہ ہوا۔

البتہ جو شخص اپنی ناداری پر صابر و شاکر ہو، اور راضی برضا ہو، اور وہ مال داروں کو دیکھ کر لپچائے نہیں اس کا فقر و فاقہ لائق صد ستائش ہے اور ایسے لوگوں کے بڑے فضائل حدیث میں آئے ہیں، حضرات صحابہ کرامؓ کا یہی حال تھا۔

دوسرا وہ شخص جو قدرت و استطاعت کے باوجود اچھا لباس نہیں پہنتا، مگر اس کا منشا تواضع نہیں، نہ اس کا مقصد رضائے الہی کا حصول ہے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اس کو زاہد و عابد سمجھیں، ایسا شخص مکار و ریاکار ہے، یہ بیچارہ دنیا میں بھی محروم ہے اور آخرت میں بھی۔

تیسرا شخص وہ ہے جس کا اس حدیث پاک میں ذکر ہے، جس کے ترک لباس کا منشا نہ تو ناداری ہے اور نہ ریاکاری بلکہ دنیا سے بے رغبتی، یہاں کی زیب و زینت کی بے وقعتی اور حق تعالیٰ شانہ کے سامنے تواضع اور انکساری کے سبب وہ اچھے لباس سے احتراز کرتا ہے، ایسے شخص کی فضیلت اس حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ جو لوگ اچھا لباس پہنتے ہیں اکثر و بیشتر ان کا مقصد لوگوں کی نظر میں معزز بننا ہوتا ہے، جو شخص محض رضائے الہی کے لئے اچھا لباس ترک کر دے اس کو ساری مخلوق کے روبرو بہترین حلقہ پہنایا جائیگا، جس سے اس کی عزت و وجاہت سب لوگوں کے سامنے کھل جائیگی، گویا جو مقصد کہ لوگ دنیا میں اچھے لباس کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو وہ نعمت ترک لباس پر عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ نعمت اس ناکارہ کو بھی نصیب فرمائیں۔

ضرورت سے زیادہ عمارت بنانا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ . حَدَّثَنَا زَائِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ
عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ شَدِّيبِ بْنِ بَشِيرٍ هَكَذَا قَالَ شَدِّيبُ بْنُ بَشِيرٍ ، وَ إِنَّمَا هُوَ

شَبِيبُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : النَّفَقَةُ كُلُّهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا الْبَيْتَاءَ فَلَا خَيْرَ فِيهِ .
 قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام اخراجات اللہ تعالیٰ کے راستے میں شمار ہوتے ہیں، سوائے تعمیر کے کہ اس میں کوئی خیر نہیں۔“

تشریح : یعنی ایک مسلمان اپنے اہل و عیال یا اپنی ذات پر جو جائز اور ضروری اخراجات کرتا ہے، وہ خرچ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شمار کیا جاتا ہے، اور آدمی اس پر اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے، سوائے تعمیر کے کہ اس کے خرچ میں کوئی اجر نہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ . أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرَّبٍ قَالَ : أَتَيْنَا حَبَابًا نَعُوذُهُ وَقَدْ اسْتَوَى سَبْعَ كِبَابٍ فَقَالَ : لَقَدْ تَطَاوَلَ مَرَضِي ، وَلَوْلَا أَنِّي تَمِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : لَا نَمْنُوا الْمَوْتَ لَتَمَمَّيْتُ ، وَقَالَ : يُؤَجِّرُ الرَّجُلُ فِي نَفَقَتِهِ كُلُّهَا إِلَّا الثَّرَابَ أَوْ قَالَ فِي الْبَيْتَاءِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حارثہ بن مضرب تابعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گئے، انہوں نے علاج کے لئے سات داغ لگوائے ہوئے تھے، پس فرمایا کہ میری بیماری لمبی ہو گئی، اور اگر میں نے رسول اللہ — صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ موت کی آرزو نہ

کیا کرو تو میں موت کی آرزو کرتا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر خرچ پر آدمی کو اجر ملتا ہے سوائے مٹی کے۔“

تشریح: اس حدیث میں ایک مضمون تو وہی ہے جو اوپر کی حدیث میں آچکا ہے یعنی بغیر ضرورت کے تعمیری اخراجات کا پسندیدہ نہ ہونا، اور دوسرا مضمون موت کی تمنا سے ممانعت کا ہے، یہ مضمون بھی بہت سی احادیث میں آیا ہے، صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، کیونکہ اگر وہ نیکو کار ہے تو شاید وہ اپنی بھلائی میں مزید اضافہ کر سکے، اور اگر وہ بدکار ہے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ کر لے، ایک اور حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ تو موت کی تمنا کرے، اور نہ اس کی دعا کرے، کیونکہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کی امید ختم ہو جاتی ہے، اور مومن کے لئے عمر کی مہلت خیر میں اضافہ ہی کا سبب ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنا نہ کرے اگر اس کو یہ کرنا ہی ہو تو یہ دعا کرے۔

”اللهم احینى ما كانت الحياة خيراً لى و

توفنى اذا كانت الوفاة خيراً لى“

ترجمہ: ”اے اللہ! جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھئے اور جب وفات میرے لئے بہتر ہو تو مجھے قبض کر لیجئے۔“

ایک اور حدیث میں ہے کہ موت کی تمنا نہ کیا کرو، کیونکہ جان کنی کا ہول بڑا سخت ہے، اور آدمی کی نیک بختی کی بات یہ ہے کہ بندے کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو توبہ و انابت کی توفیق عطا فرما دیں، (یہ تمام احادیث مشکوٰۃ شریف میں ہیں)۔

آدمی اپنی کمزوری کی وجہ سے تکلیف سے گھبرا جاتا ہے اور تکلیف کی شدت سے نجات پانے کے لئے موت کی تمنا اور دعا کرنے لگتا ہے، حالانکہ موت کے وقت جان کنی کی تکلیف ایسی ہولناک ہے کہ اس کے مقابلے میں زندگی کی تکالیف بہت معمولی ہیں، تو ہلکی تکلیف سے گھبرا کر بڑی تکلیف کی تمنا کرنا تقاضائے دانشمندی کے خلاف ہے:

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے

مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

علاوہ ازیں زندگی کے لمحات، حق تعالیٰ شانہ، کا احسان عظیم اور نعمت کبریٰ ہیں، یہ وہ مال و دولت ہے کہ کسی قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہو سکتی، زندگی کی تکالیف اور پریشانیوں سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا گویا اس نعمت کی بے قدری ہے اس لئے مصائب و تکالیف سے نجات پانے کے لئے موت کی تمنا تو بہر حال مذموم ہے، لیکن اگر کسی دینی فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے بچنے کی خاطر موت کی تمنا کو بعض اکابر نے جائز رکھا ہے، شیخ ملا علی القاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

”وقد افتی النووی انه لایکره تمنی الموت

لخوف فتنۃ دینیۃ، بل قال انه مندوب،

ونقل عن الشافعی وعمر بن عبد العزیز

وغیرہما۔

ترجمہ: ”امام نوویؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ دینی فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے موت کی تمنا مکروہ نہیں، بلکہ انہوں نے فرمایا کہ یہ مستحب ہے، اور اس کو امام شافعیؒ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اور دیگر اکابر سے نقل کیا ہے۔“

اسی طرح شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شرمینہ طیبہ میں مرنے کی تمنا بھی ممنوع نہیں بلکہ مندوب ہے، نیز محبت الہی کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ سے ملنے کا اشتیاق بھی ممانعت کے تحت داخل نہیں۔ رزقنا اللہ تعالیٰ بمنہ ولطفہ۔

فائدہ: ترمذی شریف میں تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ اسی قدر نقل کیا گیا ہے، لیکن مشکوٰۃ شریف میں مسند احمد کے حوالے سے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا کہ میں ایک درہم کا بھی مالک نہیں تھا، اور اب میرے گھر کے ایک کونے میں چالیس ہزار درہم پڑے ہیں۔“

پھر آپ نے اپنا کفن منگوا یا، وہ لایا گیا تو اسے دیکھ کر رو پڑے اور فرمایا، لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کیلئے تو کفن بھی نہ مل سکا، سوائے ایک دھاری دار چادر کے جو اتنی چھوٹی تھی کہ اگر سر پر کرتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے، اور پاؤں ڈھکتے تو سر کھل جاتا، بالآخر چادر سر کی طرف کر دی گئی اور پاؤں پر ازخر (گھاس) ڈال دی گئی۔“ (مشکوٰۃ: ۱۴۰)

اس حدیث سے حضرات صحابہ کرامؓ کے ذوق کا اندازہ ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فتوحات کی کثرت کی وجہ سے ان کو مالی کشائش حاصل ہو گئی تھی، لیکن وہ اپنے فقر و فاقہ کی اس حالت کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی، یاد کر کے روتے تھے، اسی کو پسند فرماتے تھے، اور مال کی فراوانی ان کے نزدیک پسندیدہ حالت نہیں تھی، افسوس ہے کہ امت میں یہ ذوق صحیح ناپید ہو گیا ہے، فالی اللہ المشتکی

حَدَّثَنَا ابْنُ جَرُودُ بْنُ مَعَاذٍ . حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ

سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ : أَلَيْنَا كُلُّهُ وَبَالَ ،
قُلْتُ : أَرَأَيْتَ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ ؟ قَالَ : لَا أَجْرَ وَلَا وَزَرَ .

ترجمہ : ”ابو حمزہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ہر تعمیر تجھ پر وبال ہے۔ میں نے عرض کیا اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: نہ اجر نہ بوجھ۔“

تشریح : یعنی جو تعمیر ایسی ناگزیر ہو کہ اس کے بغیر چارہ نہیں اس کے بارے میں بھی بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس میں جو خرچ کیا گیا وہ قیامت کے دن وبال اور بوجھ نہ ہوگا، اور جو عمارت ضرورت سے زائد محض فخر و مباہات کے لئے بنائی جائے وہ تو سراسر وبال ہی وبال ہے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں، آج کل ہم لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں وہ اکثر و بیشتر اسی زمرہ میں آتی ہیں۔

حضرات صحابہ کے ایثار و مروت کا نقشہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَفْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ
حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ طَهْمَانَ أَبُو الْمَلَاءِ . حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ قَالَ : جَاءَ سَائِلٌ فَسَأَلَ
ابْنَ عَبَّاسٍ . فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِّلْأَنْبِيَاءِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ :
أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ؟ قَالَ نَعَمْ . قَالَ : وَتَصُومُ رَمَضَانَ ؟ قَالَ نَعَمْ .
قَالَ : سَأَلْتُ وَلِيَّكَ حَقًّا ، إِنَّهُ أَحَقُّ عَلَيْنَا أَنْ نَعْلَمَكَ ، فَأَعْطَاهُ نَوْبًا نَحْمُ
قَالَ : شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَا مِنْ مُسْلِمٍ كَسَا
مُسْلِمًا نَوْبًا إِلَّا كَانَ فِي حِفْظٍ مِنَ اللَّهِ مَا دَامَ مِنْهُ عَلَيْهِ خَيْرَةٌ .
قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حصین“ فرماتے ہیں کہ ایک سائل نے حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، آپ نے سائل سے دریافت فرمایا کہ تم ”لا الہ الا اللہ“ کی شہادت دیتے ہو؟ اس نے کہا، جی ہاں! فرمایا: تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا: اور تم رمضان کے روزے بھی رکھتے ہو؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: تو نے سوال کیا ہے، اور سائل کا حق ہوتا ہے، بے شک ہمارے ذمہ یہ حق ہے کہ ہم تمہاری خدمت کریں، چنانچہ اس کو ایک کپڑا مرحمت فرمایا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے، جب تک اس کے بدن پر اس کا ایک ٹکڑا بھی رہے گا یہ شخص اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں رہے گا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ النَّخَعِيُّ
وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَبُخَيْرِيُّ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ أَبِي حِمِيلَةَ
الْأَعْرَابِيِّ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ : لَمَّا قَدِمَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ انْجَفَلَ^(۱) النَّاسُ إِلَيْهِ ، وَقِيلَ قَدِمَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لَأَنْظُرَ إِلَيْهِ ، فَلَمَّا اسْتَنْبَتُ
وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ
وَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ : أَفْشُوا السَّلَامَ ، وَأَطْعِمُوا
الْعَطَامَ ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ
قَالَ أَبُو عَدِيٍّ : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے اور یہ چرچا ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں، چنانچہ میں بھی لوگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھنے کے لئے حاضر ہوا، جب میری نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر پڑی تو میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا، اور سب سے پہلی بات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ :

لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھاؤ، اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو! جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔“

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ بِمَكَّةَ . حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ . حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَتَاهُ الْمُهَاجِرُونَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ : مَا زَأْنُنَا قَوْمًا أَبْذَلَ مِنْ كُنْبِهِمْ وَلَا أَحْسَنَ مَوَاسَاةٍ مِنْ قَلِيلٍ مِنْ قَوْمٍ . نَزَلْنَا بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ لَقَدْ كَذَبْنَا الْمُؤَنَةَ وَأُشْرَ كُونَا فِي الْمَهْمَلِ حَتَّى لَقَدْ خِفْنَا أَنْ يَذْهَبُوا بِالْأَجْرِ كُلِّهِ . فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَدْعُونَنِي اللَّهُ لَكُمْ وَإِنِّي نَسِيتُ عَابَتِهِمْ . قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو (کچھ عرصہ بعد) حضرات مہاجرین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور عرض کیا یا رسول اللہ! جس قوم (یعنی حضرات انصار) کے درمیان آکر ہم آباد ہوئے اس سے بڑھ کر زیادہ مال کو (راہ خدا میں) خرچ کرنے والی اور قلیل مال میں ناداروں کی غم خواری کرنے والی ہم نے کوئی قوم نہیں دیکھی، ان حضرات نے محنت و مشقت کی ہماری طرف سے کفایت کر رکھی ہے، اور پیداوار میں ہمیں شریک کر رکھا ہے، یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہو گیا ہے کہ سارے کا سارا اجر و ثواب ہی نہ لیجائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! جب تک کہ تم ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو، اور ان (کے اس ایثار و قربانی) کی تعریف کرتے رہو (تب تک تم بھی اجر و ثواب سے محروم نہیں ہو گے)۔“

تشریح: یہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایثار و مروت اور باہمی ہمدردی و غم خواری کا ایک نمونہ ہے، حضرات مہاجرین جب اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرات انصار نے، جو مدینہ طیبہ کے قدیم باشندے تھے، ان کی پذیرائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، خود بھوکے رہے، لیکن مہاجرین کی بھوک پیاس کو گوارا نہیں کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) قائم کر دی تھی، حضرات انصار نے پیش کش کر دی کہ ہماری آدھی زمینیں مہاجرین کو تقسیم کر دی جائیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ زمینیں تم اپنے پاس ہی رکھو، پیداوار میں مہاجرین کا حصہ لگا لیا کرو، چنانچہ ان حضرات نے اس تجویز کو بخوشی منظور کر لیا، کام کاج اور محنت و مشقت یہ حضرات خود کرتے، اور جب پیداوار آتی تو اس میں مہاجرین کو برابر کا شریک کر لیتے، اس سے حضرات مہاجرین کو اندیشہ ہوا کہ اس ایثار و قربانی کی وجہ سے یہ حضرات کہیں سارا اجر و ثواب نہ لے جائیں اور ہم ثواب سے محروم ہی نہ ہو

جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب تک تم ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو گے، اور ان کے لئے تمہارے دل میں تشکر و امتنان کے جذبات رہیں گے تو اجر و ثواب سے محروم نہیں ہو گے۔

یہ ہے باہمی اعتماد و محبت اور ایثار و قربانی کا وہ نقشہ جو اسلام، مسلمانوں کے معاشرے میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

فضیلت شکر

حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنِ
الْمَدَنِيُّ الْفَارِسِيُّ .. حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لِلطَّاعِمِ الشَّاكِرِ بِمَنْزِلَةِ
الصَّائِمِ الصَّابِرِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھا کر شکر کرنے والا بمنزلہ روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کے ہے۔“

تشریح : شکر اور صبر ایمان کے دو بازو ہیں، جو معاملہ نفس کو ناگوار ہو محض رضائے الہی کے لئے اس کو برداشت کرنا اور جزع و فزع کا اظہار نہ کرنا صبر کہلاتا ہے (اور روزہ اپنی مرغوبات کو محض رضائے الہی کے لئے ترک کرنے کا نام ہے، اس لئے روزہ صبر کی اعلیٰ ترین قسم ہے) اور جو حالت طبیعت کے موافق ہو اس کو منجانب اللہ سمجھنا، اس پر خوش ہونا، اس کو اپنی لیاقت سے زیادہ سمجھنا، اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا، اس نعمت کو گناہ میں استعمال نہ

کرنا، بلکہ رضائے الہی کے حصول میں استعمال کرنا شکر کہلاتا ہے۔ پس صبر اور شکر میں یہ فرق ہے کہ صبر میں تکلیف اور مصیبت کو معرفت جلال الہی کے لئے مرآۃ بنایا جاتا ہے، اور اس میں آدمی میں شگلی اور عبدیت پیدا ہوتی ہے، اور شکر میں انعامات الہیہ کو معرفت جمال الہی کے لئے آئینہ بنایا جاتا ہے، جس سے حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ انس و محبت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور بندے کو دل میں حق تعالیٰ شانہ کے احکامات کی تعمیل اور ان پر مرٹنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، اس لئے حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ کھا کر شکر کرنے والا ہنزلہ روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کے ہے۔

وہ کون ہے جس پر دوزخ حرام ہے؟

حَدَّثَنَا هَنَادٌ. حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ
مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو الْأَوْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ: يَمْنُ بَعْرُومٌ عَلَى النَّارِ
أَوْ يَمْنُ نَحْرُومٌ عَلَيْهِمْ أَنْتَارُ: عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيْنٍ سَهْلٍ.
فَإِنَّ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ کون شخص ہے جو آگ پر حرام ہے، اور آگ اس پر حرام ہے؟ آگ حرام ہے ہر اس شخص پر جو قریب، نرم خواہ اور آسان ہو۔“

تشریح: اس حدیث میں آدمی کی نرم خوئی اور نرم مزاجی کی تعریف کی گئی ہے، جو حق تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ ہے، چنانچہ بعض لوگوں کے مزاج میں نرمی اور آسانی ہوتی ہے، ایسے لوگ فطرتاً ”دوسروں سے نرمی و آسانی کا معاملہ

کرتے ہیں، اس لحاظ سے لوگ ان کے قریب ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کے دلوں کے قریب ہوتے ہیں، اس کے برعکس بعض لوگوں کے مزاج میں تندی و درشتی پائی جاتی ہے، وہ دوسروں سے سخت گیری کا معاملہ کرتے ہیں، اس وجہ سے لوگ ان کے قریب نہیں بھٹکتے، اور وہ لوگوں کے دلوں سے دور ہوتے ہیں، آدمی کی پہلی حالت محمود ہے، اور دوسری مذموم، یہ اوصاف اگرچہ خلقی ہیں، مگر ان کا استعمال اختیاری ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی معمولات

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ بَرِّدَةَ قَالَ : قُلْتُ لِعَائِشَةَ أُمِّ النَّبِيِّ كَانَتْ تَصَلِّي
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَنْمَعٍ إِذَا دَخَلَ بَيْتُهُ ؟ قَالَتْ : كَانَتْ يَكُونُ فِي مِهْنَةٍ أَهْلِهِ
فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قَامَ فَصَلَّى .
قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ (جو بہت بڑے مرتبہ کے تابعی ہیں) فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تھے تو کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ گھر کے کام کاج میں مشغول رہتے تھے، لیکن جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔“

تشریح : یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اخلاق اور کمال تواضع تھی کہ دولت خانہ میں تشریف رکھتے ہوئے گھر کے معمولی کاموں سے بھی عار نہیں

فرماتے تھے، بلکہ ایک عام آدمی کی طرح گھر کی ضروری خدمت میں مصروف رہتے تھے، ثمالی ترمذی (ص ۲۴) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ان خدمات کی تفصیل اس طرح آئی ہے:

”قالت كان بشراً من البشر، يفلى ثوبه،

ويحلب شاته، ويخدم نفسه“

ترجمہ: ”انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے کپڑے کی جوئیں دیکھ لیتے تھے (کہ کسی دوسرے کے کپڑے سے نہ چڑھ گئی ہوں) اور بکری کا دودھ دودھ لیتے تھے، اور اپنے ذاتی کام خود کر لیتے تھے۔“

مسند احمد اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ:

”يخيط ثوبه، ويخصف نعله

ترجمہ: ”اپنا کپڑا سی لیتے تھے اور اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے۔“

اور ابن حبان کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ:

ويرقع دلوہ

ترجمہ: ”اور اپنے ڈول کی مرمت کر لیتے تھے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ نَضْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ

عِمْرَانَ بْنِ زَيْدِ التَّمَلِجِيِّ عَنْ زَيْدِ الْقَمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَمَاقَعَهُ لَا يَنْزِعُ بَدَهُ مِنْ يَدِهِ

حَتَّىٰ يَكُونَ الرَّجُلُ الَّذِي يَنْزِعُ، وَلَا يَصْرِفُ وَجْهَهُ عَنْ وَجْهِهِ حَتَّىٰ يَكُونَ
الرَّجُلُ هُوَ الَّذِي يَصْرِفُهُ وَلَمْ يَرْ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَيِ جَلِيسٍ لَهُ
قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ
کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ
نہیں کھینچتے تھے، یہاں تک کہ وہ شخص خود ہی اپنا ہاتھ کھینچ لیتا،
اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے چرے سے اپنا چہرہ
نہیں پھیرتے تھے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنا چہرہ پھیر لیتا، اور
کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھٹنے
کسی ہم نشین کے آگے کیے ہوں۔“

غرور و تکبر اور خود بینی کا انجام

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَسِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هَمْرٍ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :
خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فِي حُلَّةٍ لَهُ يَخْتَالُ فِيهَا ، فَأَمَرَ اللَّهُ الْأَرْضَ
فَأَخَذَتْهُ فَهَوَّ يَتَجَلَّجَلُ فِيهَا ، أَوْ قَالَ يَتَجَلَّجَلُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم
سے پہلی امتوں کا ایک شخص اپنے حلہ میں اتراتا ہوا نکلا، پس

اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا اور زمین نے اسے پکڑ لیا، چنانچہ وہ زمین میں قیامت تک دھنستا رہے گا۔

تشریح: حلقہ کہتے ہیں ان دو نئی چادروں کو جو پہلی بار پہنی جائیں۔ لباس پہن کر اترانا متکبرین کا شیوہ ہے، اور تکبر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اس لئے اس شخص کو اس کی خود پسندی، غرور اور تکبر کی وجہ سے زمین میں دھنسا دیا گیا، بندۂ مومن کو حق تعالیٰ کوئی نعمت (مثلاً اچھا لباس) عطا فرمائیں تو اس کی نظر عطا کرنے والے مالک پر ہوتی ہے۔ خود اپنی ذات پر نہیں۔ اس لئے اس میں اس نعمت کی وجہ سے عجز و انکساری کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور وہ اس بے استحقاق احسان و انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے، اس لئے وہ حق تعالیٰ کے مزید لطف و انعام کا مورد بنتا ہے، اور کافرو فاسق کی نظر اپنی ذات پر ہوتی ہے، اس لئے اچھا لباس پہن کر اس میں کبر و نخوت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ حق تعالیٰ شانہ کے قہر و غضب کا مورد بنتا ہے۔ (نعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب رسولہ)

متکبروں کا انجام

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا قَبْذُ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يُخْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرَفِ صَوَرِ الرَّجَالِ يَنْشَأُهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَسْكَانٍ ، فَيُسَاقُونَ إِلَى جَهَنَّمَ بِسُمَى بُولَسَ تَمْلُؤُهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ يُسَقُونَ مِنْ عُصَاوَةِ أَهْلِ النَّارِ طِينَةَ الْخَبَالِ . قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: ”عمرو بن شعیب (بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن

العاص) اپنے والد (شعیب) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے) روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تکبر لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کی مثل آدمیوں کی صورتوں میں اٹھائے جائیں گے۔ ان کو ہر جگہ سے ذلت ڈھانک رہی ہوگی، ان کو جہنم کے ایک قید خانے کی طرف، جس کا نام ”بولس“ ہوگا، ہانک کر لے جایا جائے گا، ان پر ایسی آگ چھائی ہوگی جو ”نار الانیار“ کہلاتی ہے، انہیں پینے کو دوزخیوں کے زخموں کا دھون اور کچھ لوٹے گا۔

تشریح: اس حدیث میں تکبرین کی سزا کا ذکر ہے کہ وہ قیامت کے دن چیونٹیوں جیسی ننھی منی جسامت میں اٹھائے جائیں گے، مگر شکل انسانوں کی ہوگی، یہ ان کے تکبر کی سزا ہوگی کہ انہوں نے اپنے ذہن میں اپنے آپ کو جتنا بڑا سمجھا تھا اللہ تعالیٰ انہیں اس قدر چھوٹا اور ذلیل کر دکھائیں گے۔

”بولس“ جہنم میں ایک قید خانے کا نام ہے جس میں ان تکبروں کو محبوس کیا جائیگا اور جس کی طرف انہیں مویشیوں کی طرح ہانک کر لے جایا جائے گا، ”بولس“ کا مادہ ”بلس“ ہے جس کے معنی غم و اندوہ، عجز و تحیر اور پشیمانی و ناامیدی کے ہیں، امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الا بلاس الحزن المعترض من شدة البأس

..... ولما كان الملبس كثيراً ما يلزم

السكوت ينسى ما يعنيه قيل ابلس فلان

اذا سكت واذا انقطعت حجة..

ترجمہ : ”ابلاس“ کے معنی ہیں وہ غم جو شدید گرفت کی وجہ سے لاحق ہو ۔۔۔۔ جس شخص کو یہ حالت پیش آئے چونکہ وہ بسا اوقات سکوت کو لازم پکڑ لیتا ہے اور سٹی بھول جاتا ہے اس لئے ”ابن فلان“ اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ خاموش اور لا جواب ہو جائے۔“

اس جہنمی قید خانے کا نام ”بولس“ شاید اسی مناسبت سے رکھا گیا کہ ان پر شدت عذاب کی وجہ سے غم و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے، وہ ہر طرح عاجز و لاچار ہوں گے، اور ان پر حیرت و پشیمانی کی وجہ سے رحمت الہی سے ناامیدی کی کیفیت طاری ہوگی۔ (نعوذ باللہ)

”نار الانیار“ کا لفظی ترجمہ ہے ”آگوں کی آگ“ یعنی وہ آگ جو دنیا جہان کی آگوں کو اس طرح کھا جائے جس طرح آگ لکڑی وغیرہ کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ ”بولس“ کے قید خانے میں ان متکبرین پر یہ آگ سر سے پاؤں تک مشتعل ہوگی، اور جب وہ پینے کو کچھ مانگیں گے تو دوزخیوں کے زخموں سے رنے والے کچھ لو، پیپ اور غلیظ مادے سے ان کی تواضع کی جائے گی۔ جس کا نام ”طینۃ الخبال“ ہوگا، ”خبال“ اس فساد کو کہتے ہیں جو جنون اور عقل و فکر کے اختلال کا موجب ہو۔ (مفردات راغب) اس غلیظ مادے کا نام (واللہ اعلم) شاید اس لئے رکھا گیا کہ اس کے پیتے ہی ان لوگوں پر اضطراب و بے چینی کی کیفیت طاری ہو جائے گی، ان کی عقل و فکر اور ہوش و حواس میں اختلال و فساد پیدا ہو جائے گا، اور ان سے مجنونانہ حرکتیں صادر ہونے لگیں گی۔

فائدہ : صحیح مسلم (ص ۱۲۷ ج ۲ باب بیان ان کل مسکر حرام) میں یہی سزا نشہ آور چیز پینے والے کے لئے آئی ہے :

”ان علی اللہ عہداً لمن یشرب المسکر ان

يسقيه من طينة الخبال ، قالوا يا رسول
الله ما طينة الخبال؟ قال : عرق اهل النار
او عصارة اهل النار..

(صحیح مسلم ص ۱۶۸ ج ۲ باب ۱۱ کل مسکر حرام)

ترجمہ: ”بے شک اللہ کے ذمہ عہد ہے اس شخص کے لئے
جو نشہ آور مشروب پیتا ہے کہ اس کو ”طینۃ الخبال“ میں
سے پلائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ”طینۃ
الخبال“ کیا چیز ہے؟ فرمایا، دوزخیوں کا عرق یا دوزخیوں
(کے زخموں) کا نچوڑ۔“

اور سنن ابن ماجہ (ص ۲۴۲) کی ایک روایت میں ”ردغۃ الخبال“ کے
الفاظ اسی مفہوم کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔
متکبرین اپنے تکبر کی وجہ سے ایک طرح کے جنون اور فکری اختلال میں
بتلا تھے اسی طرح شراب نوشی کرنے والے بھی مدہوشی و بدحواسی کی بلا میں
گرفتار تھے شاید اسی لئے جہنم میں بھی ان کو جنون آور مشروب پیش کیا جائے
گا، جسے ”طینۃ الخبال“ یا ”ردغۃ الخبال“ کا نام دیا گیا ہے۔ (اعازنا اللہ
عنا)

غصہ کو پی جانے کی فضیلت

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ قَالَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْفَرِيُّ . حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَبُوبَ . حَدَّثَنَا
أَبُو مَرْحُومٍ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ مَهَلٍ بْنِ مُكَازٍ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِيهِ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى أَنْ

بِنَفْسِهِ دَعَاهُ اللَّهُ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِفِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخْبِرَهُ فِي أَيِّ الْحُورِ شَاءَ
قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے
غصہ پی لیا، حالانکہ وہ اپنے غصہ کو ناذ کرنے کی قدرت رکھتا
ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو تمام مخلوق کے سامنے
بلائیں گے، یہاں تک کہ اسے اختیار دیں گے کہ جس حور کا
وہ چاہے انتخاب کر لے۔“

تشریح : قدرت کے باوجود غصہ کو پی جانا اور اس کے مقتضی پر عمل نہ کرنا
بڑے حلم و بردباری اور بہادری کی بات ہے۔ چنانچہ صحیحین کی حدیث میں ہے:

.. لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيدُ

الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ .. (مشکوٰۃ ۴۳۳)

ترجمہ : ”بہادر وہ نہیں جو لوگوں کو بچھاڑ دیتا ہو، بہادر تو وہ
ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔“

غصہ کا منشا کبر ہے، اور حلم اور ضبط نفس کا منشا تواضع ہے۔ اس لئے جو
شخص قدرت کے باوجود اپنا غصہ جاری نہ کرے، آمادہ انتقام نہ ہو، بلکہ عفو و
درگزر سے کام لے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن سب کے سامنے اس کا یہ
اکرام فرمائیں گے۔

تین خوبیاں

حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ
الْأَنْصَارِيُّ الْمَدَنِيُّ . حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي بَكْرٍ الْمُسَكِّدِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ سَقَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ كَفَنَهُ وَأَدْخَلَهُ جَنَّتَهُ رَأَى بِالضَّعِيفِ وَشَفَقَهُ عَلَى الْوَالِدَيْنِ، وَإِحْسَانٌ إِلَى الْمَلُوكِ قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَأَبُو بَكْرٍ بْنُ الْمُسَكِّدِ هُوَ أَخُو مُحَمَّدِ ابْنِ الْمُسَكِّدِ .

ترجمہ : ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تین خوبیاں ایسی ہیں کہ جس شخص میں پائی جائیں، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس پر اپنا پردہ پھیلا دیں گے (یعنی اپنی رحمت و مغفرت کے پردے سے اس کے عیوب ڈھانک دیں گے) اور اسے جنت میں داخل کر دیں گے (بشرطیکہ وہ مسلمان ہو) اور وہ تین خوبیاں یہ ہیں (کمزوروں سے نرمی کرنا، والدین سے شفقت کرنا، اور اپنے غلام سے حسن سلوک کرنا)۔

تشریح : یہ تین امور اعلیٰ درجہ کے مکارم اخلاق میں سے ہیں، جس مسلمان میں یہ جمع ہو جائیں حق تعالیٰ شانہ اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرمائیں گے، اور اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ میں نے ترجمہ میں ”بشرطیکہ وہ مسلمان ہو“ کی قید اس لئے لگائی، کہ اسلام و ایمان کے بغیر کوئی خوبی خوبی نہیں۔

عظمت و جلال الہی

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ أَنَسٍ عَنْ سَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنَمٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى يَا بَادِي كُنْكُمْ خَالٌ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَسَلَوْنِي الْهَدَى أَهْدِكُمْ ، وَكُنْكُمْ قَبِيرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ فَبَلَوْنِي

أَرْزُقُكُمْ، وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ، فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ أَيْ ذَوْ قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفِرْ لِي غَفْرَتَهُ وَلَا أَبَالِي، وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَخَيْسَكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَبَابَكُمْ اجْتَمَعُوا عَلَى انْفِي قَلْبٍ عِنْدَ مِنْ عِبَادِي مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَخَيْسَكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَبَابَكُمْ اجْتَمَعُوا عَلَى اشْتِقِ قَلْبٍ عِنْدَ مِنْ عِبَادِي مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَخَيْسَكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَبَابَكُمْ اجْتَمَعُوا فِي صَمْبِدٍ وَاجِدٍ فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ أَشْنِيَّتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ مَا سَأَلَ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي إِلَّا كَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَنَمَسَ فِيهِ إِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا إِلَيْهِ ذَلِكَ بَأْ جَوَادٍ مَا جِدَّ أَفْضَلُ مَا أُرِيدُ عَطَائِي كَلَامٌ وَعَذَائِي، كَلَامٌ إِمَّا أَمْرِي أَوْ إِشْيَاءُ إِذَا أَرَدْتَهُ أَنْ أَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ. قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَرَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ شَمْرِ ابْنِ حَوْشَبٍ عَنْ مَعْدٍ بِسَكْرَبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ : حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دیدوں، پس تم مجھ سے ہدایت مانگو، میں تم کو ہدایت دوں گا، اور تم سب فقیر ہو، سوائے اس کے جس کو میں غنی کر دوں، پس تم مجھ سے اپنے رزق مانگو، اور تم سب گنہگار ہو، سوائے اس شخص کے جس کو عافیت میں رکھوں، پس تم میں سے جو شخص یہ یقین رکھتا

ہو کہ میں بخشش دینے پر قدرت رکھتا ہوں پس وہ مجھ سے
 بخشش مانگے تو میں اس کو بخش دوں گا اور میں کوئی پرواہ نہیں
 کروں گا، اور اگر تمہارے پہلے اور پچھلے، زندے اور مردے،
 تر اور خشک سب مل کر میرے بندوں میں سے سب سے زیادہ
 متقی دل والے بندے پر جمع ہو جائیں (یعنی سب اس جیسے بن
 جائیں) تو یہ چیز میرے ملک میں ایک مجھ کے پر کے برابر بھی
 اضافہ نہیں کرے گی، اور اگر تمہارے پہلے اور پچھلے، زندے
 اور مردے، تر اور خشک سب مل کر میرے بندوں میں سے
 سب سے بد بخت دل والے بندے پر جمع ہو جائیں۔ (یعنی اس
 جیسے بن جائیں) تو یہ چیز میری سلطنت میں ایک مجھ کے پر کے
 برابر بھی کمی نہیں کرے گی۔ اور اگر تمہارے پہلے اور پچھلے،
 زندے اور مردے، تر اور خشک سب کے سب ایک میدان
 میں جمع ہو جائیں پھر تم میں سے ہر شخص وہ سب کچھ مانگ لے
 جہاں تک اس کی تمنا پرواز کر سکتی ہے اور میں ہر شخص کو وہ
 سب کچھ دیدوں جو اس نے مانگا ہو تو اس سے میری سلطنت
 (کے خزانوں) میں ذرا بھی کمی نہیں ہوگی۔ جیسے تم میں سے
 کوئی شخص سمندر پر جائے اور اس میں سوئی ڈبو کر نکالے (کہ
 اس سوئی کو لگنے والے پانی سے بحر محیط میں کیا کمی واقع ہوتی
 ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جواد (سخی) ہوں، غنی مطلق
 ہوں، بہت ہی وسعت سے عطا کرنے والا ہوں۔ جو چاہتا ہوں
 کرتا ہوں، میری عطا صرف حکم دینا ہے، اور میرا عذاب
 صرف حکم دینا ہے، (یعنی اسباب و وسائل کا محتاج نہیں ہوں)
 میرا کام تو بس یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں اور اس
 سے کہہ دیتا ہوں کہ ”ہو جا“ بس وہ ہو جاتی ہے۔“

تشریح : حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح مسلم (کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم) میں مزید اضافوں کے ساتھ مروی ہے۔
 تنمिम فائدہ کے لئے اسکو یہاں نقل کیا جاتا ہے:

عن أبي ذرٍّ عن النبي ﷺ فيما روى عن الله
 تبارك وتعالى أنه قال : يا عبادي إني حرمت
 الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرماً فلا
 تظالموا، يا عبادي كلکم ضالّ إلا من هديته
 فاستهدوني أهدکم، يا عبادي كلکم جائع إلا
 من أطعمته فاستطعموني أطعمکم، يا عبادي
 كلکم عارٍ إلا من كسوته فاستكسوني أكسکم،
 يا عبادي إنکم تخطئون بالليل والنهار وأنا أغفر
 الذنوب جميعاً فاستغفروني أغفر لکم، يا
 عبادي إنکم لن تبلغوا ضری فتضروني ولن
 تبلغوا نفعی فتنفعوني، يا عبادي لو أن أولکم
 وآخركم وإنسکم وجنکم کانوا علی اتقی قلب
 رجل واحد منکم ما زاد ذلك فی ملكی شیئاً، یا
 عبادي لو أن أولکم وآخركم وإنسکم وجنکم
 کانوا علی أفجر قلب رجل واحد منکم ما نقص
 ذلك من ملكی شیئاً، یا عبادي لو أن أولکم
 وآخركم وإنسکم وجنکم قاموا فی صعيد واحد
 فسألوني فأعطيت کل إنسان مسألته ما نقص
 ذلك مما عندی إلا کما ينقص الخیط إذا دخل
 البحر، یا عبادي إنما هي أعمالکم أحصیها لکم
 ثم أوفیکم إياها فمن وجد خيراً فليحمد الله ومن

وجد غير ذلك فلا يلومن إلا نفسه قال سعيد
كان أبو إدريس الخولاني إذا حدثني بهذا
الحديث جثا على ركبته.

(صحیح مسلم ص ۳۱۹ ج ۲، مشکوٰۃ ص ۲۰۳)

ترجمہ : ”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہد ان احادیث کے جو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں
فرمایا کہ (حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ) اے میرے
بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر بھی حرام قرار دیا ہے، پس تم
ایک دوسرے پر ظلم نہ (یعنی میں ظلم سے پاک ہوں) کیا کرو۔
اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس شخص کے جس
کو میں نے ہدایت دیدی، پس تم مجھ سے ہدایت مانگو، میں تم کو
ہدایت دوں گا، اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے
اس شخص کے جس کو میں کھلاؤں، پس تم مجھ سے کھانا مانگو میں
تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے
اس شخص کے جس کو میں پہنا دوں، پس تم مجھ سے پہننے کے
لئے مانگو، میں تم کو پہناؤں گا، اے میرے بندو! بے شک تم
رات دن گناہ کرتے ہو اور میں سب گناہ بخش سکتا ہوں۔ پس
تم مجھ سے بخشش مانگو میں تم کو بخش دوں گا۔ اے میرے بندو!
تم ہرگز میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچاؤ۔
اور ہرگز میرے نفع کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نفع پہنچاؤ، اے
میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے انسان اور جن سب
کے سب کسی ایسے شخص کے دل پر جمع ہو جائیں سب سے
زیادہ متقی ہو (اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ اگر بفرض حال دنیا بھر کے اگلے اور پچھلے

انسان اور جنات سب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نیک ہو جائیں تو (تمہاری یہ پارسائی) میری سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں کرے گی، اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے انسان اور جنات سب سے بد بخت (یعنی ابلیس لعین) کے دل پر ہو جائیں (یعنی فرض کرو کہ ساری دنیا اول سے آخر تک ابلیس لعین جیسی بھی بن جائے) تب بھی یہ چیز میری سلطنت میں ذرا بھی کمی نہیں کرے گی، اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے انسان اور جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں پھر مجھ سے مانگنے لگیں اور میں ہر شخص کو اس کی مانگ کے مطابق دیتا جاؤں تو یہ چیز میرے پاس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں کرے گی، مگر جیسا کہ سوئی سمندر میں ڈال کر نکال لی جائے وہ سمندر میں کیا کی کر سکتی ہے، اے میرے بندو! (آخرت میں تم کو جو جزا و سزا ملے گی) یہ تو بس تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو تم پر محفوظ رکھتا ہوں، پھر وہ تم کو پورے پورے دیدوں گا، پس جو خیر اور اچھائی پائے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے (کہ اس پاک ذات نے محض اپنے لطف و عنایت سے اعمال صالحہ کی توفیق ارزانی فرمائی) اور جو شخص اس کے سوا پائے وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے (کہ اس نے اپنے سوء اختیار سے اعمال بد کا راستہ اختیار کیا)

راوی حدیث امام سعید (بن عبد العزیز السنونی المتوفی ۱۶۷ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ادریس خولانی المتوفی ۸۰ھ) جب اس حدیث کو بیان فرماتے تھے تو (عظمت و جلال الہی کے غلبہ کی وجہ سے) گھٹنے ٹیک دیتے تھے۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَصْبَاطٍ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ . حَدَّثَنَا أَبِي .
 حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيِّ عَنْ سَعْدِ مَوْلَى طَلْحَةَ عَنْ
 ابْنِ مُعَمَّرٍ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ حَدِيثَنَا لَمْ أَنْتَهُ
 إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ حَتَّى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ ، وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ ،
 سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : كَانَ الْكِفْلُ مِنْ
 بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا يَتَوَزَّعُ مِنْ ذَنْبٍ عَمِلَهُ ، فَأَتَتْهُ أُمْرَأَةٌ فَأَقْطَعَهَا سِتْنَيْنِ دِينَارًا
 عَلَى أَنْ يَطْلَاهَا ، فَلَمَّا قَمَدَ مِنْهَا مَقْعَدَ الرَّجُلِ مِنْ أَمْرَانِيهِ أَرْعَدَتْ وَبَسَكَتْ ،
 فَقَالَ : مَا يُبْكِيكَ أَا كَرِهْتِكِ؟ قَالَتْ : لَا وَلَكِنَّهُ عَمَلٌ مَا عَمِلْتُهُ قَطُّ ،
 وَمَا حَلَنِي عَلَيْهِ إِلَّا الْحَاجَّةُ ، فَقَالَ : تَفْعَلِينَ أَنْتِ هَذَا وَمَا فَعَلْتِي؟ إِذْ هِيَ
 قَائِمَةٌ لَيْ ، وَقَالَ : لَا وَاللَّهِ لَا أَعْصِي اللَّهَ بِمَذْهَابٍ أَبَدًا ، فَمَاتَ مِنْ لَيْتَانِيهِ فَأَصْبَحَ
 مَكْنُوبًا عَلَى بَابِهِ : إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لِّلْكِفْلِ .

قَالَ أَبُو هَيْثَمٍ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ قَدْ رَوَاهُ شَيْبَانٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ
 عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَ هَذَا وَرَفَعُوهُ ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ قَوْلَ بَرَقَةَ .
 وَرَوَى أَبُو بَكْرِ بْنُ قَبَائِشٍ هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْأَعْمَشِ فَأَخْطَأَ فِيهِ ، وَقَالَ
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ
 وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيُّ هُوَ كُوفِيٌّ وَكَانَتْ جَدَّتُهُ سُرْبَةَ لَيْلِ بْنِ
 أَبِي طَالِبٍ . وَرَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيِّ عُبَيْدَةُ الضُّحِيُّ وَالْحُجَّاجُ
 ابْنُ أَرْطَاةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ كِبَارِ أَهْلِ الْعِلْمِ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت
 ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
 ایک حدیث بیان فرماتے ہوئے خود سنا ہے۔ اگر میں نے

صرف ایک یا دو مرتبہ سنی ہوتی یہاں تک کہ سات مرتبہ کو بھی ذکر کیا (تو شاید میں اس کو بیان نہ کرتا) لیکن میں نے اس سے بھی زیادہ مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ کفل (ٹامی) ایک شخص بنی اسرائیل میں سے تھا، وہ کسی گناہ کے کام سے پرہیز نہیں کرتا تھا، ایک مرتبہ اس کے پاس ایک عورت آئی (اور اس کے سامنے اپنی کوئی ضرورت پیش کی) اس نے اس عورت کو ساٹھ دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ اس سے بدکاری کرے گا، پس جب اس کی اس جگہ بیٹھا جہاں آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرنے کے لئے بیٹھتا ہے تو وہ عورت کانپنے اور رونے لگی، اس نے کہا روتی کیوں ہو؟ کیا میں نے تجھے مجبور کیا ہے؟ وہ کہنے لگی، 'نہیں مجبور تو نہیں کیا، مگر یہ (بدکاری کا کام) ایسا کام ہے جو میں نے کبھی نہیں کیا، حاجتمندی کی مجبوری نے مجھے اس (بدن فروشی) پر آمادہ کر دیا، کفل نے کہا، تو یہ کام محض مجبوری کی وجہ سے کر رہی ہے، حالانکہ تو نے یہ کام کبھی نہیں کیا؟ جا (میں تجھ سے یہ فعل بد نہیں کرتا) اور یہ دینار بھی تیرے ہیں، اور کہنے لگا نہیں! اللہ کی قسم! میں آئندہ اللہ تعالیٰ کی کبھی نافرمانی نہیں کروں گا، پھر (خدا کی شان کہ اس حقیقہ کے بعد) اسی رات اس کا انتقال ہو گیا۔ تو صبح کو اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ :

”بے شک اللہ تعالیٰ نے کفل کو بخش دیا۔“

(مسند رک حاکم ص ۲۵۴ - ۲۵۵ ج ۴) کی روایت میں مزید اضافہ ہے کہ لوگوں کو اس کی حالت پر تعجب ہوا (کہ ایسے گناہ گار و بدکاری بخش کیسے ہو گئی) یہاں تک اللہ تعالیٰ نے

اس زمانے کے نبی (صلی اللہ علیٰ نینا وعلیہ وسلم) پر وحی بھیجی کہ اس کا یہ قصہ ہوا تھا کہ وہ سچی توبہ کر کے مرا ہے۔“

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کیسا ہی گنہ گار ہو اگر اسے سچی توبہ کی توفیق ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہ کی رحمت و مغفرت کا دروازہ اسکے لئے کھلا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کو اسی خیال سے توبہ سے باز نہیں رہنا چاہئے کہ مجھ سے پھر گناہ ہو جائیگا، اور توبہ ٹوٹ جائیگی نہیں! بلکہ آدمی جب بھی توبہ کرے سچی توبہ کرے اور یہ عزم رکھے کہ دوبارہ کبھی گناہ نہیں کروں گا، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس توبہ پر اسکا خاتمہ کر دے، جیسا کہ کفل کے ساتھ ہوا۔

مومن اور فاجر کی مثال

حَدَّثَنَا هَذَا . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ بِحَدِيثَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهِ وَالْآخَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ فِي أَصْلِ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ ، وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ وَقَعَ عَلَى أَنْفِهِ ، قَالَ بِهِ هَكَذَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُثَيْرٍ عَنِ الْحَرِثِ بْنِ سُوَيْدٍ .

حَدَّثَنَا فَطَّارٌ ، وَقَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اللَّهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ أَحَدِكُمْ مِنْ رَجُلٍ يَأْرَضُ دَوْبَةً (”مُهِلِكَةً مَتَّه رَاحِلَتُهُ“ عَلَيْنَا زَادَهُ وَطَمَامُهُ وَشَرَابُهُ وَمَا يَصْلِحُهُ فَأَخْلَاهَا فَخَرَجَ فِي طَلَبِهَا ، حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ قَالَ أَرْجِعْ إِلَى مَسْكَنِي الَّتِي أَخْلَقْتُهَا فِيهِ فَأَمُوتْ فِيهِ ، فَرَجَعَ إِلَى مَسْكَنِهِ فَلَمَلَبَتْهُ عَيْنُهُ فَأَضَلَّتْهُ قَطُّ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَ رَأْسِهِ عَلَيْنَا طَمَامُهُ وَشَرَابُهُ وَمَا يَصْلِحُهُ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَفِيهِ عَنْ أَبِي مُرَّةٍ
وَالْثَّمَّانِ بْنِ بَشِيرٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ترجمہ : ”حارث بن سوید“ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو حدیثیں بیان فرمائیں
ایک اپنی طرف سے، اور دوسری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مومن اپنے
گناہوں کو ایسا دیکھتا ہے گویا وہ پہاڑ کے دامن میں کھڑا ہے،
اور اسے اندیشہ ہے کہ وہ اس پر گر پڑے گا۔ اور فاجر اور
بدکار آدمی اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا اس کی ناک
پر مکھی بیٹھ گئی تھی اور اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو اڑ گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ تم میں سے کسی کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش
ہوتے ہیں جو کسی ہولناک لقمہ و دق صحرا میں سفر کر رہا تھا۔
اس کے پاس سواری تھی جس پر اس کا توشہ، کھانا، پانی اور
دیگر ضروریات لدی ہوئی تھیں، وہ سواری جنگل میں گم ہو
گئی۔ وہ اس کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا، یہاں تک کہ
موت اس کی آنکھوں کے سامنے آگئی، اس نے سوچا کہ جہاں
میں نے سواری گم کی تھی اسی جگہ لوٹ جاؤں اور وہیں جا کر
مروں، چنانچہ وہ اسی جگہ لوٹ آیا، وہاں آکر (لیٹ گیا اور)
ذرا اس کی آنکھ لگ گئی، آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی
سواری اس کے سر کے پاس موجود ہے۔ اور اس کا کھانا، پانی
اور ساری ضروریات بھی موجود ہیں۔“

تشریح : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد میں گناہ صادر

ہونے کے بعد مومن اور فاجر کی قلبی کیفیت کو ذکر کیا گیا ہے کہ مومن تو اپنے گناہ سے ایسا ڈرتا ہے گویا اس پر پہاڑ گر پڑے گا، اس لئے فوراً "توبہ و استغفار کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور اٹک ندامت سے اس گناہ کی سیاہی دھونے کا اہتمام کرتا ہے، برعکس اس کے فاجر اور بدکار آدمی اپنے گناہ کو معمولی چیز سمجھتا ہے گویا ناک پر مکھی بیٹھی تھی جسے ہاتھ کے معمولی اشارے سے اڑا دیا۔ بسا اوقات جب آدمی مشغول ہوتا ہے تو اسے مکھی کے بیٹھنے اور ہاتھ سے اڑانے کا دھیان بھی نہیں ہوتا، اسی طرح فاجر آدمی کو اپنے گناہوں کی طرف التفات نہیں ہوتا، اور نہ ان کے تدارک کی فکر لاحق ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر، شیخ ابن ابی جمرہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ مومن کے اپنے گناہوں سے خوف کا سبب یہ ہے کہ مومن کا قلب نورانی ہوتا ہے، جب اپنے نفس سے کسی ایسی چیز کو دیکھتا ہے جو اس کی نورانیت قلب کے خلاف ہو تو اسے وہ بہت سنگین بات معلوم ہوتی ہے، اور ہلاکت کے اسباب تو بہت ہو سکتے ہیں مگر ان میں سے پہاڑ گرنے کی تمثیل اس لئے بیان فرمائی کہ دوسرے ملکات سے بچنے کی تو کوئی صورت نکل سکتی ہے، مگر کوئی پہاڑ گر پڑے تو اس سے نجات عادتاً ممکن نہیں۔ حاصل یہ کہ ایمان و یقین کی قوت کی وجہ سے مومن پر خوف غالب ہوتا ہے، اس لئے وہ گناہوں کی سزا سے بے خوف نہیں ہوتا، اور یہی مسلمان کی شان ہے کہ وہ ہمیشہ ڈرتا رہے، اپنے نفس کا مراقبہ کرتا رہے، اپنے نیک عمل کو چھوٹا اور معمولی سمجھے، اور چھوٹے سے چھوٹے برے عمل سے بھی ڈرتا رہے۔

اور فاجر کی بے خوفی کا سبب یہ ہے کہ فاجر کا قلب تاریک ہوتا ہے اس لئے گناہوں کا سرزد ہونا اس کے نزدیک معمولی بات ہے، یہی وجہ ہے کہ جو شخص معاصی کا ارتکاب کرتا ہے جب اس کو وعظ و نصیحت کی جائے تو کہتا ہے کہ یہ تو معمولی بات ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مومن کا اپنے گناہوں سے کم ڈرنا اور گناہوں کو ہلکی پھلکی چیز سمجھنا اس

کے فحور کی دلیل ہے۔

محب طبری فرماتے ہیں کہ مومن کی یہ کیفیت اس لئے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اور اس کی سزا سے شدید خوف رکھتا ہے، کیونکہ اسے اپنے گناہ کا تو یقین ہے، اور یہ یقین نہیں کہ گناہ معاف کیا جا چکا یا نہیں، اور مغفرت ہوگی، یا نہیں، اور فاجر آدمی اللہ تعالیٰ کی معرفت کم رکھتا ہے، اس لئے اسے خوف بھی کم ہوتا ہے۔ اور معصیت کو بھی معمولی چیز سمجھتا ہے۔

(فتح الباری کتاب الدعوات باب التوبہ)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث بیان فرمائی ہے، اس میں بندے کی توبہ پر اللہ تعالیٰ کی خوشی کو ایک تمثیل کے انداز میں بیان فرمایا ہے ایک ایسا شخص جو موت کے منہ میں جا چکا تھا، اور زندگی سے یکسر مایوس ہو چکا تھا یکایک اس کی سواری اور کھانے پینے کا سامان مل جانے سے اسے گویا نئی زندگی نصیب ہو گئی، ایسی حالت میں اس کی فرحت و مسرت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ بندہ گناہ کا ارتکاب کر کے شیطان درندے کے چنگل میں پھنس جاتا ہے، جو اس کو ابدی موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہے، توبہ کرنے کے بعد اسے شیطان کے چنگل سے رہائی مل جاتی ہے، اور وہ رحمت الہی کے سائے میں آجاتا ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہ کو بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی بڑھ کر خوشی ہوتی ہے جو زندگی سے یکسر مایوس ہو جانے کے بعد دوبارہ زندگی سے ہمکنار ہوا۔

صحیح مسلم (ص ۳۵۵ ج ۲) میں بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یہی تمثیل بیان فرمائی گئی ہے، اور اس کے آخر میں ہے کہ جب اس شخص نے اٹھ کر اپنی سواری دیکھی تو شدت مسرت سے کہنے لگا:

”اللھم انت عبدی وانا ربک“

ترجمہ: ”اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب

ہوں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اخطأ من شدة الفرح“

ترجمہ: ”مسرت کی وجہ سے بے چارہ چوک گیا۔“

غلطی کے بعد توبہ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ . حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ . حَدَّثَنَا
عَلِيُّ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ . حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ : كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ .
قَالَ أَبُو هَبْسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ
ابْنِ مَسْعَدَةَ عَنْ قَتَادَةَ .

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ابنِ آدم خطاکار
ہے۔ اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو کثرت سے توبہ کرنے والے
ہیں۔“

تشریح: مطلب یہ کہ بھول چوک اور خطا تو ہر آدمی سے ہو ہی جاتی ہے،
انسان خطا کا پتلا ہے، لیکن خطا پر اصرار نہیں کرنا چاہئے، اس لئے فرمایا کہ سب
سے بہتر خطاکار وہ ہیں جو بکثرت توبہ کرنے والے ہوں، راز اس کا یہ ہے کہ
توبہ و انابت الی اللہ عبدیت کا اعلیٰ مقام ہے، پس جب بندہ خطا و گناہ کے بعد
توبہ و استغفار کرتا ہے اور اسے رجوع الی اللہ کی توفیق ہو جاتی ہے تو اس کی
برکت سے حق تعالیٰ شانہ نہ صرف اس کا گناہ معاف فرما دیتے ہیں، بلکہ اس پر
مزید لطف و انعام بھی فرماتے ہیں، اور اس کے درجات قرب میں مزید اضافہ ہو
جاتا ہے، اس طرح توبہ کی برکت سے وہ گناہ بھی قرب الی اللہ کا ذریعہ بن جاتا

ہے۔ مگر اس خیال سے گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے کہ پھر اس کے بعد توبہ کر لیں گے۔ یہ نفس و شیطان کا مکر ہے، اسے کیا معلوم کہ پھر توبہ کی توفیق بھی ہوگی یا نہیں؟

ایمان کا تقاضہ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْمَهُ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْنَعْ
 قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ
 وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَنْسٍ وَأَبِي شُرَيْبٍ الْعَدَوِيِّ الْكَلْبِيِّ الْخَزَاعِيِّ وَاسْمُهُ خُوَيْلِدُ بْنُ عَمْرِو .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، اور جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ یا تو بھلی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔“

تشریح : مطلب یہ کہ یہ دونوں باتیں تقاضائے ایمان ہیں، اور دونوں کے ساتھ الگ الگ یہ الفاظ فرمانا کہ ”جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو“ تاکید مزید کے لئے ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات میں زبان کی حفاظت کی تاکید آئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے، دل میں جو خیالات و احساسات ابھرتے ہیں زبان ہی ان کو الفاظ کی شکل میں ڈھالتی ہے، اس لئے زبان کی حفاظت، دل کی حفاظت

کا بڑا ذریعہ ہے، پھر زبان حق تعالیٰ شانہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حیوانات میں انسان ہی کو اس سے مشرف و ممتاز فرمایا ہے، لغو گوئی میں اس نعمت عظمیٰ کی بے قدری ہے، پھر زبان کی ذرا سی بے احتیاطی بسا اوقات دنیا و آخرت کی ذلت و ندامت کی موجب ہوتی ہے، علاوہ ازیں قریباً ”بیس گناہ کبیرہ صرف زبان سے سرزد ہوتے ہیں۔ اس لئے زبان کی حفاظت بہت سے گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ بَرِيْدَ بْنِ عَمْرٍو
 الْمُسَافِرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبَلِيِّ مَنْ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ : قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَمَتَ نَجَا .
 قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ
 ابْنِ لَهِيْعَةَ وَأَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبَلِيِّ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيْدَ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پالی۔“

تشریح : یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے، صرف تین الفاظ کے مختصر سے فقرے میں دریائے معانی بند فرمادیا، اور نجات کا نسخہ تجویز فرمادیا ہے، انسان کے گناہوں کا سب سے بڑا ذریعہ زبان ہے، جو کثیر الاستعمال بھی ہے، اور کثیر الخطا بھی۔ اس لئے زبان کے استعمال میں احتیاط ضروری ہے۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ . حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ .
 حَدَّثَنَا بَرِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلَ ؟ قَالَ : مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَبَيْدِهِ .
 هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الزَّجْرِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى .

ترجمہ : ”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا مسلمان سب سے افضل ہے فرمایا وہ شخص کہ مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔“

تشریح : یعنی سب سے افضل اور بہتر مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے، یہ مضمون متعدد احادیث میں آیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

”المسلم من سلم المسلمون من لسانه
 ویدہ، والمؤمن من امنه الناس علی دمائهم
 واماوالمهم۔“
 (ترمذی، نسائی)

ترجمہ : مسلمان تو وہ ہے کہ مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ اور مومن تو وہ ہے کہ لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں اسے امین سمجھتے ہوں۔ اس کی جانب سے مطمئن ہوں۔ اور انہیں اس کی جانب سے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

یہی حدیث امام بیہقیؒ نے ”شعب الایمان“ میں حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کی ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ ہے :

”والمجاهد من جاهد نفسه فی طاعة اللہ
 والمهاجر من هجر الخطایا والذنوب۔“

(مشکوٰۃ ص ۱۵)

ترجمہ : اور مجاہد تو وہ ہے جو اللہ کی طاعت میں اپنے نفس

سے جہاد کرے، اور مہاجر تو وہ ہے جو غلطیوں اور گناہوں کو چھوڑ دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”المسلم من سلم المسلمون من لسانہ

ویدہ والمہاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ“

(صحیح بخاری)۔

ترجمہ: مسلمان تو وہ ہے کہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں۔ اور مہاجر تو وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

اور مسلم شریف میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے:

”ان رجلاً سال النبی صلی اللہ علیہ

وسلم ای المسلمین خیر؟ قال من سلم

المسلمون من لسانہ ویدہ“ (مشکوٰۃ ص ۱۲)

ترجمہ: ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کونسا مسلمان سب سے بہتر ہے؟ فرمایا، وہ شخص کہ مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں۔

اور حضرت عمرو بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے:

”قلت ای الاسلام افضل قال من سلم

المسلمون من لسانہ ویدہ“

ترجمہ: ”میں نے پوچھا کہ کونسا اسلام افضل ہے۔ فرمایا وہ

شخص جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔“

ان احادیث مبارکہ میں زبان کی حفاظت کی تاکید ہے، اور آدمی کا اپنی زبان اور ہاتھ کو کسی کی ایذاء رسانی سے بچانا اس کو کمال اسلام کی علت قرار دیا ہے، ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو ایذا پہنچاتا ہو اور ان کے حقوق پامال کرتا ہو اس کو اچھا مسلمان نہیں کہہ سکتے۔

چونکہ زبان کا میدان ہاتھ سے زیادہ وسیع ہے اس لئے زبان کو پہلے ذکر فرمایا، کیونکہ ہاتھ سے تو صرف اسی شخص کو تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے جو سامنے موجود ہو، لیکن زبان سے ماضی، حال اور مستقبل حاضر و غائب سب لوگوں کو ایذاء پہنچائی جاسکتی ہے، نیز زبان ہلانے میں کوئی مشقت نہیں اس لئے زبان کے گناہ بہت ہی عام ہیں، اور ان میں سے بیشتر کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اس لئے زبان کی حفاظت کی بہت ضرورت ہے، کسی کی زبان سے لوگوں کے محفوظ رہنے کی بس ایک ہی صورت ہے کہ زبان سے جو بات بھی کہے سوچ سمجھ کر کہے، اور آخرت کے عذاب و وبال کو پیش نظر رکھے، حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

”ہر قول اور ہر فعل اختیاری کسی نہ کسی غایت کے لئے مطلب ہوتا ہے، پس ہر کام اور ہر بات میں یہ سوچنا چاہئے کہ اس کی غایت کیا ہے جس کام اور جس بات کی کچھ غایت نہ ہو وہ فضول ہے، اور غایت معلوم ہو مگر مفید نہ ہو وہ بھی فضول ہے، اور اگر وہ غایت کوئی ضرر ہو لازم یا متعدی تو وہ کلام یا بات مضر ہے۔“

(انفاس عیسیٰ ص ۱۸۳)

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ
أَبِي بَرِيدَةَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ ثَوْرٍ بْنِ بَرِيدَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ

جَبَلٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ غَبَرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَمُتْهُ ، قَالَ أَحْمَدُ : مِنْ ذَنْبٍ قَدْ نَابَ مِنْهُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّعِلٍ وَخَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ لَمْ يَذْكُرْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ ، وَرَوَى مَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّهُ أَدْرَكَ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَمَاتَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ فِي خِلَافَةِ هُرَيْرِ بْنِ أَخْطَابٍ ، وَخَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ رَوَى عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذٍ عَنْ مُعَاذٍ غَيْرَ حَدِيثٍ .

ترجمہ : ”حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائی وہ مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہو گا“ امام احمدؒ فرماتے ہیں علماء نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں وہ گناہ مراد ہے جس سے اس شخص نے توبہ کر لی ہو۔“

تشریح : زبان سے جو بے شمار گناہ سرزد ہوتے ہیں ان میں سے ایک گناہ کسی مسلمان کو اس کے گناہ پر عار دلانا ہے، اس حدیث میں اس گناہ کا وبال ذکر فرمایا ہے کہ ایسا شخص مرنے سے پہلے اس گناہ میں خود مبتلا ہو کر مرے گا۔ (نعوذ باللہ)

یہاں یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ کسی گنہ گار کو گناہ چھوڑنے کی نصیحت اور تلقین کرنا دوسری بات ہے، اور کسی مبتلائے گناہ کو اس کے گناہ پر عار دلانا دوسری چیز ہے۔ پہلی چیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک شعبہ ہے جو بعض صورتوں میں واجب اور بعض میں مندوب ہے، اور دوسری چیز کبر کا شعبہ ہے، جو حرام ہے، ان دونوں کے درمیان امتیاز کرنا محقق کا کام ہے۔

کسی گنہ گار کو نصیحت کرنے میں جذبہ خیر خواہی کا کار فرما ہوتا ہے، اور

نصیحت کرنے والا خیر خواہی و دل سوزی سے یہ چاہتا ہے کہ اس کا بھائی اس گناہ کے وبال سے بچ جائے، نصیحت کرتے ہوئے نہ تو اس کے دل میں اس گناہ گار کی حقارت ہوتی ہے، اور نہ یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ میں اس سے افضل ہوں۔

اس کے برعکس عار دلانے والے کا مقصود گناہ گار کو اس کے گناہ سے بچانا نہیں ہوتا، بلکہ اسے شرمندہ کرنا اور اس کی تحقیر و تذلیل مقصود ہوتی ہے، اور عار دلانے والا گویا اپنے آپ کو اس سے بہتر سمجھتا ہے۔ اس لئے یہ فعل جس کا منشا کبر ہے، مسلمان بھائی کی تحقیر و تذلیل کے ساتھ ساتھ اپنی برتری کے اظہار کو منضمین ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک گناہ سے تائب ہو چکا ہے لیکن عار دلانے والا اس کو شرمندہ اور ذلیل کرنے کے لئے اس کے پرانے گناہ کا حوالہ دیتا ہے۔ جیسا کہ عورتیں آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے ایک دوسرے کے عیوب اور غلطیوں کا بھی تذکرہ کیا کرتی ہیں جن کی صفائی ہو چکی ہے، عار دلانے کی یہ صورت سب سے بدتر ہے حق تعالیٰ اس گناہ سے محفوظ رکھیں۔

شہادت کی سزا

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِبْنِ أَبِي حَتْمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو حَتْمٍ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ : وَأَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ . حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ الْقَاسِمِ الْخُذَّاهُ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ سَيَّانٍ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَمِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تُظْهِرِ الشَّامِتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْجُمَهُ اللَّهُ وَبَيِّنَتِكَ . قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ، وَمَكْحُولٌ قَدْ سَمِعَ مِنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَمِ وَأَسْبَ بْنَ مَالِكٍ وَأَبِي حَنْدِ الدَّارِيِّ ، وَبُقِيَ الْإِسْنَاءُ بِسَمْعٍ مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ وَمَكَحُولٌ شَايِي يُسَكِّنِي أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
وَكَانَ عَبْدًا فَاعْتِقَ وَمَكَحُولٌ الْأَزْدِيُّ بَصْرِيُّ تَبِعَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عُمَرَ بَرَزِي عَنْهُ عِمَارَةُ بْنُ زَادَانَ .

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ . حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُبَيْشٍ بْنُ تَمِيمٍ . بْنُ عَطِيَّةٍ
قَالَ : كَثِيرًا مَا كُنْتُ أَنْتَعِمُ مَكَحُولًا بِسُئْلِ فَيَقُولُ نَدَانِمُ ^(۱) .

ترجمہ : ”حضرت واہد بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی
کی مصیبت پر خوشی نہ کرو ورنہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر
رحم فرمادیں، اور تجھ کو مبتلا کر دیں۔“

تشریح : کسی کی مصیبت پر خوش ہونے کو ”شامت“ کہتے ہیں، عام طور سے
آدمی میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ جس شخص سے بغض و عداوت یا کدورت
ہو اس پر اگر کوئی افتاد پڑے یا وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو آدمی ایک
گونہ خوشی محسوس کرتا ہے، اور بعض لوگ تو اس خوشی کا برملا اظہار بھی
شروع کر دیتے ہیں، بلکہ بعض ایسے لوگ جو دین داری کے پندار اور عجب میں
مبتلا ہوں دشمن کی مصیبت کو اپنی کرامت کے طور پر پیش کرتے ہیں، اس
حدیث پاک میں اس مرض کی اصلاح فرمائی گئی ہے کہ جو شخص اپنے کسی
مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش ہوتا ہے اسے اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ اللہ
اس مبتلائے مصیبت کو تو عافیت عطا فرمادیں، اور اس شخص کو اس مصیبت میں
مبتلا کر دیں۔

ایک مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا غم
خوار ہو، ہمدرد ہو، اس کو خدا نخواستہ کسی تکلیف یا مصیبت میں دیکھے تو پریشان
ہو جائے، اور اس کے ازالہ کی ہر ممکن کوشش کرے، اور کچھ نہیں کر سکتا تو

اخلاص و دل سوزی کے ساتھ دعا سے تو دریغ نہ کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”المؤمنون کر جل واحد ان اشتکی عینہ

اشتکی کلہ وان اشتکی رأسہ اشتکی

کلہ..

(رواہ مسلم عن نعمان بن بشیر: مشکوٰۃ ص ۴۲۲)

ترجمہ: ”اہل ایمان کی مثال ایک آدمی کے وجود کی ہے کہ اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو پورے وجود میں تکلیف ہوتی ہے، اور اگر سر میں تکلیف ہو تو پورے وجود میں تکلیف ہوتی ہے۔“

دوسری حدیث میں ہے:

”تری المؤمنین فی تراحمهم وتوادهم

وتعاطفهم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا

تداعی له سائر الجسد بالسهر والحمی

متفق علیہ .. (مشکوٰۃ ۴۲۲)

ترجمہ: ”تم اہل ایمان کو دیکھتے ہو کہ وہ باہمی رحمت اور محبت و شفقت میں جسد واحد کی طرح ہیں کہ جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو جسم کے باقی اعضا بھی بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔“

اس کے برعکس کسی مسلمان کو بتلائے مصیبت دیکھ کر خوش ہونا یہ کسی مسلمان کی شان نہیں، بلکہ یہ منافقین کا شیوہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی خوشی سے رنجیدہ ہوتے اور حسد کی وجہ سے جل بھن جاتے، اور مسلمانوں کی تکلیف سے خوش ہوتے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

”إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ

تُصِيبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا“ (آل عمران : ۱۲۰)

ترجمہ : ”اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان (منافقوں) کے لئے موجب رنج ہوتی ہے، اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں۔

کسی کی نقل اتارنا

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ سَفْيَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ

عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا أَحَبُّ أُنْثَى حَكَيْتُ أَحَدًا وَأَنْ لِي كَذَا وَكَذَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَابُو حُذَيْفَةَ هُوَ كُوفِيٌّ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي مَسْعُودٍ وَيُقَالُ أُمُّهُ سَلَمَةُ بْنُ مُهَبَّبَةَ .

ترجمہ : ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ میں کسی کی نقل اتاروں، خواہ مجھے اتنا اتنا خزانہ بھی مل جائے۔“

تشریح: کسی کی نقل اتارنا عموماً اس کی تحقیر یا اس کے کسی عیب کے اظہار کے لئے ہوتا ہے، اور کسی مسلمان کی تحقیر اور اس کی عیب جوئی کا برا ہونا واضح ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی نقل اتارنے سے نفرت تھی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ
وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْرَعِ عَنْ
أَبِي حُدَيْفَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ ابْنِ مَسْمُودٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : حَكَيْتُ
لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَقَالَ : مَا بَسْرُ نِي أُتِي حَكَيْتُ رَجُلًا وَأَنْ
لِي كَذَا وَكَذَا ، قَالَتْ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ صَفِيَّةَ أَمْرَأَةً وَقَالَتْ بِبَيْدِهَا
هَكَذَا كَانَهَا تَنبِي قَصِيرَةً ، فَقَالَ : لَقَدْ مَزَجْتَ بِكَلِمَةٍ لَوْ مَزَجْتَ بِهَا
مَاءَ الْبَحْرِ لَمَزَجَ .

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی آدمی کی نقل اتاری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ میں کسی کی نقل اتاروں خواہ مجھے اتنا اتنا خزانہ بھی مل جائے۔“

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ! صفیہؓ تو اتنی سی عورت ہے، ہاتھ کے اشارے سے ان کا پستہ قد ہونا ظاہر کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو نے ایسی بات ملا دی کہ اگر وہ سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو وہ بھی متغیر ہو جائے۔“

تشریح: بے اوقات آدمی بے خیالی میں کسی کی نقل اتارتا ہے اور اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کوئی ناجائز یا نامناسب کام کر رہا ہے، اس حدیث میں اس کی اصلاح فرمائی گئی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کے اشارے سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا پستہ قد ہونا ظاہر کیا، ان کے خیال میں یہ کوئی نامناسب فعل نہیں تھا، کیونکہ بظاہر ایک واقعہ کا اظہار تھا، لیکن چونکہ اس سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی تحقیر لازم آتی تھی اس لئے اسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قباحت و شاعت بیان فرمائی۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى . حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلْبَانَ الْأَعْمَشِ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَابٍ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : الْمُسْلِمُ إِذَا كَانَ مُخَالِطًا النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ .

قال أبو موسى : قال ابن أبي عدي : كان شعبة يروى أنه ابن عمر ترجمه : ”یحییٰ بن وثاب“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں (راوی کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان لوگوں سے ملتا ہو اور ان کی ایذا پر صبر کرتا ہو وہ بہتر ہے اس مسلمان سے جو لوگوں سے نہ ملتا ہو اور نہ ان کی ایذا پر صبر کرتا ہو، ابن عدی کہتے ہیں کہ شعبہ کی رائے یہ تھی کہ یحییٰ بن وثاب نے جس بزرگ صحابی سے روایت کی ہے اس سے مراد حضرت عبداللہ بن عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

تشریح: سنن ابن ماجہ میں روایت مندرجہ ذیل الفاظ میں مروی ہے:

”یحییٰ بن وثاب عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاهم اعظم اجرا من المؤمن الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاهم“

(ابن ماجہ ص ۲۹۲)

ترجمہ: ”یحییٰ بن وثاب“ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مومن لوگوں سے ملتا ہو اور ان کی ایزا پر صبر کرتا ہو وہ اجر و ثواب میں بڑھ کر ہے اس مومن سے جو لوگوں سے نہ ملتا ہو اور نہ ان کی ایزا پر صبر کرتا ہو۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتا ہو، اور اس ضمن میں پیش آنے والی تکالیف کو صبر اور حوصلہ سے برداشت کر سکتا ہو اس کے لئے گوشہ نشینی کے بجائے لوگوں سے مل جل کر رہنا بہتر ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى، مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّجِيمِ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ، هُوَ مِنْ وَلَدِ الْمُنَوَّرِ ابْنِ تَحْرَمَةَ عَنْ عُمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَخْفِيِّ عَنْ سَمِيدِ الْقُسَيْرِيِّ عَنْ أَبِي مُرْزُوقَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَشَوْءَ ذَاتِ الْبَيْنِ

قَالَهَا الْخَالِقَةُ

قَالَ أَبُو عِيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ؛ وَهَذَا
قَوْلُهُ وَسُوءَ ذَاتِ الْبَيْنِ إِنَّمَا يَنْفِي الْمَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ، وَقَوْلُهُ الْخَالِقَةُ يَقُولُ:
إِنَّمَا تَخْلُقُ الدِّينَ

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
آپس میں جھگڑے اور فساد سے احتراز کرو، کیونکہ یہ چیز
مونڈنے والی ہے۔“

تشریح: آپس کے جھگڑے اور فساد سے مراد جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا
ہے آپس کا بغض اور عناد اور باہمی کدورت و عداوت ہے، جب دو
مسلمانوں کے درمیان بغض و عداوت کا زہر پھیل جاتا ہے تو اس سے بیسیوں
گناہ جنم لیتے ہیں، ایک دوسرے کی غیبت کی جاتی ہے، آپس کے عیب تلاش
کئے جاتے ہیں، ایک دوسرے پر تہمت تراشی اور بہتان بازی تک سے پرہیز
نہیں کیا جاتا، ان میں سے ہر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتا ہے،
اس سے حسد اور شامت پیدا ہوتی ہے، الغرض آپس کا معاملہ بگڑنے کی دیر ہے
کہ ایک دوسرے کی عزت و آبرو سے کھیلنے کو حلال سمجھ لیا جاتا ہے، اور بعض
اوقات نوبت مار پٹائی اور قتل و خونریزی تک پہنچ جاتی ہے، اس لئے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس کا فساد دین کو مونڈنے اور صاف کرنے
والا ہے، کیونکہ باہمی بغض و عداوت کی حالت میں دین کے حدود کو ملحوظ نہیں
رکھا جاسکتا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے دین داری غارت ہو کر رہ جاتی
ہے۔

آپس کے اختلافات کی نحوست

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَنْهَسِيِّ عَنْ عَمْرِو
ابْنِ مُرَّةٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ :
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْآخِرُ كُمْ بِأَفْضَلٍ مِنْ دَرَجَةِ
الصَّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ ، قَالُوا بَلَى ، قَالَ : صَلَاحُ ذَاتِ النَّبِيِّ ، فَإِنْ فَسَدَ
ذَاتِ النَّبِيِّ هِيَ الْخَالِيقَةُ

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ ، وَبُرُوْزِي عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ : هِيَ الْخَالِيقَةُ لَا أَقُولُ تَحْلِيْقُ الشُّمْرَةِ ، وَلَكِنْ
تَحْلِيْقُ الدِّينِ .

ترجمہ : ”حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں
ایسی چیز نہ بتاؤں جو درجہ میں روزہ، نماز اور صدقہ سے بھی
افضل ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، ضرور ارشاد فرمائیے، فرمایا،
وہ آپس کے معاملات کی درستگی ہے، کیونکہ آپس کا بگاڑ
مونڈنے والی چیز ہے، (اور ایک روایت میں یہ مزید اضافہ ہے
کہ ”میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈنے والی ہے، بلکہ وہ
دین کو مونڈنے والی اور اس کا صفایا کرنے والی ہے)۔“

تشریح : ”آپس کے معاملات کی درستگی“ سے مراد یہ ہے کہ آپس کے ان
تمام امور و معاملات کو درست رکھا جائے جن سے آپس کی ناچاقی راہ پاتی ہے،
تاکہ کسی کو کسی سے شکایت نہ ہو، اور اسلامی معاشرہ میں الفت و محبت اور
اتفاق و اتحاد کی فضا قائم رہے۔

”آپس کی درستگی“ کو روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل قرار دینے کی (واللہ

اعلم) دو وجہیں ہو سکتی ہیں ”ایک یہ کہ نماز روزہ اور صدقہ انفرادی اعمال ہیں، جن کا اجر و ثواب کرنے والے کی ذات تک محدود ہے، بخلاف اس کے ”صلاح ذات البین“ (آپس کے معاملات کی درستگی) کا عمل پورے معاشرے سے تعلق رکھتا ہے؛ اگر تمام مسلمان اس عمل کا اہتمام کریں تو ان کے درمیان اتفاق و اتحاد کی فضا پیدا ہوگی، اور ان کا شیرازہ مجتمع رہے گا، اور اگر وہ آپس کے معاملات کی درستگی کا اہتمام نہیں کریں گے تو ان کے درمیان باہمی بغض و عناد کی فضا پیدا ہوگی، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش ہوگی، ایک دوسرے کے خلاف انتقامی جذبات پروان چڑھیں گے، اور ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل محبوب مشغلہ بن جائے گا، جس کے نتیجے میں امت کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا، ”پس آپس کی درستگی“ کا عمل صرف ایک فرد کی ذات تک محدود نہیں بلکہ پورا معاشرہ اور معاشرے کا ایک ایک فرد اس سے متاثر ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ وہ نیکی، نماز روزہ سے بدرجہا بڑھ کر ہوگی، جس کی برکت سے امت کا شیرازہ مجتمع رہے اور امت ”واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً“ کا منظر پیش کرنے لگے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ نماز روزہ اور صدقہ و خیرات بھی نفس کو شاق گزرتے ہیں، اور ان کے کرنے میں بھی نفس کے ساتھ مجاہدہ کی نوبت آتی ہے، لیکن مجاہدہ کا اصل میدان عالم تعلقات ہے۔ جہاں قدم قدم پر ناگواریوں کا سامنا ہوتا ہے، اور قدم قدم پر نفس کی ”انا“ مجروح ہوتی ہے، یہی وہ میدان ہے جہاں انسانی اخلاق کے جوہر کھلتے ہیں، یہی وہ امتحان گاہ ہے جس میں آدمی کے صبر و شکر، حلم و وقار، صبر و تحمل، خشیت و تواضع، یقین و توکل وغیرہ کی جانچ ہوتی ہے، یہی وہ جنگل ہے جہاں کبر و نخوت، عجب و خود بینی، حسد و کینہ وغیرہ کے درندے منہ کھولے کھڑے ہیں، ہر موقع پر تمام اہل حقوق کے حقوق ادا کرنا اور ان میں حدود شرعیہ کی نزاکتوں کو پوری طرح ملحوظ رکھنا ایک ایسا مجاہدہ ہے جو انفرادی اعمال (نماز روزہ وغیرہ) میں نہیں۔ خدا شاہد ہے کہ

ساری رات نفلیں پڑھتا اور ہمیشہ روزے رکھتا آسان، لیکن مجاہدہ کی اس بھٹی سے جسے باہمی تعلقات کا میدان کہتے ہیں، کندن بن کر نکلتا مشکل اور نہایت مشکل، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اسے نماز روزہ سے افضل درجہ کی چیز فرمایا تو بالکل بجا ارشاد فرمایا۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُهَدِيٍّ عَنْ خُزْبِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ يَمِينٍ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّ مَوْلَى الرَّبِيعِ حَدَّثَهُ أَنَّ الرَّبِيعَ بْنَ التَّوَّامِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاهُ الْأَمَمِ الْخَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ ، هِيَ الْخَالِقَةُ ، لَا أَقُولُ تَخْلِقُ الشَّعَرَ وَلَكِنْ تَخْلِقُ الدِّينَ . وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا ، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا ، أَفَلَا أُنبِئُكُمْ بِمَا بُنِيَتْ ذَاكُمْ لَكُمْ ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ قَدْ اخْتَفَا فِي رِوَايَتِهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ . فَرَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ يَمِينٍ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ مَوْلَى الرَّبِيعِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنِ الرَّبِيعِ .

ترجمہ : ”حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم سے پہلی امتوں کی بیماری آہستہ آہستہ تم میں سرایت کر گئی، یعنی حسد اور کینہ اور یہ چیز مونڈنے والی (اور صفایا کرنے والی) ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتی ہے، نہیں دین کو مونڈ دیتی (اور اس کا صفایا کر دیتی) ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جنت میں داخل نہ ہو گے، یہاں

تک کہ ایمان لاؤ، اور (کامل طور پر) مومن نہیں ہوں گے،
یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو، کیا تمہیں ایسی چیز نہ
بتاؤں جو اس (باہمی الفت و محبت) کو تمہارے لئے ثابت
کرے؟ آپس میں (کثرت سے) سلام پھیلا یا کرو۔“

تشریح: اس حدیث پاک میں متعدد مضامین ارشاد ہوئے ہیں۔ ان میں سے
ایک تو وہی مضمون ہے جو اس سے قبل کی دو احادیث میں آچکا ہے، یعنی آپس
کے بغض و کینہ کا دین کے لئے تباہ کن ہونا۔

دوسرا مضمون یہ ہے کہ حسد اور بغض امت سابقہ کی بیماری ہے جس کے
جراثیم آہستہ آہستہ اس امت میں بھی سرایت کرتے چلے گئے، جن خوش
قسمت حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہی، ان کے
درمیان الفت و محبت کی وہ فضا پیدا ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا
ہے:

”فَاصْبِرْهُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا“ (آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: ”پس ہو گئے تم اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے
بھائی بھائی۔“

ان میں حسد و رقابت، بغض و عناد اور کینہ و عداوت کا کوئی جراثیم نہیں
تھا، بلکہ وہ سب کے سب اہل جنت کی طرح ”یک قلب“ تھے، لیکن دنیا کی
زہریلی فضا کے سبب آہستہ آہستہ امت میں حسد و کینہ کے جراثیم پیدا ہونے
شروع ہوئے، اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حسد و کینہ کی دیمک نے
جسملت کو چاٹ لیا، اور امت تسبیح شکستہ کے موتیوں کی طرح منتشر ہو کر رہ گئی،
یہی وہ حقیقت ہے جس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی
میں متنبہ فرمایا۔ اس چھوٹے سے فقرے میں نہ صرف امت کے عروج و زوال
کی پوری داستان سمو دی ہے، بلکہ مرض کی تشخیص کے ساتھ اس کے علاج کی

طرف بھی رہنمائی فرمائی ہے۔

تیسرا مضمون وہ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے ساتھ بیان فرمایا ہے، یعنی جنت میں داخل ہونا موقوف ہے، ایمان پر اور ایمان کامل موقوف ہے باہمی الفت و محبت پر، اور باہمی الفت و محبت کا ذریعہ آپس میں کثرت سے سلام کا پھیلانا ہے۔

ظلم اور قطع رحمی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ . أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ
هَيْبَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعْجَلَ اللَّهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ
فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدْخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبُغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ قَالَ : هَذَا
حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظلم اور قطع
رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ ایسا نہیں جو اس بات کا زیادہ مستحق
ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی سزا فوری طور پر دنیا میں بھی دیدیں،
علاوہ اس سزا کے جو اس پر آخرت میں ہوگی۔“

تشریح : یعنی گناہوں کی اصل سزا تو آخرت میں ملے گی، لیکن کبھی دنیا میں
بھی مل جاتی ہے، اور تمام گناہوں میں یہ دو گناہ سب سے زیادہ اس کے مستحق
ہیں کہ دنیا میں بھی ان کی سزا ملے۔ ایک کسی پر ظلم و زیادتی کرنا، دوسرے قطع

رحمی کرنا۔ کیونکہ ان دونوں گناہوں سے خلق خدا کو ایذا پہنچتی ہے اور ان کے حقوق پامال ہوتے ہیں، اور موذی کو دنیا میں بھی راحت و سکون نصیب نہیں ہوتا۔ پھر ظلم و تعدی اور قطع رحمی کے بھی مختلف درجات ہیں، اور ہر درجہ کے شخص کو اس کے مناسب سزا ملتی ہے، چنانچہ قطع رحمی کی سب سے بدترین صورت والدین کے ساتھ بدسلوکی ہے، اور ایسا شخص دنیا میں مال و اولاد کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔

صابر و شاکر کون ہے اور کون نہیں؟

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ الْمُشَنَّى
ابْنِ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خَصْلَتَانِ مِنْ كَانَتْمَا فِيهِ كَتَبَهُ اللَّهُ
شَاكِرًا صَابِرًا، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ كُنَا فِيهِ لَمْ يَكْتُبْهُ اللَّهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا،
مَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَأَقْبَضَ يَدَيْهِ، وَنَظَرَ فِي دُنْيَاهُ إِلَى مَنْ هُوَ
دُونَهُ فَحَمِدَ اللَّهَ عَلَى مَا فَضَّلَهُ بِهِ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللَّهُ شَاكِرًا صَابِرًا، وَمَنْ نَظَرَ
فِي دِينِهِ إِلَى مَنْ هُوَ دُونَهُ، وَنَظَرَ فِي دُنْيَاهُ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَأُصِيبَ عَلَى
مَا فَاتَهُ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللَّهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا.

أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ حِزَامٍ الرَّجُلُ الصَّالِحُ . حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ إِسْحَاقَ .
أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا الْمُشَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ
شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْوُهُ . قَالَ
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ . وَلَمْ يَذْكُرْ سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ فِي حَدِيثِهِ
عَنْ أَبِيهِ .

فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ پائی جائیں اللہ تعالیٰ اس کو صابر و شاکر لکھ دیں گے، اور جس شخص میں وہ دونوں باتیں نہ پائی جائیں اللہ تعالیٰ اسے نہ شاکر لکھیں گے، نہ صابر۔

جو شخص کہ اپنے دین کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے، پس اس کی اقتدا کرے، اور اپنی دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے، پس اللہ تعالیٰ نے اسے جو فضیلت نیچے والے پر دی، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے، اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر لکھ دیتے ہیں، اور جو شخص اپنے دین کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے اور اپنے دنیا کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے اور جو نعمت اس سے فوت ہو گئی ہے اس پر افسوس کرے اللہ تعالیٰ نہ اس کو شاکر لکھتے ہیں اور نہ صابر۔“

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَتَرْكِيْعٌ عَنْ
الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : انْظَرُوا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ، وَلَا إِلَى مَنْ هُوَ
فَوْقَكُمْ ، فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزِدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ . هَذَا حَدِيثٌ
صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، (دنیا کے معاملہ میں) اپنے سے نیچے والے کو دیکھو، اپنے اوپر والے کو نہ دیکھو، کیونکہ یہ

اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تم پر جو انعامات ہیں تم ان کی تحقیر نہ کرو۔“

تشریح: ان دونوں احادیث میں علم و معرفت کے ایک ”باب عظیم“ کی طرف راہنمائی فرمائی گئی ہے، وہ یہ کہ دین کے معاملہ میں تو اپنے سے فائق لوگوں کو دیکھو تاکہ تمہارے دل میں ان کی ریس کا داعیہ پیدا ہو، اور تمہارا رخ دین میں سبقت اور نیکیوں میں ترقی کی طرف ہو، اس کے برعکس دنیا کے معاملہ میں اپنے سے نیچے کے لوگوں کی طرف دیکھو، تمہیں دنیا میں خواہ کیسی ہی تنگی، مصیبت اور مشکلات کا سامنا ہو، مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو تم سے بڑھ کر تنگی میں مبتلا، اور مصائب و آفات کا شکار ہوں گے، جب تم ان کی طرف دیکھو گے تو بے ساختہ اپنی حالت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤ گے کہ مالک نے بغیر کسی استحقاق کے محض اپنے فضل و احسان سے مجھے ایسی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں جن سے اس کی بہت سی مخلوق محروم ہے، اس صورت میں تمہیں صبر و شکر کا مقام حاصل ہو گا، اور تمہارا نام صابر و شاکر حضرات کی فہرست میں درج کر دیا جائیگا۔

اس کے برعکس اگر دین کے معاملہ میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو گے تو اس سے دو قباحتیں جنم لیں گی، ایک تو یہ کہ تم اپنی دینی حالت پر قناعت کر کے بیٹھ جاؤ گے۔ تمہارے دل میں ترقی اور بلندی کا ولولہ ہی پیدا نہ ہو گا، جس سے تمہاری دینی ترقی رک جائے گی، اور کسی کی ترقی کا رک جانا بجائے خود تنزل ہے، ایک دوکاندار کا سرمایہ اگر دس ہزار ہو، اور دس سال گزرنے پر بھی دس کا دس ہی رہے تو گویا اس نے اپنی زندگی کے دس سال ضائع کر دیئے، باوجودیکہ دس سال میں اسے خسار نہیں ہوا، لیکن دس سال کے عرصہ میں اس کے سرمائے میں ترقی نہ ہونا بھی تو خسار ہے، اور اس سے دوسری قباحت یہ جنم لے گی کہ جب اپنے نیچے والوں کو دیکھو گے تو اپنے اعمال پر تم کو غرہ ہو گا، اور آدمی کا اپنے نیک اعمال پر نظر کرنا اور ان سے مغرور ہونا بجائے خود

ملک چیز ہے۔

اور اگر دنیا کے معاملہ میں اپنے سے اوپر والوں کو دیکھو گے تو اس سے بھی دو قباحتیں جنم لیں گی، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تمہیں عطا فرما رکھی ہیں وہ تمہاری نظر میں نہیں چھپیں گی، بلکہ اوپر والوں کو دیکھ کر تم ان نعمتوں کی تحقیر اور ناشکری کرو گے، تمہیں ان انعامات الہیہ پر کبھی شکر کی توفیق نہیں ہو گی، اور تمہارا نام اللہ تعالیٰ کے یہاں ناشکروں کی فہرست میں لکھ دیا جائیگا، دوسری قباحت یہ کہ تمہیں کبھی راحت و اطمینان کی کیفیت نصیب نہیں ہو گی، بلکہ دوسروں کی اچھی حالت دیکھ کر ہمیشہ تمہاری رال ٹپکتی رہے گی، اگر تم زبان سے اللہ تعالیٰ کی شکایت نہ بھی کرو تب بھی دل میں تو شکایت کا مضمون ضرور پیدا ہو گا کہ ہائے فلاں چیز اللہ تعالیٰ نے فلاں کو تو دی ہے، مگر مجھے نہیں دی، یہ بے صبری اور قلبی پریشانی کی وہ کیفیت ہے جس کی وجہ سے تمہارا نام کبھی صابرین کی فہرست میں نہیں لکھا جاسکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی امت پر ماں سے زیادہ شفیق ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ایسی تدبیر بتادی جس کے ذریعہ انہیں دنیا میں راحت و سکون بھی حاصل ہو، آخرت کے درجات عالیہ بھی میسر آئیں، اور ان کا نام صابرین و شاکرین میں بھی لکھا جائے، اس شفقت و عنایت کا کیا ٹھکانا ہے۔

فجزی اللہ عنا سیدنا محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم بما ہوا ہلہ

غیبت و حضور

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ
عَنْ سَعِيدِ الْجَرَبَرِيِّ . قَالَ ح : وَحَدَّثَنَا هُرُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَزَّازُ . حَدَّثَنَا
سَبَّازُ . حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ الْجَرَبَرِيِّ الْمَعْنَى وَاحِدٌ عَنْ

أَبِي عُمَانَ التَّهْدِي عَنْ حَنْظَلَةَ الْأَسَدِيِّ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، أَنَّهُ مَرَّ بِأَبِي بَكْرٍ وَهُوَ يَبْكِي ، فَقَالَ : مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ ؟ قَالَ : نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا أَبَا بَكْرٍ ، نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعَى كُرْنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأَى عَيْنٍ ، فَإِذَا رَجَعْنَا إِلَى الْأَزْوَاجِ وَالضَّيْمَةِ نَسِينَا كَثِيرًا ، قَالَ : فَوَاللَّهِ إِنَّا لَنَكْذِبُكَ ، أَنْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْنَا ، فَلَمَّا رَأَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ ؟ قَالَ : نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، نَكُونُ عِنْدَكَ تُدْعَى كُرْنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأَى عَيْنٍ ، فَإِذَا رَجَعْنَا عَائِلَتَنَا الْأَزْوَاجِ وَالضَّيْمَةِ وَنَسِينَا كَثِيرًا ، قَالَ : فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ تَدْرُسُونَ عَلَى الْحَالِ الَّذِي تَقْرَأُونَ بِهَا مِنْ عِنْدِي لَصَافَحْتُكُمْ الْمَلَائِكَةَ فِي مَجَالِسِكُمْ ، وَفِي طُرُقِكُمْ ، وَفِي فُرُشِكُمْ ، وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةٌ وَسَاعَةٌ وَسَاعَةٌ وَسَاعَةٌ (۱)

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو عثمان حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ سے ، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے ، روایت کرتے ہیں کہ وہ (یعنی حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے روتے ہوئے گزرے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ حنظلہ کیا بات ہے۔ (کیوں روتے ہو؟) انہوں نے کہا ، حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : خدا خیر کرے ، تم منافق کیسے ہو گئے؟ کہنے لگے) ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں، آپ ہمارے سامنے دوزخ
 و جنت کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم
 ان چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، پھر جب وہاں
 سے واپس آکر بیوی بچوں میں اور اپنے کاروبار میں مشغول
 ہوتے ہیں تو (وہ کیفیت باقی نہیں رہتی، بلکہ) ہم بہت سی
 باتوں کو بھول جاتے ہیں (اور ایک گونہ غفلت کی کیفیت
 پیدا ہو جاتی ہے) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
 بخدا یہ صورت تو ہمیں بھی پیش آتی ہے، چلے، رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلتے ہیں، (اور آپ صلی
 اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنی حالت پیش کرتے
 ہیں) چنانچہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 اقدس میں گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ان کو (روتے ہوئے) دیکھا تو فرمایا: حنظلہ! کیا بات
 ہوئی؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! حنظلہ تو منافق ہو گیا، ہم
 آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں، آپ ہمارے سامنے دوزخ
 و جنت کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا
 ہم ان چیزوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، پھر جب اپنے
 گھروں میں لوٹتے ہیں، بیوی بچوں میں اور اپنے کاروبار
 میں مشغول ہوتے ہیں تو (وہ کیفیت نہیں رہتی، جو آپ کی
 مجلس میں ہوتی ہے بلکہ) ہم بہت سی باتوں کو بھول جاتے
 ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اگر تم اسی حالت پر رہا کرو، جس حالت میں تم

میرے پاس سے اٹھتے ہو تو فرشتے تمہاری مجلسوں میں،
 تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ

کیا کریں۔ لیکن اے حنظلہ (اس حالت و کیفیت کا ہمیشہ رہنا ممکن نہیں بلکہ) کسی وقت وہ حالت ہوتی ہے، اور کسی وقت دوسری حالت۔“

تشریح: آدمی کی قلبی کیفیات ہمیشہ یکساں نہیں رہتیں، کبھی ”حضور“ ہوتا ہے، اور کبھی غیبت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کیمیاء اثر میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حاضر ہوتے تھے تو صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و فیضان کی وجہ سے ”حضور مع اللہ“ کی ایسی کیفیت ہوتی تھی گویا جنت و دوزخ آنکھوں کے سامنے ہیں، دنیا سے بے رغبتی، آخرت کا استحضار، جنت کا شوق اور دوزخ سے خوف علی وجہ الکمال ہوتا تھا، وہاں سے اٹھ کر جب اپنے گھر بار اور کاروبار میں مشغول ہوتے تو یہ کیفیت مستور ہو جاتی، اور ایک گونہ غفلت اور غیبت کی کیفیت رونما ہو جاتی، جو ایک فطری اور طبعی امر ہے، لیکن غایت ورع و تقویٰ کی بنا پر صحابہؓ کو اندیشہ ہوا کہ ”غیبت“ کی یہ حالت کہیں مذموم نہ ہو، اس لئے اس کو نفاق سے تعبیر کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جواب باصواب میں ان کو دو امور کی طرف متوجہ فرمایا، ایک یہ کہ ”حضور مع اللہ“ کی وہ کیفیت جو انہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں میسر آتی ہے اگر ہمیشہ رہا کرے تو ان کا بشریت سے ملکیت کی طرف ایسا انجذاب ہو جائے کہ فرشتے ان سے عیاں و دوام“ مصافحہ کیا کریں۔

دوم یہ کہ ”دوام حضور“ کی یہ کیفیت اگرچہ بہت ہی اونچی کیفیت ہے، لیکن انسان کے ساتھ بشری عوارض بھی لگے ہوئے ہیں، اور اس کے لئے بشری حقوق کا ادا کرنا بھی ناگزیر ہے ”دوام حضور“ کی کیفیت کے ساتھ ان حقوق کا ادا کرنا مشکل ہے، اس لئے ایک گونہ غفلت و غیبت کا ہونا بھی حق تعالیٰ شانہ کی رحمت ہے، پس کبھی ”حضور“ کی کیفیت ہونی چاہئے تاکہ اپنے خالق و مالک کے حقوق ادا کئے جائیں۔ اور کبھی ”غیبت“ کی کیفیت ہونی چاہئے کہ اپنے اور

دوسرے بندوں کے بشری حقوق ادا کئے جاسکیں۔ اس لئے ”غیبت“ کی یہ کیفیت، کمال کے متانی نہیں، بلکہ عین کمال اور عین رحمت ہے۔

مومن کامل کی شناخت

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَعْمَرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ
شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا يُؤْمِنُ
أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ . قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم میں کوئی مومن
نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند
کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔“

تشریح : حدیث میں مومن سے مراد مومن کامل ہے، اور مطلب یہ ہے کہ
مومن کامل وہی ہے جو اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی وہی چیز پسند
کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جو چیز اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو دوسروں
کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ مثلاً ”کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ
اس کی عزت و حرمت پامال کریں، اس کی غیبت کریں، اس کے خلاف کوئی
سازش کریں، اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کو کوئی نقصان پہنچائیں، تو
جس طرح اپنے حق میں ان چیزوں کو پسند نہیں کرتا ٹھیک اسی طرح دوسروں
کے حق میں بھی ان چیزوں کو پسند نہ کرے، کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کو
نقصان نہ پہنچائے، کسی کی عزت و حرمت پامال نہ کرے، الغرض کمال ایمان کا
معیار یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے لئے بھی وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے
کرتا ہے۔“

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ مُوسَى . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
 الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَجَّاجِ . قَالَ ح
 وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . أَخْبَرَنَا أَبُو الْوَيْدِ . حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ
 سَعْدٍ . حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْمَدَنِيُّ وَاحِدٌ عَنْ حَنْسِ الصَّنَمَانِيِّ عَنْ ابْنِ
 عَبَّاسٍ ، قَالَ : كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا ، فَقَالَ :
 يَا غُلَامُ إِنِّي أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ : أَحْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ ، أَحْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ
 تُجَاهِلَكَ ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ . وَاعْلَمْ أَنَّ
 الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ
 اللَّهُ لَكَ ، وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ
 قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَتِ الصُّحُفُ .

قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
 روایت ہے کہ ایک دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 پیچھے سوار تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے
 فرمایا :

اے لڑکے! تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر، اللہ تیری
 حفاظت کرے گا، تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو اس کو اپنے
 سامنے پائے گا، اور جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ
 اور جب مدد کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر، اور
 یقین رکھ کہ ساری جماعت اگر تجھے کوئی نفع پہنچانے پر جمع ہو
 جائے تو تجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے ”جو اللہ
 تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے“ اور اگر ساری جماعت تجھے
 کوئی نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائے تو تجھے کوئی نقصان نہیں

پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔“

تشریح: شیخ ملا علی القاریؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”اللہ سے مانگ“ یعنی صرف اللہ تعالیٰ سے مانگ، اس لئے کہ عطیات کے خزانے اسی کے پاس ہیں، اور عطا و بخشش کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں، ہر نعمت یا نعمت، خواہ دنیا کی ہو یا آخرت کی، جو بندے کو پہنچتی ہے یا اس سے دفع ہوتی ہے وہ بغیر کسی شائبہ غرض یا ضمیمہ علت کے صرف اسی کی رحمت سے ملتی ہے، کیونکہ وہ جواد مطلق ہے، اور وہ ایسا غنی ہے کہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس لئے امید صرف اسی کی رحمت سے ہونی چاہئے، اور تمام امور میں اعتماد اسی کی ذات پر ہونا چاہئے اس کے سوا کسی سے نہ مانگے، کیونکہ اس کے سوا کوئی دوسرا نہ دینے پر قادر ہے نہ روکنے پر، نہ مصیبت ٹالنے پر، نہ نفع پہنچانے پر، کیونکہ اس کے ماسوا خود اپنی ذات کے نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، نہ وہ موت و حیات اور جی اٹھنے کی قدرت رکھتے ہیں۔“

اور آگے ”ساری جماعت“ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بے شک ساری امت“ یعنی تمام مخلوق، خاص و عام انبیا و اولیا اور ساری امت بالفرض اس بات پر متفق ہو جائیں کہ دنیا و آخرت کے کسی معاملے پر تجھے کسی چیز کا نفع پہنچائیں تو تجھے نفع پہنچانے پر قادر نہیں۔“

(مرقاۃ المفاتیح ج ۵ ص ۹۱)

اور حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانیؒ ”الفتح الربانی“ کی مجلس ۶۱ میں فرماتے ہیں:

.. ان الخلق عجز عدم ، لاهلك بايديهم

ولا ملك ، لاغنى بايديهم ولا فقر،

ولا ضرر بايديهم ولا نفع ، ولا ملك
عندهم الا الله عزوجل لا قادر غيره...
ولا معطى ولا مانع ولا ضار. ولا نافع
غيره ولا محي ولا مميت غيره.

(الفتح الرباني مجلس ۶۶)

ترجمہ: ”بے شک مخلوق عاجز اور عدم محض ہے، نہ ہلاکت
ان کے ہاتھ میں ہے اور نہ ملک، نہ مالداری ان کے قبضہ میں
ہے، نہ فقر، نہ نقصان ان کے ہاتھ میں ہے اور نہ نفع، نہ اللہ
کے سوا ان کے پاس ملک ہے اور نہ اس کے سوا کوئی قادر
ہے، نہ اس کے سوا کوئی دینے والا ہے، نہ روکنے والا، نہ کوئی
نقصان پہنچا سکتا ہے، نہ نفع دے سکتا ہے، نہ اس کے سوا کوئی
زندگی دینے والا ہے، نہ موت۔“

اسباب اور توکل

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ . حَدَّثَنَا بِحْجِي بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ .
حَدَّثَنَا الْمُبَيْرَةُ بْنُ أَبِي قُرَّةٍ السَّدُوسِيَّةُ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ
يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : أَوْكَلُوا ، وَأَوْكَلُوا ، وَأَوْكَلُوا ؟
قَالَ : أَوْكَلُوا وَتَوَكَّلُوا ، قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ ، قَالَ بِحْجِي : وَهَذَا عِنْدِي
حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : وَهَذَا حَدِيثٌ عَرَبِيٌّ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا

مِنْ هَذَا الْوَجْهِ ، وَقَدْ رَوَى عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الصَّدْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اونٹوں کو باندھ کر توکل کروں، یا ان کو کھلا چھوڑ دوں اور توکل کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو باندھ دے، اور توکل کر۔“

تشریح : حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت جو امام ترمذیؒ نے درج کی ہے اس کی سند پر تو محدثین کو کلام ہے، جیسا کہ امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے، مگر یہ مضمون صحیح ہے، چنانچہ اس باب میں حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ صحیح ابن حبان میں سند صحیح سے مروی ہے۔ (فیض القدیر شرح جامع صغیر: ص ۸ ج ۲)

اس حدیث پاک میں یہ تعلیم ہے کہ مال و جان کی حفاظت کے اسباب عادیہ کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ عین توکل ہے، کوئی شخص رات کو گھر کے دروازے کھلے چھوڑ دے یا چوپاؤں اور مویشیوں کو کھلا چھوڑ کر یوں سمجھے کہ میں نے توکل کیا ہے تو یہ توکل نہیں بلکہ بے عقلی ہے، ہاں! اپنی قدرت و ہمت کے مطابق جائز اسباب کو اختیار کرنے کے بعد ان پر اعتماد نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، یہ توکل ہے، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”تفویض کے معنی ترک تدبیر نہیں، بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے، تدبیر کرے اور تدبیر کے نتیجہ کو خدا کے سپرد کرے۔“

(انفاس عیسیٰ ص ۲۲۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”ترک اسباب حقیقت ہے ترک اسباب مطلقہ نہ غیر مامور بہا۔ یعنی جن اسباب پر مسبب کا ترک عادیہ ”یقینی و قطعی نہ ہو اور شرعاً“ وہ واجب بھی نہ ہوں“ ان کو ترک کر دینا جائز ہے باقی جن اسباب پر عادیہ ”مسیات کا ترتب یقینی ہے ان کا ترک جائز نہیں“ مثلاً ”عادیہ“ کھانا کھانے پر شیع (سیری) کا ترتب اور پانی پینے پر سیرابی کا ترتب ---- اور اسباب مطلقہ نہ کا ترک بھی اس شخص کو جائز ہے جو خود بھی قوی الصمت ہو اور اس کے اہل و عیال بھی، یا اس کے اہل و عیال ہی نہ ہوں۔ اسی طرح اسباب مامور بہا کا ترک، توکل نہیں، چونکہ وہ سب اسباب قطعیہ یقینیہ ہیں۔“ (حوالہ مذکور ص ۲۲۴)

اس سے ان حضرات کی غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے، جو توکل کے معنی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانا سمجھتے ہیں اور پھر صوفیا پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کو ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ . حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْزُومٍ عَنْ أَبِي الْخَوَرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ : قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ : مَا حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ : حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : دَعَا مَا يَرْبِيكَ إِلَى مَا لَا يَرْبِيكَ ، فَإِنَّ الصَّدَقَ طُمَأْنِينَةٌ ، وَإِنَّ الْكَذِبَ رَيْبَةٌ . وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ . قَالَ : وَأَبُو الْخَوَرَاءِ السَّعْدِيُّ اسْمُهُ رَيْمَةُ بْنُ شَيْبَانَ . قَالَ : وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخَرَّمِيُّ . حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُرَيْدٍ قَدْ كَرَّ نَحْوُهُ .

ترجمہ: ”ابو الحور السدی کہتے ہیں میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات یاد ہے۔ (جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہو)؟ فرمایا مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد ہے۔ جو چیز تم کو تردد میں ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ صورت اختیار کرو جس میں کوئی کھٹکا اور دغدغہ نہیں۔ کیونکہ سچائی سکون و اطمینان کی چیز ہے، اور جھوٹ کھٹکے اور تردد کی چیز ہے۔“

تشریح: اس حدیث پاک میں امت کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ ہر وہ کام جس میں شبہ ہو کہ یہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کی وجہ سے دل میں خلجان اور کھٹک ہو اس کو چھوڑ کر وہ پہلو اختیار کیا جائے، جس میں کوئی خلجان اور کھٹک نہ ہو۔ ایسی چیزیں جن کے صحیح یا غلط اور جائز یا ناجائز ہونے میں کھٹک اور خلجان ہو وہ ”مشتبہ“ کہلاتی ہیں، اور ایسی مشتبہ چیزوں سے آدمی جس قدر پرہیز کرے اسی قدر اس کو ورع و تقویٰ کا مقام نصیب ہو گا!

اور یہ جو فرمایا کہ ”سچائی سکون و اطمینان کی چیز ہے اور جھوٹ کھٹکے اور تردد کی چیز ہے“ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر کہنے والے کے کہنے اور ہر فتویٰ دینے والے کے فتویٰ پر عمل نہ کیا جائے۔ جس بات کے سننے کے بعد مومن کے قلب میں اطمینان و سکون کی کیفیت پیدا ہو جائے یہ علامت ہے اس کے صدق کی، اور جس بات اور فتویٰ کے بعد بھی دل کا خلجان اور تردد دور نہ ہو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ قول اور فتویٰ غلط ہے، لائق عمل نہیں۔ اس پر عمل درآمد سے پرہیز کرنا ورع و تقویٰ ہے۔

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ
ابْنُ أَبِي الْوَزِيرِ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْخُزَيْمِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ نَبِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُسْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : ذَكَرَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِبَادَةِ وَاجْتِهَادٍ ، وَذَكَرَ عِنْدَهُ آخَرُ بِرِيعَةٍ (۱) ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَةِ ، وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنُ جَمْفَرٍ هُوَ مِنْ وَلَدِ الْمِسْوَرِ بْنِ تَحْرَمَةَ ، وَهُوَ مَدَنِيٌّ رِيعَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الزَّوْجِ .

ترجمہ : ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کی عبادت اور محنت کا ذکر کیا گیا (کہ وہ بہت ہی عبادت گزار ہے) اور عبادت میں بہت محنت کرتا ہے) اور دوسرے شخص کا پرہیزگاری کے ساتھ ذکر کیا گیا (کہ وہ عبادت میں تو پہلے شخص جیسی محنت نہیں کرتا، لیکن پرہیزگاری میں اس سے فائق ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پرہیزگاری کی برابری نہیں ہو سکتی۔“

تشریح : ورع کا مفہوم اوپر کی حدیث میں عرض کر چکا ہوں یعنی نہ صرف ناجائز چیزوں سے پرہیز کرنا بلکہ مشتبہ اور کھٹک والی چیزوں سے بھی احتراز کرنا۔ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ورع اور پرہیزگاری کا مقام سب امور خیر سے بلند ہے، پرہیزگاری کے برابر کوئی چیز نہیں۔

حَدَّثَنَا هَنَادٌ وَأَبُو زُرْعَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا : أَحَبَُّنَا قَبِيصَةُ

عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ دِلَالِ بْنِ مِقْلَاسٍ الصَّبْرِيِّ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي سَمِيْعٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ

أَكَلَ طَيِّبًا ، وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ ، وَأَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ، فَقَالَ
رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللَّهِ : إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ فِي النَّاسِ لَكَثِيرٌ ، قَالَ : وَسَيَكُونُ
فِي قُرُونٍ بَعْدِي

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ ،
مِنْ حَدِيثِ إِمْرَأَائِيلَ .

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الدُّوْرِيِّ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ إِمْرَأَائِيلَ
بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ . وَتَأَلَّى مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ
إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِمْرَأَائِيلَ وَلَمْ يَعْرِفِ اسْمَ أَبِي بَشِيرٍ .

ترجمہ : ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس
نے پاک کھانا کھایا، اور سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ
اس کے شر اور ایذاؤں سے محفوظ رہے وہ جنت میں داخل ہو
گا۔ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ بات تو آج
لوگوں میں بہت ہے فرمایا: میرے بعد بھی کئی زمانوں تک رہے
گی۔“

تشریح : حلال کھانا، سنت پر عمل کرنا اور لوگوں کو اپنی ایذاؤں سے بچانا یہ
تین عمل ایسے ہیں کہ گویا پورا دین ان میں سمٹ آتا ہے، کسی کو اللہ تعالیٰ ان
امور کی توفیق عطا فرمادیں تو اس کے جنتی ہونے میں کیا شبہ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الدُّوْرِيِّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيدٍ . حَدَّثَنَا
سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ

مَعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجَدِّيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :
 مَنْ أَعْطَى اللَّهَ ، وَمَنَعَ اللَّهَ ، وَاحْبَبَ اللَّهَ ، وَابْغَضَ اللَّهَ ، وَانْكَبَحَ اللَّهَ ، فَقَدْ
 اكْتَمَلَ إِيمَانُهُ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

ترجمہ : ”حضرت معاذ ابنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ
 کی خاطر دیا، اور اللہ تعالیٰ کی خاطر روکا، اللہ تعالیٰ کی خاطر
 محبت کی، اور اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض رکھا، اور اللہ تعالیٰ ہی
 کی خاطر رشتہ دیا، اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔“

تشریح : مطلب یہ کہ اس کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھے
 کسی کو کچھ دیا تو محض اللہ تعالیٰ کے لئے، نہ دیا تو بھی اللہ تعالیٰ کے لئے، کسی
 سے محبت رکھی تو محض اللہ تعالیٰ کے لئے، اور کسی سے بغض رکھا تو بھی اللہ
 تعالیٰ کے لئے۔ حتیٰ کہ کسی کو رشتہ دیا تو وہ بھی محض رضائے الہی کے لئے۔
 ایسے شخص کا ایمان کامل ہے کہ اس میں للیت ہی للیت ہے، اس کا کوئی کام
 بھی ہوئے نفس اور کسی ذاتی و دنیوی مفاد کے لئے نہیں۔

جنت کے مناظر

ابواب صفیہ الجنۃ ﷺ

جنت کے درختوں کی شان

باب

مَآجَاءُ فِي صِفَةِ شَجَرِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الدُّوْرِيُّ . حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ
شَيْبَانَ عَنْ فَرَّاسٍ عَنْ حَظِيْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ بِبَيْدِ الرَّأْكِبِ فِي ظِلِّهَا مِائَةُ عَامٍ لَا يَفْطَمُهَا
وَقَالَ : ذَلِكَ الظِّلُّ الْمُدَوَّدُ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ .

ترجمہ : ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک
درخت ایسا ہو گا کہ سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلا
رہے تب بھی اس کو قطع نہیں کرے گا، آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم میں جس ”لبے سائے“ کا
ذکر ہے وہ یہی ہے۔“

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا الْإِمَامُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ
الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ

قَالَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً بَسِيرُ الرَّايِكُ فِي ظِلِّهَا مِائَةُ سَنَةٍ .
وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَأَبِي سَعِيدٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ (تیز رفتار گھڑ) سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا (تب بھی اسے ختم نہیں کر سکے گا)۔“

تشریح : ان احادیث طیبہ کے بارے میں چند امور لائق توجہ ہیں۔
اول : ان احادیث میں قرآن کریم کی آیت : ”وظل ممدود“ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ سورۃ واقعہ میں حق تعالیٰ شانہ نے ذکر فرمایا ہے کہ قیامت کے دن انسانوں کی تین قسمیں ہوں گی (وکنتم ازواجاً ثلاثہ۔ الواقعہ) ایک ”السابقون“ (جن کا لقب دوسری جگہ ”المقربون“ رکھا ہے) دوسری جماعت ”اصحاب الیمین“ اور تیسری ”اصحاب الشمال“ اس کے بعد تینوں کے انجام اور اخروی حالات کو الگ الگ ذکر فرمایا ہے ”اصحاب الیمین“ کے بارے میں فرماتے ہیں :

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ فِي
سِدْرٍ مَّخْضُودٍ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ
وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ لَّا مَقْطُوعَةٍ
وَلَا مَمْنُوعَةٍ وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ

ترجمہ : ”اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے
 اچھے ہیں وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں
 گی اور تمہ بتہ کیلے ہوں گے اور لمبا لمبا سایہ ہو گا اور چلتا
 ہوا پانی ہو گا“ اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں
 گے۔ اور نہ ان کی روک ٹوک ہو گی“ اور اونچے اونچے فرش
 ہوں گے۔“ (ترجمہ حضرت تھانوی)

دوم : آیت کریمہ : ”و ظل ممدود“ میں جنت میں سایہ کے ہونے کا ذکر ہے
 اور بھی متعدد آیات کریمہ میں جنت میں سائے کا ذکر ہے، اس پر کسی کو یہ
 اشکال ہو سکتا ہے کہ سایہ تو دھوپ کے مقابلہ میں ہوتا ہے، جنت میں دھوپ
 ہی نہیں ہو گی۔ جیسا کہ ارشاد ہے : لا یرون فیہا شمساً ولا زمہراً (الدھرہ :
 ۱۳) تو وہاں سایہ کیسے ہو گا؟ جواب یہ ہے کہ جنت میں اگرچہ دھوپ نہیں ہو
 گی تاہم جنت کی فضا میں نور ہی نور ہو گا جو کیفیت کہ طلوع آفتاب سے چند
 منٹ پہلے ہوتی ہے جنت میں کچھ اسی طرح کی کیفیت ہمیشہ رہا کرے گی۔ اسی کو
 سائے سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ یوں بھی سایہ ہمیشہ دھوپ کے مقابلہ میں نہیں
 ہوتا۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ آیت کریمہ : ”وندخلہم ظلاً“ ظلیلاً“
 (النساء : ۵۷) کے ذیل میں فرماتے ہیں :

”یعنی دنیا کے اشجار کا سا سایہ نہ ہو گا کہ خود سایہ کے
 اندر بھی دھوپ چھتی ہے، وہ بالکل متصل ہو گا، اور یہ شبہ نہ
 کیا جاوے کہ وہاں آفتاب وغیرہ تو ہو گا نہیں، جیسے ارشاد
 فرمایا ”لا یرون فیہا شمساً“ پھر سایہ کے کیا معنی؟ کیوں کہ
 سایہ کے لئے مطلق کسی جسم نورانی کا ہونا کافی ہے، اور وہاں
 اس کا ہونا عجیب نہیں۔ رہا یہ شبہ کہ پھر جب گرمی نہیں تو
 سایہ کا کیا فائدہ؟ یہ محض ضعیف ہے اس لئے کہ فائدہ کا اس

میں منحصر کر لینا خود بے دلیل ہے۔ ممکن ہے کہ کسی تیز نور کا لطیف بنانا ہو جیسے ماہتاب پر ابر رقیق آجاتا ہے یا خود اس سایہ کی حقیقت نور ہی ہو جیسا کہ گوہر شب چراغ کا سایہ۔ یا یوں کہا جاوے کہ نرا سایہ ہی ہو بلا ظلمت جیسے طلوع آفتاب سے ذرا پہلے حالت ہوتی ہے۔ ایک آیت میں اس کو مشہور تفسیر پر ظل سے تعبیر فرمایا ہے۔ ”الم تر الی ربک کیف مدالظل“ اور سایہ کی معرفت دھوپ پر موقوف ہونے سے خود سایہ کے وجود کا توقف دھوپ پر لازم نہیں آتا۔“

(بیان القرآن ج ۲ ص ۱۲۵)

اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی ”و ظل ممدود“ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”یعنی نہ دھوپ ہوگی نہ گرمی سردی لگے گی۔ نہ اندھیرا ہو گا صبح کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے جیسا درمیانی وقت ہوتا ہے ایسا معتدل سایہ سمجھو اور لمبا پھیلا ہوا اتنا کہ بہترین تیز رفتار گھوڑا سو برس تک متواتر چلتا رہے تو ختم نہ ہو۔“

(تفسیر عثمانی ۶۹۴)

سوم: یہی اشکال اس حدیث پاک پر بھی ہوتا ہے کہ جنت میں دھوپ ہی نہیں ہوگی تو درختوں کا سایہ کیسے ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ یہاں دنیا کا معروف سایہ مراد نہیں بلکہ راحت و نعمت مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ اس درخت کا پھیلاؤ اس قدر وسیع ہوگا کہ تیز رفتار سوار اس کے نیچے ایک صدی تک چلتا رہے۔ تب بھی اس کے اطراف و حدود کو ختم نہیں کر سکے گا۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

”قوله: فی ظلھا ای فی نعیمھا و راحتھا

ومنہ قولہم ”عیش ظلیل“ وقیل معنی

ظلها ناحيتها و اشار بذلك الى امتدادها
 ومنه قولهم : "انا في ظلك" اي ناحيتك
 قال القرطبي: والمحوج الى هذا التاويل ان
 الظل في عرف اهل الدنيا ما يقي من حر
 الشمس واذهاها، وليس في الجنة شمس ولا
 اذى.. (فتح الباري ص ۳۲۶ ج ۶)

ترجمہ : "ارشاد نبوی : اس کے سایہ میں چلتا رہے گا یعنی
 اس کی نعمت و راحت میں۔ عرب کہتے ہیں "عیش طلیل" (گہنی
 زندگی) یعنی راحت کی زندگی، اور بعض نے کہا کہ اس کا
 مطلب یہ ہے کہ سوار اس درخت کے اطراف میں چلتا رہے
 گا، اس سے اس درخت کے لمبا ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔
 جیسے عرب کہتے ہیں "میں تیرے سائے میں ہوں یعنی تیری
 جانب ہوں، قرطبی کہتے ہیں کہ اس تاویل کی ضرورت اس
 لئے پیش آئی کہ اہل دنیا کے عرف میں سایہ اس چیز کو کہتے ہیں
 جو سورج کی تپش اور گرمی سے بچائے، حالاں کہ جنت میں نہ
 سورج ہو گا نہ گرمی کی تکلیف ہو گی۔"

چهارم : حدیث میں جس درخت کا ذکر ہے وہ جنت کا ایک خاص درخت
 ہے جسے "شجرہ طوبی" کہتے ہیں۔ مسند احمد (ص ۱۸۳ ج ۴) تفسیر ابن کثیر (ص
 ۲۹۰ ج ۴) اور مجمع الزوائد (ص ۴۱۳ ج ۱۰) میں حضرت عقبہ بن عبد السلمی
 رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حوض کوثر اور جنت کا

ذکر فرمایا تو اعرابی نے کہا: کیا وہاں میوے بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور وہاں ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے۔ اعرابی نے کہا: وہ ہماری زمین کے کس درخت کے مشابہ ہے؟ فرمایا: وہ تیری زمین کے درختوں میں کسی کے مشابہ نہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کبھی ملک شام گئے ہو؟ کہا جی نہیں! فرمایا: شام میں ایک درخت کو ”جوزہ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ اس کے مشابہ ہے اس کا تنہا ایک ہوتا ہے، اور اوپر سے اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اعرابی نے کہا: اس کے خوشے کتنے بڑے ہوں گے؟ فرمایا: اتنی مسافت کے ہوں گے کہ البلق (سیاہ و سفید) کو متواتر ایک مہینے تک اڑتا رہے، درمیان میں دم نہ لے۔ اعرابی نے کہا: اس کی جڑیں کتنی بڑی ہیں! فرمایا اگر تیرے گھر کے اونٹوں میں کوئی جوان اونٹ چلتا رہے، تو اس کی جڑوں کا احاطہ نہیں کر سکے گا، یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر اس کی گردن ٹوٹ جائے۔

اعرابی نے کہا: کیا وہاں انگور بھی ہوں گے فرمایا: ہاں! کہا: اس کے دانے کتنے بڑے ہوں گے؟ فرمایا: کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ تیرے باپ نے اپنے ریوڑ میں سے کوئی بڑا بکرا ذبح کیا ہو۔ اور اس کی کھال اتار کر تیری ماں کے سپرد کی ہو کہ اس کو دباغت دے کر موشیوں کے لئے پانی کھینچنے کا بڑا ڈول بنا لو۔ اعرابی نے کہا: جی ہاں! ایسا ہوا ہے، فرمایا: وہاں انگور کے دانے اس بڑے ڈول کے برابر ہوں گے، کہا: پھر تو ایک دانہ مجھے اور میرے گھروالوں کو سیر کر سکے گا؟ فرمایا: ہاں! اور تیرے تمام قبیلے کو بھی۔

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ . حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الْحَسَنِ

عَنِ الصَّرَاتِ الْقَزَازِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ إِلَّا وَسَاقُهَا

مِنْ ذَمَبٍ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَمِيدٍ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں جو درخت بھی ہو گا اس کا تنا سونے کا ہو گا۔“

جنت اور جنت کی نعمتوں کی شان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَنَعِيمِهَا

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ حَمْزَةَ
الرَّبَابِ عَنْ زَيْدِ الطَّائِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ : مَا لَنَا إِذَا
كُنَّا عِنْدَكَ رَفَّتْ قُلُوبُنَا ، وَزَهَدْنَا فِي الدُّنْيَا ، وَكُنَّا مِنْ أَهْلِ الْآخِرَةِ ،
فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ فَانْشَأْنَا أَهْلِيَنَا ، وَنَتَمَنَّا أَوْلَادَنَا انْكَرَمْنَا أَنْفُسَنَا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ أَنَّكُمْ تَسْكُونُونَ إِذَا خَرَجْتُمْ مِنْ
هِنْدٍ كُنْتُمْ عَلَى حَالِكُمْ ذَلِكَ لَزَارَتْكُمْ الْمَلَائِكَةُ فِي بُيُوتِكُمْ ، وَلَوْ لَمْ
تُذْنِبُوا لَجَاءَ اللَّهُ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ كُنِي يُذْنِبُوا فَيَغْفِرَ لَهُمْ ، قَالَ : قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ خَلْقٍ الْخَلْقُ ؟ قَالَ : مِنَ الْمَاءِ ، قُلْنَا : الْجَنَّةُ مَا بَنَاهَا ؟ قَالَ :
لَبْنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَلَبْنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ ، وَمِلَاطُهُا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ ، وَحَصْبَاهَا
الْأَوَّلُو وَالْيَاقُوتُ ، وَتُرْبَتُهَا الرِّغَمَرَانُ ، مَنْ دَخَلَهَا بِنِعْمٍ وَلَا بَيَاسُ ، وَبُخَلْدُ
وَلَا يَمُوتُ ، لَا تَبْلَى ثِيَابُهُمْ ، وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُمْ ، ثُمَّ قَالَ : ثَلَاثَةٌ لَا تَرُدُّ
دَعْوَتَهُمْ : الْإِمَامُ الْعَادِلُ ، وَالصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ رَفْعُهَا

فَوْقَ السَّمَاءِ ، وَبُفَتْحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ ، وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ : وَعِزَّتِي
لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَلِكَ الْقَوِي ، وَلَيْسَ
هُوَ عِنْدِي بِمُتَّصِلٍ . وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ بِإِسْنَادٍ آخَرَ عَنْ أَبِي مُدَلَّجٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری کیا حالت ہے کہ جب
ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں۔
ہم دنیا سے بے رغبت ہو جاتے ہیں اور اس وقت ہم اہل
آخرت ہوتے ہیں، لیکن جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر
جاتے ہیں۔ گھر کے لوگوں سے مانوس ہوتے ہیں اور اولاد کو
سوگھتے ہیں تو ہم اپنے دلوں کو اور ہی طرح کا پاتے ہیں، یہ سن
کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر تم ہمیشہ اسی حالت میں رہا کرو جس حالت میں تم میرے
پاس سے اٹھ کر جاتے ہو تو فرشتے تمہارے گھروں پر تمہاری
زیارت کیا کریں، اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ (تمہاری
جگہ) ایک نئی مخلوق کو لے آئیں تاکہ وہ گناہ کر کے شرمندہ
ہوں اور اپنے عجز و قصور کا اعتراف کر کے استغفار کیا کریں)
جس پر اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمایا کریں۔

میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مخلوق کس چیز سے بنائی
گئی؟ فرمایا: پانی سے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ!
جنت کی عمارت کیسی ہوگی؟ فرمایا: ایک اینٹ چاندی کی،
ایک اینٹ سونے کی، اس کا سالہ مہکتی ہوئی کستوری کا ہے

اس کی کنکریاں، دوتی اور یا قوت کی ہیں، اس کی مٹی زعفران کی ہے، جو شخص اس میں داخل ہو گا وہ ہمیشہ ناز و نعمت میں رہے گا اسے کبھی ادنیٰ تکلیف و مشقت لاحق نہیں ہوگی، وہ ہمیشہ جئے گا، کبھی نہیں مرے گا، نہ ان کے کپڑے میلے ہوں گے اور نہ کبھی ان کی جوانی ڈھلے گی۔ پھر فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک سربراہ مملکت جو عدل و انصاف کرتا ہو۔ دوسرا روزے دار، جب وہ روزہ افطار کرے۔ اور تیسرا مظلوم، اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: میری عزت کی قسم! میں تیری ضرورت مدد کروں گا، خواہ (تیری ہی کسی مصلحت کی بنا پر تیری فوری مدد نہ کروں بلکہ) کچھ عرصہ کے بعد کروں۔“

جنت کے بالا خانے

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ غُرَفِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ . حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ فِي الْجَنَّةِ أَمْرًا بَرِّىْ ظُهُورُهَا مِنْ بَطُونِهَا وَبَطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا ، فَقَامَ إِلَيْهِ أَمْرَأَتِي فَقَالَ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ ! قَالَ : هِيَ لَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ ، وَأَطَمَ الطَّعَامَ ، وَأَدَامَ الصِّيَامَ ، وَصَلَّى فِي الْبَلْبَلِ وَالنَّاسُ نِيَامَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ، وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ ، هَذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَهُوَ سَكُونِيٌّ وَقَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ إِسْحَاقَ الْقُرْبِيُّ مَدَنِيٌّ وَهُوَ أَنْبَتُ مِنْ هَذَا .

ترجمہ : ”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے نظر آتا ہے اور ان کا باطن ظاہر ہے۔ پس ایک اعرابی کھڑا ہوا، عرض کیا: اے اللہ کے نبی! یہ بالاخانے کس کے لئے ہیں؟ فرمایا: اس شخص کے لئے جو نرم گفتگو کرے، کھانا کھائے، ہمیشہ روزے رکھے اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں، نماز پڑھے۔“

جنت میں چاندی اور سونے کے برتن اور سامان

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ جَنَّتَيْنِ آتِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا مِنْ فِضَّةٍ ، وَجَنَّتَيْنِ آتِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا مِنْ ذَهَبٍ ، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رَدَّاهُ السَّكْبَرِيَاءُ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَذْنٍ ، وَهَذَا الْإِسْنَادُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَخَلِيفَةً مِنْ دُرَّةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا سِتُّونَ مِثْلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الْآخَرِينَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمَوْتُونَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَأَبُو عَمْرٍاءُ الْجَوْنِيُّ اسْمُهُ
عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيبٍ . وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُوسَى قَالَ : أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَا يَعْرِفُ
اسْمَهُ . وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ قَيْسٍ . وَأَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ اسْمُهُ
سَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ أَشْتَمٍ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن قیس (یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری) رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنت میں دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور دیگر تمام سامان چاندی کا ہے اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور وہاں کا تمام سامان سونے کا ہے اور جنت عدن میں اہل جنت کے درمیان اور اپنے رب کی طرف نظر کرنے کے درمیان صرف کبریائی کی چادر حائل ہے جو اللہ تعالیٰ کے چہرے پر ہے۔“

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں جوف دار موتی کا ایک خیمہ ہو گا جس کا عرض ساٹھ میل ہے اس کے ہر گوشہ میں جنتی کے اہل خانہ ہوں گے، جو ایک دوسرے کو نہیں دیکھیں گے، مومن ان سب کے پاس آمد و رفت رکھے گا۔“

تشریح : پہلی حدیث میں دو مضمون ارشاد ہوئے ہیں ایک یہ کہ جنت میں دو جنتیں تو ایسی ہوں گی کہ وہاں کے برتن اور ہر چیز چاندی کی ہو گی، اور دو جنتیں ایسی ہوں گی کہ ان کے برتن اور ہر چیز سونے کی ہو گی۔ یہ حسن اور تناسب کا کمال ہو گا۔

دوسرا مضمون یہ کہ جنت میں اہل جنت کے دیدار خداوندی سے کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔ سوائے ردائے کبریائی کے، جو حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی پر ہے، ردائے کبریائی، عظمت و جلال سے کنایہ ہے، مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی ہیبت و جلال اور عظمت و کبریائی دیدار سے مانع ہوگی، الا یہ کہ حق تعالیٰ شانہ خود دیدار کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

جنت کے درجات

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْمَنْبَرِيُّ . حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَرُونَ . أَخْبَرَنَا
إِسْرَائِيلُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُعَادَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ . قَالَ : قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فِي الْجَنَّةِ مِائَةٌ دَرَجَةٍ ، مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ
مِائَةٌ نَامٌ .

قَالَ أَبُو حَبِيبٍ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے۔“

تشریح : اس حدیث میں جنت کے درجات کا بیان ہے، اور یہ مضمون متعدد احادیث میں وارد ہے۔ جیسا کہ چند احادیث مصنف امامؒ نے بھی نقل کی ہیں۔ اس روایت میں جنت کے ہر دو درجوں کے درمیان کا فاصلہ ایک سو سال کی

مسافت بیان کیا گیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۴۱۹ میں طبرانی کی روایت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی گئی ہے، اور اس میں جنت کے ہر دو درجوں کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت ذکر کیا گیا ہے۔ (قال الہیثمی وفیہ یحی بن عبد الحمید الحماني وهو ضعيف)۔ اور عام روایات میں یہ ہے کہ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے، جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے، ان روایات میں کوئی تعارض نہیں، اس لئے کہ آسمان و زمین کے درمیان کی مسافت بھی بعض روایات کے مطابق پانچ سو سال کی ہے، اور جس روایت میں سو سال کی مسافت کا ذکر آیا ہے اس میں زائد کی نفی نہیں۔ یوں بھی ”سو“ کا ہندسہ کثرت اور زیادتی کے لئے اکثر استعمال ہوتا ہے، علاوہ ازیں مدت مسافت میں کمی بیشی، تیز رفتاری اور سبک رفتاری کے لحاظ سے بھی ہو سکتی ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاحِدٌ بْنُ عَبْدِ الصَّمِيِّ الْبَصْرِيُّ قَالَ :

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَصَلَّى الصَّلَوَاتِ وَحَجَّ الْبَيْتَ لَا أَذْرِي أَذْكَرَ الزَّكَاةَ أَمْ لَا إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ ، إِنَّ هَاجَرَ سَبِيلِ اللَّهِ ، أَوْ مَكَتَ بِأَرْضِهِ أَلْتِي وَلَهُ بِهَا . قَالَ مُعَاذٌ : أَلَا أَخْبِرُ بِهَذَا النَّاسَ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ذَرِ النَّاسَ يَمْكُونُ فَإِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، وَالْفِرْدَوْسُ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَأَوْسَطُهَا ، وَفَوْقَ ذَلِكَ عَرْشُ الرَّحْمَنِ ، وَمِنْهَا تَفْجَرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ ، فَإِذَا سَأَلْتُ اللَّهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَكَذَا رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ، وَعَطَاءُ لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذَ

ابن جَبَل، وَمَا ذُكِرَ الْمَوْتُ، مَاتَ فِي خِلَافَةِ مُحَمَّدٍ .

ترجمہ : ”حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کا روزہ رکھا (ہنگامہ) نماز پڑھی، اور بیت اللہ کا حج کیا۔ رادی کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا تھا یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق ہو گا کہ اس کی بخشش فرمادیں۔ خواہ اس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کی ہو یا وہ اپنی اسی زمین میں ٹھہرا رہا ہو جس میں پیدا ہوا تھا، حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ کیا لوگوں کو اس کی اطلاع نہ کر دوں؟ فرمایا: لوگوں کو چھوڑ دے کہ عمل کرتے رہیں، کیونکہ جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان، اور جنت الفردوس سب سے اوپر اور اعلیٰ و افضل جنت ہے، اس سے اوپر رحمان کا عرش ہے۔“

تشریح : اس روایت کی سند پر تو مصنف امامؒ نے کلام کیا ہے، مگر اس مضمون کی متعدد احادیث ہیں، چنانچہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۱ کتاب الجہاد ”باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

” من امن بالله وبرسوله واقام الصلوة
وصام رمضان كان حقاً على الله ان
يدخله الجنة جاهد في سبيل الله او
جلس في ارضه التي ولد فيها ، قالوا يا

رسول اللہ ! افلا نبشر الناس قال ان فی
 الجنة مائة درجة اعدها اللہ للمجاهدين
 فی سبیل اللہ ما بین الدرجتين كما بین
 السماء والارض فاذا سالتهم اللہ فاستلوه
 الفردوس فانه اوسط الجنة واعلى الجنة
 اراه قال وفوقه عرش الرحمن ومنه تفجر
 انهار الجنة وقال محمد بن فلیح عن ابيه
 وفوقه عرش الرحمن“ (صحیح بخاری ص ۳۹۱ ج ۱)

ترجمہ : ”جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور رمضان کے روزے
 رکھے، اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق ہو گا کہ اسے جنت میں داخل
 کریں خواہ اس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا ہو یا اس
 سرزمین میں بیٹھا رہا ہو جس میں پیدا ہوا، صحابہؓ نے عرض کیا:
 یا رسول اللہ! تو کیا ہم لوگوں کو خوشخبری نہ سنا دیں؟ فرمایا
 جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہد فی سبیل اللہ کے
 لئے تیار کر رکھے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے
 جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان، پس جب اللہ تعالیٰ سے مانگو
 تو اس سے جنت الفردوس مانگا کرو، کیونکہ وہ سب سے افضل
 اور سب سے اوپر کی جنت ہے۔ اس کے اوپر رحمن کا عرش
 ہے اور اسی سے جنت کی نریں نکلتی ہیں۔“

سنن نسائی ص ۵۶ ج ۲ ”باب درجۃ المجاہدین فی سبیل اللہ“ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث مروی ہے۔ ان احادیث میں چند مضامین ہیں:

اول: جو شخص فرائض و واجبات شرعیہ کا پابند ہو، اس کے بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق ہو گا کہ اسے جنت میں داخل کریں۔ یہ مضمون قرآن و حدیث میں بڑی کثرت سے آیا ہے کہ فلاں چیز اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، یا اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق ہے۔ اہل سنت کے نزدیک ان نصوص کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس چیز کو محض اپنے فضل و احسان اور مراعہ خسروانہ کی بنا پر اپنے ذمہ لے لیا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا استحقاق نہیں۔

دوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ عرض کیا گیا کہ یہ خوشخبری عام لوگوں کو سنادی جائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جنت کے سو درجے ہیں۔ سب سے اعلیٰ درجہ جنت الفردوس ہے۔ اس سے مقصد (واللہ اعلم) یہ تھا کہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ محنت اور کوشش کرنی چاہئے کہ ان کو جنت میں عالی سے عالی درجہ ملے۔ ادنیٰ درجے پر قناعت کر کے نہیں بیٹھ جانا چاہئے۔

سوم: جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ جنت الفردوس ہے اور یہ ان حضرات کے لئے ہے جنہوں نے راہ خدا میں جان بازی و جاں نثاری کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہو۔ چنانچہ بعض احادیث میں شہید فی سبیل اللہ کے لئے جنت الفردوس کی بشارت آئی ہے، اسی طرح انبیاء اور صدیقین اور شہداء و صالحین علیٰ حسب مراتب جنت الفردوس میں ہوں گے۔ چونکہ جنت کا انعام بدوں استحقاق کے محض مالک کی عنایت ہے گو اپنے اعمال جنت الفردوس کے لائق نہ ہوں مگر مالک کے کرم سے امید کرتے ہوئے جنت الفردوس ہی مانگنی چاہئے، اس لئے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس ہی مانگو۔ یہ روایہ بھی

آنحضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے دعا کرتا ہے، یا اللہ! ہم آپ کی رحمت اور آپ کے لطف و کرم کے صدقے آپ سے جنت الفردوس کی درخواست کرتے ہیں۔ یا اللہ! ہماری دعا قبول فرما کر اپنے مقبول بندوں سے ہمیں ملحق فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

چهارم: جنت الفردوس کے بارے میں فرمایا کہ اس سے اوپر عرش رحمن ہے۔ یعنی جس طرح زمین کی چھت آسمان ہے، اسی طرح جنت الفردوس کی چھت عرش رحمن ہے۔

اور یہ حضرات عرش رحمت کے زیر سایہ ہیں۔ اس میں حق تعالیٰ شانہ کی خاص رحمت و عنایت اور ان حضرات کے قرب و اختصاص کی طرف اشارہ ہے۔

پنجم: جنت کی نہروں کے بارے میں فرمایا کہ وہ جنت الفردوس سے نکلتی ہیں، اور ان کا منبع و سرچشمہ جنت الفردوس ہے، اس کی پوری حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے، اور انشاء اللہ وہاں پہنچ کر منکشف ہو جائے گی، بہر حال اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نعمائے جنت کا مرکز جنت الفردوس ہے۔ واللہ اعلم و ملہ و اتم و احکم۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هُرُونَ . أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ . حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا تَيْنَ كُلُّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَاهَا دَرَجَةٌ وَمِنْهَا تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْأَرْبَعَةُ ، وَمِنْ قَوْفِهَا بَلْغُونَ الْعَرْشَ ، فَإِذَا سَأَلَهُمُ اللَّهُ فَسَكَّوهُ الْفِرْدَوْسَ .

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ . حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هُرُونَ . حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ نَحْوَهُ .

ترجمہ : ”حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے، اور جنت الفردوس سب سے بلند درجہ کی ہے، اسی سے جنت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں، اور اس سے اوپر عرش ہو گا، پس جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو۔“

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لُحَيْمَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْمَنِصْمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ ، لَوْ أَنَّ الْعَالَمِينَ اجْتَمَعُوا فِي إِحْدَاهَا لَوَسِعَتْهُمْ . قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں اور اگر سارے جہاں کے لوگ ان کے کسی ایک درجے میں جمع ہو جائیں تو ان کو کافی ہو گا۔“

تشریح : سنن نسائی ص ۵۶ ج ۲ ”درجۃ المجاہد فی سبیل اللہ“ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس طرح آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: ابو سعید! جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ ارشاد سکر حیرت آمیز مسرت ہوئی، اور عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ بات ایک بار پھر ارشاد فرمائیے! چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد پھر دہرایا اور پھر فرمایا: ایک چیز اور

بھی ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جنت میں بندے کے سو درجے بلند کر دیتے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان۔ عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا! جہاد فی سبیل اللہ۔ جہاد فی سبیل اللہ۔

اس حدیث کے آخر میں جو ارشاد فرمایا کہ ”اگر سارے جہان کے لوگ ایک ہی جنت میں جمع ہو جائیں تو وہ سب کو کافی ہو جائے۔“
اس میں جنت کی وسعت و کشائش کی طرف اشارہ ہے جنت کی وسعت کا مشاہدہ بھی جنت میں جانے کے بعد ہی ہو گا، اور وہاں معلوم ہو گا کہ ہمارا یہ کرہ ارضی جنت کے مقابلہ میں پیضہ مور (چیونٹی کے انڈے) کی حیثیت رکھتا ہے۔

خواتین جنت

باب

فِي صِفَةِ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمُرَّاهِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيَرَى بَيَاضَ سَاقِهَا مِنْ وَرَاءِ سِتْرَيْنِ حُلَّةٍ حَتَّى يَرَى مُخَهَا، وَذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ يَقُولُ: كَأَنَّ الْيَاقُوتَ وَالْمَرْجَانَ، فَأَمَّا الْيَاقُوتُ فَإِنَّهُ حَجَرٌ لَوْ أُدْخِلْتَ فِيهِ سِلْكَاً نَمَّ أَشْجَفَتِيَّةٌ لَا رِيَّةَ مِنْ وَرَائِهِ .
حَدَّثَنَا هَبَّادٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ
عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَرْفَعَهُ . وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدَةَ بْنِ حُمَيْدٍ ،
وَهَكَذَا رَوَى جَرِيرٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ وَلَمْ يَرْفَعُوهُ .
حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ نَحْوَهُ حَدِيثُ
أَبِي الْأَحْوَصِ وَلَمْ يَرْفَعَهُ أَصْحَابُ عَطَاءٍ ، وَهَذَا أَصَحُّ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت
کی عورتوں میں سے عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر حلوں کے
ورے سے نظر آئے گی، یہاں تک کہ اس کا گودا بھی نظر
آئے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ
(یعنی اہل جنت کی عورتیں) ”گویا یاقوت اور مرجان ہیں“ اور
یاقوت کی حالت یہ ہے کہ اگر تم اس میں دھاگہ ڈالو، پھر اگر
اس یاقوت کو گرد و غبار سے صاف کر دو تو تم اس دھاگے کو
اس کے ورے سے دیکھو گے۔“

تشریح : سورہ الرحمن میں خواتین جنت کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ کا
ارشاد ہے :

.. كَانَهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ .. (الرحمان : ۵۸)

ترجمہ : ”گویا وہ یاقوت اور موتی ہیں۔“

مفسرین فرماتے ہیں کہ تشبیہ سے مقصود ان کی صفائی و لطافت اور سرخ و
سفید رنگت کا بیان کرنا ہے۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں :

”وهذا التشبيه فيه وجهان احدهما تشبيه

بصفاتهما وثانيهما بحسن بياض اللؤلؤ

وحمرة الياقوت والمرجان صغار اللؤلؤ

وهي اشد بياضاً ضياءً من الكبار بكثير

ترجمہ : ”اس تشبیہ میں دو وجہیں ہیں، ایک یاقوت اور

موتی کی صفائی کے ساتھ تشبیہ دینا۔ دوسری موتی کی سفیدی

اور یاقوت کی سرخی کے حسن سے تشبیہ دینا۔ مرجان چھوٹے

موتی کو کہتے ہیں اور چھوٹے موتی، بڑوں کی بہ نسبت، سفیدی

اور چمک میں کئی درجے فائق ہوتے ہیں۔“

اس حدیث میں ان کی اسی لطافت و حسن کو ذکر فرمایا ہے کہ ستر حلوں کے

ورے سے اس کی پنڈلی اور پنڈلی کا گودا ظاہر ہو گا۔ جس طرح مصفا یاقوت کے

ورے سے دھاگہ نظر آیا کرتا ہے۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ . حَدَّثَنَا أَبِي مَنِ فَضْلٍ بْنِ

مَرْزُوقٍ عَنْ هَاطِلَةَ عَنْ أَبِي سَمْعٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :

إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْهٌ رُجُوهِمُ عَلَى مِثْلِ ضَوْهِ

الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ، وَالزُّمَرَةُ الثَّانِيَةُ عَلَى مِثْلِ أَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ

فِي السَّمَاءِ ، يَكُلُّ رَجُلٌ مِنْهُمْ زَوْجَتَيْنِ عَلَى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُونَ حُلَّةً يَرَى مِثْلَ

سَاقِيهَا مِنْ وَرَائِهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَرِيِّ . حَدَّثَنَا عُثَيْدُ بْنُ مُوسَى

اخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَرَائِسَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَذْرِ وَالنَّايَةِ عَلَى أَوْنٍ أَحْسَنِ كَوْكَبِ دُرِّي فِي السَّمَاءِ، لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلَى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُونَ حَلَّةً يَبْدُو مِثْلَ سَاقِيهَا مِنْ وَرَاسِهَا قَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ : ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پہلی جماعت جو قیامت کے دن جنت میں داخل ہوگی وہ (اپنے چہروں کی نورانیت میں) چودھویں رات کے چاند کی روشنی کی طرح ہوگی اور دوسری جماعت آسمان میں چمکتے ہوئے حسین ترین ستارے کی طرح ہوگی، ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی ہر بیوی پر ستر چلے ہوں گے اس کی پنڈلی کا گودا ان کے ورے سے نظر آئے گا۔“

تشریح : اس حدیث پاک میں ہر جنتی کی دو بیویوں کا ذکر آیا ہے اور ترمذی میں سترہ ابواب کے بعد صفحہ ۸۱ پر ”باب ما لأزواج أهل الجنة من الكرامة“ ہے۔ جس میں یہ حدیث ذکر کی گئی ہے کہ ”ادنی جنتی کے لئے اسی ہزار خادم اور ۷۲ بیویاں ہوں گی“

حافظؒ نے فتح الباری ”بدء الخلق“ صفة الجنة“ ص ۳۲۵ ج ۶ میں اس مضمون کی متعدد روایتیں نقل کی ہیں چنانچہ۔

(۱) مسند احمد میں بروایت ابو ہریرہ مرفوعاً ”وارد ہے کہ ادنی مرتبہ کے جنتی کے بارے میں مروی ہے کہ دنیا کی بیویوں کے علاوہ اس کے لئے ۷۲ بیویاں حور عین سے ہوں گی۔ (وفی سندہ شہر بن حوشب وفیہ مقال)

(۲) ترمذی میں مقدم بن معد یکرب کی روایت ہے کہ شہید کے لئے چھ انعام (خصال) ہیں ان میں سے ایک یہ کہ ۷۲ حوروں سے اس کا عقد کیا جاتا ہے۔

(۳) مسند ابویعلیٰ میں حضرت ابو ہریرہ کی طویل حدیث (حدیث الصدر کے نام سے مشہور ہے) میں ہے کہ آدمی کی ۷۲ بیویاں ہوں گی ان حوروں سے جن کو اللہ تعالیٰ جنت میں پیدا فرمائیں گے اور دو بیویاں ہوں گی اولاد آدم سے۔

(۴) ابن ماجہ اور داری میں حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ جو شخص بھی جنت میں داخل ہو گا اللہ تعالیٰ ۷۲ حوروں سے اور ۷۲ دنیا کی عورتوں سے اس کا عقد کریں گے۔ (وسندہ ضعیف جدا)

حافظؒ کہتے ہیں زیر بحث حدیث میں جن دو بیویوں کا ذکر ہے اس سے مراد دنیا کی بیویاں ہوں گی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اسی حدیث سے یہ استدلال کیا کہ جنت میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوگی۔ واللہ اعلم

اہل جنت کی اپنی بیویوں سے مقاربت

باب

مَاجَاءُ فِي صِفَةِ جَمَاعِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَنَحْمُودُ بْنُ غِيْلَانَ قَالَا : حَدَّثَنَا
أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ قُوَّةٌ كَذَا وَكَذَا مِنْ الْجَمَاعِ ،
فَقِيلَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ يُطِيقُ ذَلِكَ ؟ قَالَ : يُعْطَى قُوَّةٌ جَائِئَةٌ .

وَقَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مومن کو جنت میں جماع کی اتنی اور اتنی قوت عطا کی جائے گی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا وہ اس کی طاقت رکھتا ہو گا“ فرمایا اسے سو آدمیوں کی طاقت عطا کی جائے گی۔“

اہل جنت کی شان باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوَّلُ زُفْرَةٍ تَلْجُ الْجَنَّةَ صُورَتُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْفَمْرِ لَيْلَةً أَلْبَدَ لَا يَبْصُقُونَ فِيهَا وَلَا يَمْخُطُونَ وَلَا يَتَفَوَّطُونَ ، آيَاتُهُمْ فِيهَا الذَّهَبُ ، وَأَمْسَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَتَجَارِمُهُمْ مِنَ الْأُلُوءِ ^(۱) ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرَى مِثْ سَوْقِيَمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحَسَنِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ ، قُلُوبُهُمْ قَلْبُ رَجُلٍ وَاحِدٍ ، يُسَبِّحُونَ اللَّهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ . وَالْأُلُوءُ : هُوَ الْعُودُ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہو گا ان کی شکل و صورت چودھویں کے چاند جیسی (نورانی) ہوگی۔ نہ ان کو تھوکنے کی ضرورت ہو گی، نہ ناک صاف کرنے کی، اور نہ بول و براز کی، جنت میں ان کے برتن سونے کے ہوں گے، اور ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کی انگلیٹھیوں کا ایندھن عود (اگر) کا ہو گا، اور ان کا پینہ کستوری ہو گا، ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی، جن کی پنڈلیوں کا گودا، حسن و جمال کی وجہ سے، گوشت کے ورے سے نظر آئیگا، ان کے درمیان نہ کوئی اختلاف ہو گا، نہ باہمی رنجش، ان سب کے قلوب ایک آدمی کے دل پر ہوں گے، وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول رہیں گے۔“

تشریح : اہل جنت کے ناز و نعمت اور ان کی خوش بختی و سعادت کے سلسلہ میں قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا گیا وہ ہماری ذہنی سطح کی رعایت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے، ورنہ وہاں کی نعمتیں اہل دنیا کی عقول سے بالاتر ہیں، یہاں رہتے ہوئے ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے، چنانچہ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

.. اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین

رأت ولا أذن سمعت ولا خطر علی قلب

بشر ..

ترجمہ : ”میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ سامان تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا کبھی خیال ہی گذرا۔“

اس لئے جنت کی نعمتوں کو اہل دنیا کے ذہنوں کے قریب کرنے کے لئے ہماری زبان و محاورات کو استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ کسی چہرے کی خوبصورتی و نورانیت کے کمال کو ظاہر کرنے کے لئے ہم لوگ اسے چاند سے تشبیہ دینے کے عادی ہیں، کسی کی خوبصورتی کے اظہار کے لئے ہمارے پاس اس سے بہتر تشبیہ نہیں، ورنہ اہل جنت کی شان تو یہ ہے کہ اہل جنت میں سے ادنیٰ شخص اگر اپنے کپڑے کا ایک حصہ دنیا میں ظاہر کر دے تو سورج چاند کی روشنی ماند پڑ جائے، اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خود ان حضرات کے حسن و جمال اور ان کی نورانیت کا کیا عالم ہو گا؟

اہل جنت کی غذائیں ایسی لطیف اور وہاں کی فضا اور آب و ہوا ایسی نفیس ہو گی کہ اہل جنت کے پاکیزہ بدنوں میں مواد فاضلہ (فضلات) پیدا ہی نہ ہوں گے کہ ان کے اخراج کی حاجت ہو۔ اس لئے نہ انہیں تھوکنے کی ضرورت ہو گی۔ نہ ناک کی ریزش صاف کرنے کی، نہ بول و براز کے عوارض انکو لاحق ہوں گے، نہ ریح صادر ہو گی، گویا اس پہلو سے انہیں کامل طور پر تشبہ بالملائکہ حاصل ہو گا۔ ان کے قلوب حق تعالیٰ شانہ کی محبت سے لبریز، ان کی زبانیں ذکر الہی سے ہمہ دم تر، ان کی آنکھیں دیدار الہی سے تابناک، ان کی صحبتیں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین و شہداء و صالحین کی برکت سے نورانی ہوں گی۔ اس لئے وہ سراپا نور ہوں گے۔ ادھر جنت کی غذائیں ”او خورد گردد ہمہ نور خدا“ کا حقیقی مصداق ہوں گی اس لئے ان کی خوارک کا ہضم بھی خوشبودار و ڈکار اور رشک غبر پینہ کے ذریعہ ہو گا اور ان کی باطنی نورانیت و روحانیت مشک و کستوری کی صورت میں متمثل ہو گی۔

وہاں میل کچیل، بدبو اور تعفن نہیں ہو گا۔ اس کے باوجود وہ نشاط کے لئے سونے اور چاندی کی کنگھیاں بھی استعمال کریں گے اور خوشبو میں اضافے کے لئے عود کی دھونی بھی لیں گے۔ اگر کسی کو خیال ہو کہ جنت میں تو آگ نہیں ہوگی، اہل جنت عود کی انگیٹھیاں کس چیز سے سلگائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اہل جنت کی کرامت کے لئے وہ بغیر آگ کے کسی مناسب مادے سے سلگائی جائیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہاں آگ تو ہو لیکن اس آگ میں تپش اور گرمی نہ ہو، جس طرح کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نار کو گلزار کر دیا تھا، اسی طرح اہل جنت کے لئے بھی نار کو گلزار بنا دیا جائے تو کیا تعجب ہے۔

اور اہل جنت کے قلوب ہر قسم کے غل و غش اور حسد و کینہ سے پاک ہوں گے۔ ان میں نہ خواہشات کا اختلاف ہو گا۔ نہ باہم منافرت ہوگی بلکہ تمام اہل جنت ”یک جان و دو قالب“ ہوں گے۔ ان سب کی محبت کا مرکز حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی ہوگی اور محبت الہی کی بنا پر تمام اہل جنت کو لباس محبوبیت عطا کیا جائیگا، وہ اللہ تعالیٰ کے محب بھی ہوں گے اور محبوب بھی۔ یحبہم و یحبونہ اس لئے وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے محب و محبوب ہوں گے۔

اور اس حدیث میں جو فرمایا کہ ”وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہیں گے“ اس میں صبح و شام سے مراد علی الدوام ہے چنانچہ دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔

”یلہمون التسمیح کما یلہمون النفس“ یعنی جس طرح سانس جاری ہوتا ہے، اس طرح ان کی مبارک زبانوں پر تسبیح جاری رہے گی۔ ہر جنتی ہمہ دم ”پاس انفاس“ میں مشغول رہے گا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ صبح و شام کے اوقات مزید توجہ الی اللہ اور تسبیح و تہلیل کے اوقات ہوں۔ واللہ اعلم
بাসرارہ۔

ہماری دنیا میں صبح و شام کے اوقات آفتاب کے طلوع و غروب سے وابستہ ہیں۔ جنت میں سورج نہیں ہو گا تو ظاہر ہے کہ دنیا کے صبح و شام بھی وہاں نہیں ہوں گے، لیکن اوقات کی تقدیر و تعین کا کوئی نظام وہاں بھی ہو گا۔ اس نظام کے مطابق وہاں صبح و شام بھی ہوں گے، اور ہفتے، مہینے اور سال بھی۔ بہر حال جنت کی چیزوں کے اور دنیا کی چیزوں کے درمیان صرف نام کا اشتراک ہے۔ ورنہ وہاں کے حقائق کے ساتھ دنیا کی چیزوں کو کوئی مناسبت نہیں۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا ابْنُ
لِیْمَةَ عَنْ بَرِّدِ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَادٍ بْنِ سَعْدٍ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَوْ أَنَّ مَا بَيْنَ ظَهْرِي
يَمَانِي الْجَنَّةِ بَدَأَ آتَرَ خَرَفْتُ لَهُ مَا بَيْنَ خَوَافِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ، وَلَوْ
أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَ فَبَدَأَ أَسَاوِرُهُ لَطَمَسَ ضَوْءَ الشَّمْسِ كَمَا تَطْمِئِسُ
الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُومِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ
حَدِيثِ ابْنِ لِيْمَةَ .

وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُ ابْنُ أَبِي ثَوْبٍ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ بَرِّدِ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ ،
وَقَالَ عَنْ مُعَمَّرِ بْنِ سَعْدٍ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ترجمہ : ”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے
ارشاد فرمایا کہ جنت کی چیزوں میں سے اتنی مقدار جس کو
ناخن اٹھا سکتا ہے۔ اگر دنیا میں ظاہر ہو جائے تو آسمان و زمین
کے کناروں کے درمیان کی تمام چیزیں آراستہ و مزین ہو

جائیں اور اگر اہل جنت میں سے کوئی شخص دنیا میں جھانک کر دیکھ لے، پس اس کے نگن ظاہر ہو جائیں تو ان کی چمک سے سورج کی روشنی جاتی رہے، جیسا کہ دھوپ، ستاروں کی روشنی کو مٹا دیتی ہے۔“

اہل جنت کا لباس اور کپڑے

باب

مَاجَاءُ فِي صِفَةِ نِيَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ زَابُو هِشَامِ الرَّفَاعِيِّ قَالَ : حَدَّثَنَا مُكَاذُّ بْنُ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ هَامِرِ الْأَحْوَلِ عَنْ شَمْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ كَهَلٍّ لَا يَفْقُ شَبَابُهُمْ وَلَا تَبْلَى نِيَابُهُمْ .
قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل جنت کے بدن بالوں سے صاف ہوں گے، وہ بے ریش ہوں گے، ان کی آنکھیں سرگیں ہوں گی، نہ ان کی جوانی ڈھلے گی، نہ ان کے کپڑے میلے اور بوسیدہ ہوں گے۔“

تشریح : ”جُرْدٌ“: اجرد کی جمع ہے اس شخص کو کہتے ہیں جس کے بدن پر بال نہ ہوں، مطلب یہ کہ دنیا میں بدن پر جو بال ہوتے ہیں (جن میں غیر ضروری بال بھی داخل ہیں) اہل جنت کے بدن پر وہ نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے بدن صاف شفاف ہوں گے۔

”مُرْدٌ“: امرد کی جمع ہے، بے ریش لڑکے کو امرد کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ

اہل جنت اپنی صحت و قوت کے اعتبار سے نو عمر ہوں گے، جن کے چہرے پر ڈاڑھی نہیں آئی ہوگی۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ ڈاڑھی صاف کراتے ہوں گے۔

فائدہ: یہ جو مشہور ہے کہ جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون (علیہم السلام) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ڈاڑھی ہوگی محض غلط اور بے اصل ہے۔
 کھلی: اکھل کی جمع ہے۔ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں سرگیں ہوں، اہل جنت کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگیں ہوں گی۔ سرمہ لگانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

حَدَّثَنَا أَبُو سُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا رِشْدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو
 ابْنِ الْحَرِثِ مَنْ دَرَجِ أَبِي السَّمْعِ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلُهُ (وَفُرُشٌ مَرْفُوعَةٌ) قَالَ أَرَأَيْتُمْهَا لَكُمْ بَيْنَ السَّمَاءِ
 وَالْأَرْضِ مَسِيرَةً خَمِيسًا نَةً .

قال أبو جهم: هذا حديث قريب لا نعرفه إلا من حديث رِشْدِ بْنِ سَعْدٍ
 وقال بعض أهل العلم في تفسير هذا الحديث إن معناه الفُرش في الدَرَجَاتِ
 وَبَيْنَ الدَرَجَاتِ كما بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ .

ترجمہ: ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد خداوندی ”و فرش مرفوعہ“ (الواقعہ: ۳۴) کے بارے میں فرمایا: کہ ان کی بلندی ایسی ہوگی، جیسے آسمان اور زمین کے درمیان کا فاصلہ ہے یعنی پانچ سو سال کی مسافت۔“

تشریح: اس حدیث کی شرح خود امام ترمذیؒ نے بعض اہل علم سے نقل کی

ہے کہ یہ درجات جنت میں ہوں گے اور جنت کے ہر دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین کا فاصلہ ہو گا گویا ”فرش مرفوعہ“ سے درجات جنت کی بلندی مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

جنت کے پھلوں کی شان باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ نَمَارِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا أَبُو كَرِيبٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَمَّادٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَذُكِرَ لَهُ سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى قَالَ: يَسِيرُ الرَّائِبُ فِي ظِلِّهَا لَمْ يَنْفِ (۱) مِنْهَا مِائَةَ سَنَةٍ أَوْ يَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا مِائَةَ رَاكِبٍ، ذَلِكَ يَحْبِبِي. فِيهَا فَرَّاشُ الذَّهَبِ كَأَنَّ نَمْرَها الذِّادِلَ.

قَالَ أَبُو عِيدَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: ”حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپ نے ”سدرۃ المنتہی“ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی شاخوں کے سائے میں سوار ایک سال تک چلتا رہے گا۔ یا یہ فرمایا کہ سو سوار اس کے سائے میں آسکیں گے۔ (راوی کو شک ہے کہ وہ بات فرمائی تھی یا یہ) اس پر گرنے والے پروانے سونے کے ہیں اور اس کے پھل گویا بڑے بڑے مٹکے ہیں۔“

جنت کے پرندوں کی شان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ طَيْرِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : سَمِعَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا الْكَوْثَرُ ؟ قَالَ : ذَاكَ نَهْرٌ أُعْطِيَ بِهِ اللَّهُ
يَغْفِي فِي الْجَنَّةِ أَشَدَّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ ، وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ ، فِيهَا مَائِدٌ أُعْطِيَهَا
كَأَعْنَقِ الْجَزْرِ . قَالَ عُمَرُ : إِنَّ هَذِهِ لَنَاعِمَةٌ . قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ : أَكَلَتْهَا أَحْسَنُ مِنْهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ . وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ
هُوَ ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ . وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمٍ قَدْ رَوَى عَنْ ابْنِ
عُمَرَ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کوثر کیا
چیز ہے؟ فرمایا یہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی
ہے یعنی جنت میں جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ
شیریں ہے اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں
کی گردنوں جیسی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
یہ پرندے تو بہت ہی خوب ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ کھانے والے ان سے بڑھ کر خوش قسمت ہیں۔“

جنت کے گھوڑوں کی شان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خَيْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ : أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ قُلَيْبٍ . حَدَّثَنَا الْمُسَوْدِيُّ عَنْ عُلَقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ خَيْلٍ ؟ قَالَ : إِنْ اللَّهُ أَدْخَلَ الْجَنَّةَ ، فَلَا نَسَاءَ أَنْ تُحْمَلَ فِيهَا عَلَى فَرَسٍ مِنْ بَأَقُوَّةِ حُمْرَاءِ يَطِيرُ بِكَ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ . قَالَ : وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ إِبِلٍ ؟ قَالَ : فَلَمْ يَقُلْ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِصَاحِبِهِ قَالَ : إِنْ بُدِخِلَكَ اللَّهُ الْجَنَّةَ لَكُنْ لَكَ فِيهَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَدَتْ غَمُوكَ .

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُلَقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَابِطٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ ، وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ الْمُسَوْدِيِّ .

ترجمہ : ”حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے جنت میں داخل فرما دیا تو جب بھی تجھے خواہش ہوگی کہ تجھے سرخ یا قوت کے گھوڑے پر سوار کیا جائے جو جنت میں جہاں بھی تو چاہے تجھے لیکر اڑتا پھرے، تجھے

ایسا گھوڑا عطا کر دیا جائیگا، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اور شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں اونٹ بھی ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو وہ جواب نہیں دیا جو پہلے شخص کو دیا تھا بلکہ یہ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل کر دے تو تجھے جنت میں ہر وہ چیز ملے گی جس کو تیرا دل چاہے گا اور جس سے تیری آنکھیں لطف اندوز ہوں گی۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سُرَّةَ الْأَحْمَسِيِّ . حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ وَاصِلٍ هُوَ ابْنُ السَّائِبِ مَنِ ابْنِ سُرَّةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ :
 أَنِّي لَأُبْهِ صَاحِبِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغْرَابِي ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَحِبُّ
 الْخَيْلَ أَفِي الْجَنَّةِ خَيْلٌ ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ أَذْخَلْتَ
 الْجَنَّةَ أُنْبِتَ بِفَرَسٍ مِنْ بَأَنَوَاتِهِ جَنَاحَانِ فَحُمِلَتْ عَلَيْهِ ، ثُمَّ طَارَ بِكَ
 حَيْثُ شِئْتَ .

قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ آئِسَ إِسْنَادُهُ بِالتَّوَيِّ ، وَلَا نَعْرِفُهُ
 مِنْ حَدِيثِ أَبِي أَيُّوبَ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ ، وَأَبُو سُرَّةَ هُوَ ابْنُ أَخِي
 أَبِي أَيُّوبَ بَصَّافٌ فِي الْحَدِيثِ ضَعْفُهُ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ جَدًّا ، قَالَ : وَسَمِعْتُ
 مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ : أَبُو سُرَّةَ هَذَا مُنْكَرُ الْحَدِيثِ يَرْوِي مَنَاكِبَ
 مَنْ أَبِي أَيُّوبَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

ترجمہ : ”حضرت ابوالایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا، یا رسول اللہ! میں گھوڑوں کو بہت پسند کرتا ہوں۔ کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تو جنت میں داخل کر دیا گیا تو تیرے پاس یا قوت کا گھوڑا لایا جائے گا۔ جس کے دو بازو ہوں گے تجھے اس پر سوار کر دیا جائے گا پھر تو جہاں چاہے تجھے لے کر اڑتا پھرے گا۔

تشریح: یہ روایت کمزور ہے، جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اس کی سند پر کلام کیا ہے لیکن حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت اس کی موید ہے اور اس کے مضمون میں کوئی اشکال نہیں، جنت کی شان یہ ہے کہ اہل جنت جس چیز کی خواہش کریں گے حق تعالیٰ شانہ ان کی چاہت پوری فرمائیں گے۔ پس اگر کسی کا گھوڑے کی سواری کو جی چاہے گا تو جنت کے شایان شان گھوڑا اس کو عطا کر دیا جائے گا۔ جس کی شکل و صورت تو گھوڑے کی ہوگی، لیکن وہ دنیا کے گھوڑوں جیسا نہیں ہوگا، بلکہ جنت کے یا قوت کا گھوڑا ہو گا جو ہوائی جہاز کی طرح پرواز کرے گا۔

اہل جنت کی عمروں کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ مُحَمَّدُ بْنُ فَرَّاسٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . حَدَّثَنَا عِمْرَانُ أَبُو الْقَوَامِ عَنْ قَنَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ هَبْدِ الرَّحَنِ بْنِ غُفَمٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكْحَلِينَ أَبْنَاءَ ثَلَاثِينَ أَوْ ثَلَاثِينَ وَثَلَاثِينَ سَنَةً .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَبَعْضُ أَصْحَابِ فَتَاوَةِ
رَوَوْا هَذَا عَنْ فِتَاوَةِ مُرْسَلًا وَلَمْ يُسْنِدُوهُ.

ترجمہ: ”حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل
جنت، جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے بدن پر بال نہیں
ہوں گے، چہرے بے ریش اور آنکھیں سرگیں ہوں گی، تمیں
یا فرمایا تینتیس برس کی عمر کے ہوں گے۔“

تشریح: بدن پر بالوں کا نہ ہونا حسن و خوبی ہے۔ چنانچہ شامل شریفہ میں آتا
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر بال نہیں تھے، البتہ سینے
سے ناف تک بالوں کی ایک باریک سی لکیر چلی گئی تھی۔ پہلے حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ اہل جنت نوجوان ہوں گے۔ اس
حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے کہ ان کی عمریں تیس سال یا تینتیس سال کی ہوں
گی۔ پہلے زمانوں میں جب عمریں طویل ہوتی تھیں تیس برس نوجوانی کی عمر
ہوتی تھی۔ یہی حال اہل جنت کا ہو گا۔

اہل جنت کی کتنی صفیں ہوں گی؟

باب

ما جاء في صف أهل الجنة

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ بَرِيْدٍ الطَّحَّانُ الْكُوفِيُّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

ابْنُ فَضِيلٍ عَنْ خِرَارِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ ابْنِ بَرِيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُونَ وَبِئَاثَةَ صَفٍ نَمَانُونَ مِنْهَا مِنْ هَذِهِ الْأُمَمِ وَأَرْبَعُونَ مِنْ سَائِرِ الْأُمَمِ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ . وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ هَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بَرِيْدَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا ، وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بَرِيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ .

وَحَدِيثُ أَبِي سِنَانٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ حَسَنٌ ، وَأَبُو سِنَانٍ اسْمُهُ خِرَارُ بْنُ مُرَّةَ ، وَأَبُو سِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ اسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ سِنَانٍ ، وَأَبُو سِنَانٍ الشَّامِيُّ اسْمُهُ عِيْسَى بْنُ سِنَانٍ هُوَ الْقَسَمَلِيُّ .

ترجمہ : ”حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ اسی (۸۰) صفیں اس امت کی اور چالیس صفیں باقی امتوں کی۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَيْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . انْبِئَانَا شُعْبَةُ

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ : سَمِعْتُ عُمَرَو بْنَ مَيْمُونٍ يَحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ

قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْمَوْنَ مِنْ أَرْضَ بَيْعَانَ ، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أُنْزِلُوا أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، قَالُوا نَعَمْ ، قَالَ : أُنْزِلُوا أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، قَالُوا نَعَمْ ، قَالَ : أُنْزِلُوا أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، إِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسَلِّمَةٌ ؛ مَا أَنْتُمْ فِي الْبَرْكِ إِلَّا كَالشَّمْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ النَّوْرِ الْأَسْوَدِ ، أَوْ كَالشَّمْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ النَّوْرِ الْأَحْمَرِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .
وَفِي الْبَابِ مِنْ عِرَّانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک قبہ میں قریباً ”چالیس آدمی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا: کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم (یعنی تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے افراد) اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں! (ہم اس پر راضی ہیں) فرمایا کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم اہل جنت میں تہائی ہو۔ عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا، کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم نصف اہل جنت ہو؟ (اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان اس کے قبضہ میں ہے بے شک میں امید رکھتا ہوں کہ تم (کم از کم) نصف اہل جنت ہو گے اس کی وجہ یہ ہے کہ) جنت میں صرف وہی شخص داخل

ہو گا جو مسلمان ہو۔ اور تم اہل شرک کے مقابلے میں اس سفید بال کی طرح ہو جو سیاہ رنگ کے بیل کی کھال میں ہو۔ یا اس سیاہ بال کی طرح جو سرخ رنگ کے بیل کی کھال میں ہوتا ہے۔“

تشریح: یہ قبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منی میں نصب کیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حجتہ الوداع کا واقعہ ہے۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تھا۔ اس میں یہ بشارت سنائی تھی۔ پہلے چوتھائی، پھر تہائی، پھر نصف کا ذکر فرمانا سامعین کی مسرت میں اضافہ کے لئے تھا، اور آخر میں جو فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم نصف اہل جنت ہو گے۔ اس میں زیادہ کی نفی نہیں۔ چنانچہ متعدد احادیث میں یہ مضمون ہے کہ اس امت کی تعداد اہل جنت میں دو تہائی ہوگی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث بھی اسی کی موید ہے جس میں فرمایا گیا ہے اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ اسی (۸۰) صفیں اس امت کی، اور چالیس صفیں دوسری امتوں کی۔

جنت کے دروازوں کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِيُّ . حَدَّثَنَا مَعْنُ ابْنُ عِيْسَى الْقَزَّازُ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ مِّنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَابُ أُمَّتِي الَّذِي يَدْخُلُونَ مِنْهُ الْجَنَّةَ مَرْغَضُهُ مِثْرَةُ الرَّائِكِ الْجَوَادِ ثَلَاثًا، ثُمَّ إِنَّهُمْ لَيُضْفَطُونَ عَلَيْهِ حَتَّى تَكَادُ

مَنْ يَكُفُّهُمْ تَزُولُ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ، قَالَ : سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هَذَا
الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ ، وَقَالَ : يَخَالِدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ مَنَاكِحُ عَنْ سَالِمِ
ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میری
امت کا دروازہ جس سے وہ جنت میں داخل ہوگی (اتنا وسیع
اور کشادہ ہے کہ) اس کی پسائی تیز رفتار گھڑ سوار کی تین دن
(یا تین سال) کی مسافت ہے۔ اس کے باوجود اس قدر بھیڑ ہو
گی کہ (کھوے سے کھوا) چھلتا ہو گا، اور قریب ہو گا کہ ان کے
کندھے اتر جائیں۔“

تشریح : جنت کے دروازے کی وسعت کے بارے میں متعدد احادیث وارد
ہوئی ہیں چنانچہ :

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کی
مسافت ہے۔ (رواہ احمد و ابو یعلیٰ۔ در جالہ و تہو علی ضعف فیہم)

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پورا کرو گے ستر امتوں کو، جن میں تم سب سے آخر
میں ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز ہو، اور جنت میں دو پٹوں کے
درمیان کا فاصلہ چالیس برس کی مسافت ہے۔ اور اس پر ایک دن آئے گا کہ
وہ (کثرت اثر دھام کی وجہ سے) گھٹا ہوا ہو گا۔ (رواہ احمد و جالہ ثقات)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں دو پٹوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کی مسافت ہے۔ اور اس پر ایک دن آئے گا کہ اس پر ایسا اژدھام ہو گا جیسے پانچ دن کے پیاسے اونٹ پانی پر جائیں تو ان کا پانی پر اژدھام ہوتا ہے۔ (رواہ الطبرانی وفیہ رزیک بن ابی رزیک ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔)

-مجمع الزوائد ص ۳۹۷ ج ۱۰-

خالد بن عمیر کہتے ہیں کہ حضرت عتبہ بن غزوہ نے (جو بصرہ کے امیر تھے) ہمیں خطبہ دیا، اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

”دنیا خاتمہ کا اعلان کر چکی ہے، اور تیزی سے ختم ہوتی ہوئی بھاگ رہی ہے اور اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا سوائے تلچھٹ کے، جیسے برتن میں تلچھٹ رہ جاتی ہے جس کو اس کا مالک چوستا ہے، اور تم یہاں سے ایک ایسے گھر کی طرف منتقل ہو گے جس کے لئے زوال نہیں۔ پس جو کچھ تمہارے پاس موجود ہے اس سے بستر کے ساتھ وہاں منتقل ہو۔ کیونکہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا کہ ایک پتھر جنم کے منڈیر سے پھینکا جائے گا وہ ستر سال تک اس میں گرے گا لیکن اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گا، اور اللہ کی قسم! وہ جنم البتہ بھر دی جائے گی، کیا تمہیں تعجب ہے؟“

اور ہم سے ذکر کیا گیا کہ جنت کے دروازے کے دو پٹوں کا فاصلہ چالیس برس کی مسافت کا ہو گا، اور اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ ہجوم کی وجہ سے پٹا ہوا ہو گا، اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات میں سے ساتواں آدمی تھا۔ اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی خوراک نہیں تھی۔ یہاں تک کہ پتے کھاتے کھاتے ہماری باچھیں چھل گئیں۔ پھر مجھے ایک چادر پڑی مل گئی۔ میں نے چہرہ کر اس کے دو حصے کر لئے، ایک حصہ کی لنگی میں نے باندھ لی۔ اور دوسرے حصہ کی سعد بن مالک نے۔ آج ان ساتوں میں ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔ اور

میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے جی میں بڑا بننا پھروں اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں چھوٹا رہوں۔ اور دیکھو! کبھی کوئی نبوت نہیں ہوئی مگر رفتہ رفتہ اس کے آثار ملتے گئے، اور آخر کار ملوکیت رہ گئی۔ اب تم کو ہمارے بعد کے امراء سے سابقہ پڑے گا۔ اور تم ان کا تجربہ کرو گے۔

(صحیح مسلم ص ۲۰۸ ج ۲)

مذکورہ بالا احادیث میں جنت کے دروازے کی مسافت چالیس برس کی ذکر کی گئی ہے اور ترمذی کی حدیث الباب میں تیز رفتار گھوڑے کی رفتار سے تین دن یا تین برس کی مسافت ذکر کی گئی ہے۔ ترمذی کی روایت اول تو کمزور ہے جب کہ امام ترمذی نے تصریح فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ کم مقدار میں حصر مقصود نہیں، بلکہ مراد اس سے طول مسافت کا ذکر کرنا ہے اس لئے جن احادیث میں زیادہ مسافت آئی ہے یہ ان کے منافی نہیں۔

جنت کے بازار کا ذکر

باب

مَا جَاءَ فِي سُوقِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ . حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَلِيدِ بْنُ حَبِيبٍ . حَدَّثَنَا أَبُو الْعَشِيرِ . حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ . حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمَسْبُوبِ أَنَّهُ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : أَسْأَلُ اللَّهَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فِي سُوقِ الْجَنَّةِ ، فَقَالَ سَعِيدٌ : أَفَبِهَا سُوقٌ ؟ قَالَ : نَعَمْ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلُوهَا نَزَلُوا فِيهَا بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ ، ثُمَّ يُؤَدَّنُ فِي مَقَادِرِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا فَيُزَوِّدُونَ رَبَّهُمْ ، وَيُزِيدُ لَهُمْ عَرْشُهُ وَيَتَبَدَّى لَهُمْ فِي رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ

الْجَنَّةِ ، فَتَوَضَّعَ لَهُمْ مَتَابِرُ مِنْ نُورٍ وَمَتَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَتَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ ،
وَيَجْلِسُ أَذْنَاهُمْ وَمَا فِيهِمْ مِنْ دَنِيٍّ عَلَى كُنْهَانِ الْمَسْكِ وَالْكَافُورِ وَمَا بَرَزَ
أَنْ أُنْحَابَ الْكَرَامِيِّ بِأَفْضَلٍ مِنْهُمْ بِجِلْسٍ . قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَهَلْ تَرَى رَبَّنَا ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : هَلْ تَنَامُونَ فِي رُؤْيَا
الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ؟ قُلْنَا لَا . قَالَ : كَذَلِكَ لَا تَنَامُونَ فِي رُؤْيَا
رَبِّكُمْ وَلَا يَبْقَى فِي ذَلِكَ الْمَجْلِسِ رَجُلٌ إِلَّا حَاصَرَهُ اللَّهُ مُحَاصِرَةً حَتَّى
يَقُولَ لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ أَنْذِرْ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا ؟ فَيَذْكُرُ
بِبَعْضِ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا ، فَيَقُولُ : يَا رَبِّ أَهَلَمْ تَغْفِرْ لِي ؟ فَيَقُولُ : بَلَى ،
فَتَمُتُ مَغْفِرَتِي . بَلَغَتْ بِكَ مَزَلَّتْكَ هَذِهِ ، فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ غَشِيَتْهُمْ
سَحَابَةٌ مِنْ نُورٍ فَمِنْهُمْ فَأَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طَيْبًا لَمْ يَجِدُوا مِثْلَ رِيحِهِ شَيْئًا قَطُّ ،
وَيَقُولُ رَبَّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى : قَوْمُوا إِلَى مَا أَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ
فَتَخُذُوا مَا أَشْتَهَيْتُمْ ، فَنَاقَنِي سَوْفَا فَدَخَلْتُ بِالْمَلَائِكَةِ ، فَبَدَأَ مَا لَمْ تَنْظُرِ
الْعَيُونُ إِلَى مِثْلِهِ ، وَلَمْ تَسْمَعْ الْأَذَانُ ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوبِ فَيَحْتَمِلُ لَنَا
مَا أَشْتَهَيْنَا ، لَيْسَ يَبَاعُ فِيهَا وَلَا يُشْتَرَى ، وَذَلِكَ الشُّوقُ يَلْقَى أَهْلَ الْجَنَّةِ
بِمَعْصُومٍ بَعْضًا ، قَالَ : فَيَقْبِلُ الرَّجُلُ ذُرَّ الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقَى مَنْ هُوَ
دُونَهُ وَمَا فِيهِمْ دَنِيٌّ فَيُرْوَعُهُ مَا يَرَى عَلَيْهِ مِنَ الْأَبَاسِ ، فَا بِنْفَضِي آخِرُ
حَدِيثِهِ حَتَّى يَتَخَيَّلَ إِلَيْهِ مَا هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ ، وَذَلِكَ أَنَّهُ لَا يَنْتَبِهُ لِأَحَدٍ
أَنْ يَحْزَنَ فِيهَا ، نَحْمُ نَنصَرِفُ إِلَى مَنَازِلِنَا ، فَيَخْلُقَانَا أَزْوَاجًا فَيَقْلَنَ مَرْحَبًا
وَأَهْلًا ، لَقَدْ جِئْتُ وَإِنْ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ أَفْضَلُ مِمَّا فَارَقْتُنَا عَلَيْهِ ، فَيَقُولُ :
إِنَّا جَاءَنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارُ ، وَبَحَقْنَا أَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا أَتَقَلَّبْنَا .
قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .
وَقَدْ رَوَى سُوَيْدُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ شَيْئًا مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ .

ترجمہ : ”حضرت سعید بن مسیبؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ان کی (مدینہ کے بازار میں) ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ مجھے اور آپ کو جنت کے بازار میں جمع کر دیں۔ حضرت سعید نے عرض کیا کہ کیا جنت میں بازار بھی ہو گا؟ فرمایا ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے اپنے اعمال کے مطابق اس (کے درجات) میں فروکش ہو جائیں گے۔ پھر ان کو دنیا کے دنوں کے (ہفتہ کے حساب سے) جمعہ کے دن کی مقدار میں (بارگاہ الہی کی) حاضری کی اجازت دی جائے گی، پس وہ اپنے رب کی زیارت کریں گے اور جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں ان کے سامنے عرش الہی ظاہر ہو گا، اور حق تعالیٰ شانہ تجلی فرمائیں گے، پس ان کے لئے (حسب مراتب) ممبر رکھے جائیں گے۔ ان میں سے بعض کی نشست نور کے منبروں پر ہوگی، بعض کی موتی کے منبروں پر، بعض کی یاقوت کے منبروں پر، بعض کی زبرجد کے منبروں پر، بعض کی سونے کے منبروں پر، بعض کی چاندی کے منبروں پر، اور ان میں سے جو حضرات سب سے کم مرتبہ ہوں گے اور ان میں کوئی شخص بھی بذات خود کم مرتبہ نہیں، وہ مشک و کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے، ان حضرات کو یہ خیال نہیں ہو گا کہ جو حضرات کرسیوں اور منبروں پر تشریف فرما ہیں، ان کی نشست ان سے بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اور کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟

فرمایا۔ ہاں کیا تم سورج کے اور چودھویں رات کو چاند کے دیکھنے میں کبھی شک و شبہ کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا، نہیں! فرمایا، اسی طرح تم اپنے رب کے دیکھنے میں بھی شک نہیں کرو گے، اور اس مجلس میں کوئی ایسا شخص نہیں ہو گا جس سے حق تعالیٰ شانہ براہ راست گفتگو نہ فرمائیں، یہاں تک کہ ان میں سے ایک آدمی سے فرمائیں گے، اے فلاں بن فلاں! کیا تجھے یاد ہے کہ تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کہا تھا؟ پس اللہ تعالیٰ اس کو اس کی بعض بے وفائیاں یاد دلائیں گے، وہ عرض کرے گا، اے پروردگار! کیا آپ نے میری مغفرت نہیں فرما دی؟ ارشاد ہو گا، کیوں نہیں؟ میری وسیع مغفرت کی بدولت ہی تو تو اپنے اس مرتبہ کو پہنچا۔ پس وہ اس حالت (لذت دیدار الہی و گفتار خداوندی) میں ہوں گے کہ اتنے میں اوپر سے ایک بدلی ان کو ڈھانک لے گی، پس ان پر خوشبو برسائے گی، ایسی خوشبو انہوں نے کبھی نہیں سونگھی، اور ہمارے رب تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کہ اٹھو! اور تمہارے اعزاز اکرام کے لئے میں نے جو سامان تیار کر رکھا ہے اس میں سے جو تمہارا جی چاہے لے لو، پس ہم ایک بازار میں جائیں گے، جس کو فرشتوں نے گھیر رکھا ہو گا، ایسا بازار نہ کبھی آنکھوں نے دیکھا نہ کبھی کانوں نے سنا، اور نہ کبھی دلوں میں اس کا خیال آیا، اس بازار میں اپنی چاہت اور خواہش کے مطابق ہم جن چیزوں کا انتخاب کر لیں گے وہ ہماری طرف اٹھا کر لائی جائیں گی۔ (یعنی فرشتے اس کو ہمارے گھر پہنچا دیں گے) اس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہو گی (بلکہ جو کچھ کسی کا دل چاہے گا حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے عطیہ اور ہدیہ کے طور پر پیش کر

دی جائے گی) اسی بازار میں اہل جنت کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک اونچے مرتبہ کا شخص آ رہا ہو گا اور اس کی ملاقات اپنے سے کم مرتبہ شخص سے ہوگی، اور واقعہ "ان میں کوئی شخص بھی کم مرتبہ نہیں ہو گا۔ تو اس (کم مرتبہ شخص) کو اس بلند مرتبہ شخص کے لباس پر رشک آئے گا (اور دل میں خیال گزرے گا کہ اس کا لباس بھی ایسا ہوتا) ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوگی کہ اسے خیال ہو گا کہ اس کا لباس اس سے خوبصورت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کے لئے شایاں نہیں کہ جنت میں غمگیں ہو (اور چونکہ اس خیال سے بھی کسی قدر غم لاحق ہو سکتا ہے کہ میرا لباس فلاں سے گھٹیا ہے۔ اس لئے فی الفور اس کا ازالہ کر دیا جائے گا) پھر ہم اپنے گھروں کو لوٹیں گے تو ہماری بیویاں مرحبا اور خوش آمدید کہہ کر ہمارا استقبال کریں گی، اور کہیں گی کہ اس وقت تمہارا حسن و جمال اس وقت سے کہیں بڑھ کر ہے جب تم ہمارے پاس سے گئے تھے، ہم کہیں گے آج ہمیں اپنے رب جبار کی بارگاہ میں ہم نشینی میسر آئی ہے اس لئے ایسے حسن و جمال کے ساتھ لوٹنا ہی ہمارے لئے شایان شان ہے۔"

تشریح: جنت میں دنیا کے دن رات کا نظام تو نہیں ہو گا، لیکن ظاہر ہے کہ اندازہ وقت کا کوئی نہ کوئی نظام وہاں بھی ہو گا۔ جس سے دنوں کا اور ماہ و سال کا حساب کیا جاسکے۔ پس دنیا کے ساتھ دنوں کی مدت میں جمعہ کے دن بارگاہ خداوندی میں حاضری ہوا کرے گی۔ یہ گویا اہل جنت کی نماز جمعہ ہوگی اور جنت کے جس باغ میں یہ اجتماع ہو گا، وہ گویا اہل جنت کی جامع مسجد ہوگی اور بعید نہیں کہ یہ دنیا کی نماز جمعہ ہی کی مثالی شکل ہو۔ فرق یہ ہے کہ یہاں

تجلی الہی ظرف دنیا کے مطابق ظاہر ہوتی ہے وہاں ظرف جنت کے مطابق ہو گی۔ یہاں کلام الہی بالواسطہ (خطبہ و جماعت کی شکل میں) سنا جاتا ہے، وہاں ہر شخص بلا واسطہ شرف ہمکلامی حاصل کرے گا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں عیدین کا بھی اجتماع ہوا کرے گا۔ جس میں پردہ نشینان جنت بھی شریک ہوا کریں گی، واللہ اعلم۔

اہل جنت کے مراتب کا کم و بیش ہونا تو واضح ہے، ظاہر ہے کہ انبیاء صدیقین، شہداء، صالحین اور عامہ مومنین کے درجات میں تفاوت ہو گا، اور پھر ایک جماعت (مثلاً "حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے درجات بھی مختلف ہوں گے، لیکن اہل جنت میں فی نفسہ کوئی شخص بھی کم مرتبہ نہیں ہو گا سب عالی مرتبت ہوں گے جیسے انبیاء کرام علیہم السلام سب کے سب عالی مرتبت ہیں اس کے باوجود ان کے آپس کے مراتب مختلف ہیں۔ اس لئے اس حدیث میں دو مرتبہ فرمایا کہ "ان میں کوئی شخص بھی کم مرتبہ نہیں" اور یہ جو فرمایا کہ "حق تعالیٰ شانہ بندے کی بعض بے وفائیاں یاد دلائیں گے" بے وفائیوں سے مراد گناہ اور لغزشیں ہیں۔ اول تو عہد الست کے ذریعہ سب بندوں نے حقوق ربوبیت ادا کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ پھر اہل ایمان نے حق تعالیٰ شانہ کے ہاتھ جان و مال کی بیع کا معاہدہ بھی کر رکھا ہے جیسا کہ آیت کریمہ :

”إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ

وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَّهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبة - ۱۱۱)

ترجمہ : ”بے شک اللہ نے خرید لیں، ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس کے بدلے میں کہ ان کے لئے جنت ہے۔“

ان معاہدوں کا تقاضا یہ تھا کہ بندے کو ایک لمحہ بھی غفلت نہ ہوتی، اور

اس سے ایک آن کے لئے سرمو کوئی کوتاہی، کوئی لغزش اور کوئی گناہ نہ ہوتا۔ لیکن کون بندہ ایسا ہو گا کہ اس سے ادنیٰ بھول چوک بھی نہ ہو۔ پس بندوں کی کوتاہیاں، لغزشیں اور ان کے صغیرہ، کبیرہ گناہ ان معاہدوں کے خلاف ہیں اس لئے ان کو غدرات (عہد شکنیوں اور بے وفائیوں) سے تعبیر فرمایا گیا۔

اور یہ یاد دلانا عار دلانے اور شرمندگی و خجالت میں مبتلا کرنے کے لئے نہیں ہو گا کہ جنت اس کا محل نہیں، بلکہ تجدید شکر کے لئے ہو گا۔ کیونکہ جب بندے کی نظر اس پر جائے گی کہ اپنے عمل تو ایسے تھے اب یہ محض حق تعالیٰ شانہ کا بے پایاں لطف و کرم ہے کہ میری ایسی ایسی عہد شکنیوں کے باوصف بھی مجھے نظر لطف سے محروم نہیں فرمایا تو اس سے حق تعالیٰ شانہ کی محبت میں مزید اضافہ ہو گا۔ اور جذبات شکر کے سمندر میں مزید طلاطم پیدا ہو جائے گا۔ بلاشبہ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کو غلط فہمی کی بنا پر دوسرے شخص سے رنجش ہو اور وہ شخص دوسرے کے خلاف کارروائی کرتا ہو۔ مگر دوسرا اس پر برابر احسانات و انعامات کرتا جائے اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے۔ بعد میں دونوں کی صلح ہو جائے اور انتہائی درجہ کی یگانگت و محبت پیدا ہو جائے، اب یہ دوسرے صاحب کبھی دل لگی کے لئے کہیں کہ ”یہ حضرت بھی ہمارے خلاف سعی فرمایا کرتے تھے“ ظاہر ہے کہ اس جملہ سے مقصود اپنے دوست کی توہین و تذلیل نہیں، بلکہ اس کو اپنی محبت و دوستی کی قدر و قیمت یاد دلانا ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَهَنَادُ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو مُسَاوِيَةَ .

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ الثُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ فِي الْجَنَّةِ سَوْفًا مَافِيهَا شِرَاءٌ وَلَا بَيْعٌ إِلَّا الْعُشُورَ مِنْ الرُّجَالِ وَالنِّسَاءِ ، فَإِذَا اشْتَقَى الرَّجُلُ صُورَةً دَخَلَ فِيهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت میں ایک بازار ہے جس میں خرید و فروخت نہیں ہوگی، اس میں بس مردوں اور عورتوں کی تصویریں ہوں گی، جب آدمی ان میں سے کسی صورت کو پسند کرے گا اس میں داخل ہو جائے گا۔“

تشریح : ان تصویروں کی حیثیت غالباً ”لباس کی ہوگی، مطلب یہ کہ حسن و جمال اور زینت و آرائش کے جس خاکہ و نقشہ، جس ہیئت و صورت اور جس شکل و شبہت کو آدمی پسند کرے گا وہ اسے فوراً ”میا ہو جائے گی۔ اور آدمی اسے اپنا لے گا، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ جنت میں (حد آدمیت کے اندر) مختلف شکلیں بدلنے کی بھی آدمی کو قدرت عطا کی جائے یا یہ کہ جب بھی آدمی تبدیلی شکل کی خواہش کرے حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے فوراً ”یہ تبدیلی واقع ہو جایا کرے۔“

جنت میں دیدارِ الہی

باب

مَا جَاءَ فِي رُؤْيَا الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى

اہل حق کا اس پر اجماع ہے کہ جنت میں اہل ایمان کو حق تعالیٰ شانہ کا بلا کیف و بلا جہت دیدار ہو گا اور یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کے مقابلہ میں جنت کی ساری نعمتیں سچ ہیں، قرآن کریم کی متعدد آیات شریفہ میں صراحتاً و اشارتاً ”اس نعمت کبریٰ کا ذکر ہے اور اس بارے میں احادیث متواترہ وارد ہیں، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے رسالہ ”فقہ اکبر“ میں ہے :

”ویراہ المؤمنون وهم فی الجنة باعین

رؤسہم بلا تشبیہ ولا کیفیة ولا کمیة،

ولا يكون بينه وبين خلقه مسافة“

(شرح فقہ اکبر ۱۰۰)

ترجمہ : ”اور اہل ایمان جنت میں سر کی آنکھوں سے حق تعالیٰ شانہ کی زیارت کریں گے بغیر تشبیہ کے، بغیر کیفیت کے اور بغیر کمیت کے اور حق تعالیٰ شانہ کے درمیان اور اس کی مخلوق کے درمیان مسافت نہیں ہوگی۔“

حافظ ابن قیمؒ ”حادی الارواح“ میں لکھتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس مضمون کی احادیث متواتر ہیں کہ جنت میں اہل ایمان کو دیدار الہی کی دولت و سعادت نصیب ہو گی اور یہ احادیث مندرجہ ذیل حضرات سے مروی ہیں: ابو بکر الصدیق، ابو ہریرہ، ابوسعید خدری، جریر بن عبداللہ البجلی، صیب بن شان رومی، عبداللہ بن مسعود، علی بن ابی طالب، ابو موسیٰ اشعری، عدی بن حاتم، انس بن مالک، بریدہ بن حبیب، ابورزین العقیلی، جابر بن عبداللہ، ابوامامہ، زید بن ثابت، عمار بن یاسر، عائشہ ام المومنین، عبداللہ بن عمر، عمارہ بن زبیب، سلمان فارسی، حذیفہ بن یمان، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو، ابی بن کعب، کعب بن عجرہ، فضالہ بن عبید، ایک نامعلوم الاسم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنائعم اجمعین۔“

(التطین المسیح ص ۴۲۰ ج ۶)

حَدَّثَنَا هَنَادٌ . حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ : كُنَّا جُلُوسًا

عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَنَظَرَ إِلَى النَّعْرِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ الْبَذَرِ ، فَقَالَ : إِنَّكُمْ سَتَمَرُضُونَ عَلَى رَبِّكُمْ ، فَذَرُونَهُ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ لَا تَصُامُونَ فِي رُؤُوسِهِ ، فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَغْلِبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَصَلَاةٍ قَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ، ثُمَّ قَرَأَ (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ) .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف نظر فرمائی۔ پھر فرمایا۔ تم لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے پس تم اس کی زیارت کرو گے۔ جیسا کہ تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی شک و شبہ نہیں۔ پس اگر تم سے ہو سکے کہ طلوع آفتاب سے قبل کی نماز (یعنی نماز عصر) کے ادا کرنے سے مغلوب نہ ہو۔ (یعنی نیند کے مشاغل کے غلبہ کی وجہ سے یہ دونوں نمازیں فوت نہ ہونے پائیں) تو ایسا ہی کرو پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ ”پس تسبیح پڑھ اپنے رب کی حمد کے ساتھ آفتاب طلوع ہونے سے پہلے اور غروب سے پہلے۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ .
حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ
صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ (لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى

وَزِيَادَةً) قَالَ: إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْخَلْفَةِ الْخَلْفَةَ نَادَى مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ مَوْعِدًا، قَالُوا: أَلَمْ يَبْيَضْ وَجُوهُنَا وَيُنَجِّبْنَا مِنَ النَّارِ وَيَدْخِلَنَا الْخَلْفَةَ؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَبَيْنَكَشِفُ الْحِجَابِ، قَالَ: فَوَاللَّهِ مَا أَطْعَمُ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْنِهِمَ مِنَ النَّظَرِ إِلَيْهِ.

قال أبو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا اسْتَدَّهُ سَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ وَرَفَعَهُ وَرَوَى سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغْبِرَةِ وَسَمَادُ بْنُ زَيْدٍ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَّانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَوْلَهُ.

ترجمہ: ”حضرت سبب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد خداوندی: لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ“ (یونس ۲۶)

”جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی (یعنی جنت) ہے اور مزید براں (خدا کا دیدار) بھی“۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) کی تفسیر میں فرمایا کہ جب اہل جنت، جنت میں پہنچ جائیں گے تو ایک منادی یہ اعلان کرے گا کہ آپ حضرات کے لئے اللہ تعالیٰ شانہ کا ایک وعدہ ہے۔ اہل جنت کہیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے چہرے سفید اور نورانی نہیں کر دیئے؟ ہمیں دوزخ سے نجات نہیں عطا فرما دی؟ کیا ہمیں جنت میں داخل نہیں فرما دیا؟ (اس کے بعد کونسا انعام باقی رہا؟) فرشتے کہیں گے کہ جی ہاں! (مگر ایک وعدہ ابھی باقی ہے، چنانچہ حجاب اٹھا دیا جائے گا۔ پس وہ حق تعالیٰ شانہ کا دیدار کریں گے اور یہ اتنی بڑی نعمت ہوگی کہ) اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان کو کوئی چیز ایسی نہیں دی جو ان کو دیدار الہی سے زیادہ محبوب ہو۔“

تشریح: یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے اور اس کا متن ترمذی کے متن سے زیادہ واضح ہے جو حسب ذیل ہے:

”اذا دخل اهل الجنة الجنة قال يقول الله
تبارك وتعالى تريدون شيأ ازيدكم ؟
فيقولون الم تبيض وجوهنا ؟ الم تدخلنا
الجنة وتنجينا من النار ؟ فما اعطوا شيأ
احب اليهم من النظر إلى ربهم ، ثم تلا:
لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ“

(صحیح مسلم ص ۱۰۰ ج ۱)

ترجمہ: ”جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو
حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرمائیں گے تم چاہتے ہو کہ تمہیں کچھ
زیادہ بھی دوں؟ وہ عرض کریں گے کیا آپ نے ہمارے چہرے
روشن نہیں کر دیئے؟ کیا ہمیں آپ نے جنت میں داخل نہیں
کر دیا؟ اور دوزخ سے نجات نہیں دے دی؟ (اب اس سے
بڑھ کر نعمت عظمیٰ کیا ہو سکتی ہے؟)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تب حجاب اٹھا دیا
جائے گا۔ (پس وہ اللہ تعالیٰ کے چہرے کا دیدار کریں گے) پس
ان کو کوئی چیز ایسی نہیں دی گئی جو اپنے پروردگار کا دیدار
کرنے سے بڑھ کر ان کو محبوب ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ”لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ
وَزِيَادَةٌ“۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل جنت کے لئے جنت کی نعمتوں میں سب سے لذیذ تر، مسرت افزا اور محبوب ترین چیز محبوب حقیقی کی زیارت ہے۔ اور اس کو ”زیادہ“ یا ”مزید“ شاید اس لئے فرمایا کہ بندے کی حیثیت سے بہت ہی بالاتر چیز ہے۔ جس کا وہ دنیا میں تو کیا جنت میں پہنچ کر بھی تصور نہیں کر سکتا تھا، پس اس سے زیادہ لکھنے کی جرات و ہمت نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ اس لطف و عنایت سے ہر مسلمان کو مشرف و مفتخر فرمائیں۔

اور یہ جو فرمایا کہ ”حجاب اٹھا دیا جائے گا“ یہ حجاب خود بندوں پر ہے۔ حق تعالیٰ شانہ بے چون و چگوں ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ شانہ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس ”حجاب“ کی حقیقت کیا ہے؟ بہت ممکن ہے کہ اس سے بندے کی نہایت پستی و زلت، اور انتہائی ضعف و ناتوانی کا حجاب مراد ہو جس کی وجہ سے وہ اس نور مطلق جل و علا شانہ کی زیارت سے قاصر ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنِي شَبَابَةُ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ
ثَوْبَرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ
أَهْلَ الْبَلَدِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَنْظُرْ إِلَى حَنَانِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَنَعِيمِهِ وَخَدَمِهِ
وَسُرُّرِهِ مِثْلَ مِائَةِ أَلْفِ سَنَةٍ، وَكَرَمُهُمْ هَلَى اللَّهُ مَنْ يَنْظُرُ إِلَى وَجْهِهِ غَدَوَةً
وَهَشِيئَةً، ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى
رَبِّهَا نَاطِرَةٌ).

قَالَ أَبُو هَيْسَمٍ: وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ غَيْرِ وَجْهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ
عَنْ ثَوْبَرٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعًا. وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي جَرْرَةَ عَنْ ثَوْبَرٍ عَنْ
ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوفًا. وَرَوَى عَبْدُ اللَّهِ الْأَشَجِيُّ عَنْ سُمَيَّانَ عَنْ ثَوْبَرٍ عَنْ
مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَوْلَهُ وَلَمْ يَرْفَعَهُ، حَدَّثَنَا أَبُو كَرَيْبٍ مُحَمَّدٌ

ابْنُ الْمَلَاءِ . حَدَّثَنَا هُبَيْدُ اللَّهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُهَيْبَانَ عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ مُجَاهِدٍ
عَنِ ابْنِ عُمرَ تَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعَهُ .

ترجمہ : ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سب سے ادنیٰ
درجہ کا جنتی وہ ہو گا جو اپنے باغات، اپنی بیویوں، اپنی نعمتوں،
اپنے خدام اور (راحت کے لئے پھیلے ہوئے) تخت و کرسی کی
طرف ایک ہزار سال کی مسافت میں نظر کرے گا۔ اور اللہ
تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہو گا جو حق
تعالیٰ شانہ کے روئے انور کی صبح و شام زیارت کرے گا، پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:
”بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کی
طرف دیکھ رہے ہوں گے۔“

تشریح : اس حدیث میں ادنیٰ درجہ کا جنتی اس شخص کو فرمایا جس کی جنت
ہزار سال کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہوگی، اور دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے
کہ سب سے آخری شخص جو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا
اسے دنیا سے دس گنا جنت ملے گی، ان دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں،
کیونکہ ”ہزار سال کی مسافت“ کا لفظ کثرت کے لئے استعمال ہوا ہے کیونکہ
عربی میں سب سے بڑا ہندسہ ہزار کا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت میں دیدار الہی کی دولت و نعمت حسب
مراتب میسر آئے گی، بعض اہل سعادت کو صبح و شام اس نعمت سے سرفراز
فرمایا جائے گا، بعض کو جمعہ کے دن سوق الجنبہ، میں ہفتہ وار زیارت ہوگی اور
بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین جنت کو سال میں دو مرتبہ عیدین
کے موقع پر یہ سعادت نصیب ہوا کرے گی۔ بعض عارفین کا قول ہے کہ جنت

میں دیدار الہی دنیا میں معرفت خداوندی کی فرع ہے۔ پس دیدار بقدر معرفت ہو گا۔ رزق اللہ تعالیٰ محض لطفہ ومنہ۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْكُوفِيُّ . حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ نُوحٍ
الْحَمَّانِيُّ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنْضَأُونَ^(۱) فِي رُؤْيَاةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَتَضَأُونَ
فِي رُؤْيَاةِ الشَّمْسِ ؟ قَالُوا : لَا ، قَالَ : فَإِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ
لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا تَضَأُونَ فِي رُؤْيَاةِهِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ . وَهَكَذَا رَوَى
يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَرَوَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ
الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
وَحَدِيثُ ابْنِ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ غَيْرُ مَحْمُوظٍ وَحَدِيثُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَحُّ ، وَهَكَذَا رَوَاهُ سُهَيْلُ
ابْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
وَقَدْ رَوَى عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ
مِثْلَ هَذَا الْحَدِيثِ ، وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم چودھویں
رات کو چاند کے دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ کیا تم سورج کے
دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا، نہیں! فرمایا، تم

لوگ اپنے رب کو دیکھو گے جیسا کہ تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔ تم اس کے دیکھنے میں شک نہیں کرو گے۔“

اللہ تعالیٰ اہل جنت سے ہمیشہ راضی ہونگے

باب

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ .
 أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ غَطَاءِ بْنِ يَسَّارٍ عَنْ أَبِي سَبِيحٍ
 الْخُدْرِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ لِلْأَهْلِ
 الْجَنَّةِ : يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ ، قَبِّقُولُونِ : كَبَيْتُكُمْ رَبَّنَا وَسَعَدَيْتُكُمْ ، قَبِّقُولُونِ : هَلْ
 رَضِيتُمْ ؟ قَبِّقُولُونِ : مَا لَنَا لَا نَرْضَى وَقَدْ أُعْطِينَا مَا مَلَمْ نُعْطِ أَحَدًا مِنْ
 خَلْقِكَ ، قَبِّقُولُونِ : أَنَا أُعْطِيتُكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ ، فَالُوا : أَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ
 ذَلِكَ ؟ قَالَ : أَحِلُّ عَابِكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أُسْخَطُ بِهَلِكُمْ أَبَدًا .
 قَالَ أَبُو يَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائیں گے، اے اہل جنت! وہ کہیں گے ہم حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کیا تم راضی بھی ہو گئے ہو؟ وہ عرض کریں گے ہم کیوں راضی نہ ہوں جبکہ آپ نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں تمہیں اس سے بڑھ کر ایک نعمت عطا کرتا ہوں، وہ عرض کریں گے، اب اس

سے بڑھ کر نعمت کیا ہوگی! حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے، وہ نعمت یہ ہے کہ میں نے تم پر اپنی رضا نازل کر دی۔ میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔“

تشریح: حق تعالیٰ شانہ کی رضامندی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے اس کے مقابلہ میں دنیا کی نعمتیں ہی نہیں، جنت کی نعمتیں بھی ہیچ ہیں اور درحقیقت جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ حق تعالیٰ شانہ کی رضامندی کا محل ہے، دنیا میں بندے کی تنگ و دو اور سعی و عمل کا اعلیٰ ترین مقصد رضائے الہی کا حصول ہے اور بندے سے حق تعالیٰ شانہ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے مولائے کریم سے راضی ہو۔ یعنی بندہ اپنی رضا کو رضائے الہی میں فدا کر دے۔ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ میری خواہش کے مطابق ہوتا ہے، لوگوں کو ان کی اس بات پر تعجب ہوا تو فرمایا میں نے اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے مٹا دیا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہو رہا ہے اور میری رائے مشیت الہی کے تابع ہے۔ اس لئے جو کچھ ہو رہا ہے گویا میری خواہش کے مطابق ہو رہا ہے۔

جس بندے کو مقام رضا حاصل ہو وہ تمام افکار سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اسباب کی حد تک وہ فکر و اہتمام ضرور کرے گا۔ اس کے بعد اس معاملہ کو حق تعالیٰ شانہ کے سپرد کر دے گا اور قضا و قدر کا جو فیصلہ بھی رونما ہو وہ اس پر راضی ہو گا۔ ایسا شخص درحقیقت بڑی راحت میں ہے۔

اہلِ جنت کا بالا خانوں میں ایک دوسرے کو دیکھنا

باب

مَا جَاءَ فِي تَرَاثِي أَهْلِ الْجَنَّةِ فِي الْمَرْفِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ .

أَخْبَرَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ فِي الْمُرْتَبَةِ
كَأَنَّ تَرَاءُونَ السُّكَّوْنَ كَبَّ الشَّرْقِيِّ أَوِ السُّكَّوْنَ كَبَّ الْغَرْبِيِّ الْغَارِبُ فِي الْإِفْتِقِ
وَالطَّالِعُ فِي تَفَاضُلِ الدَّرَجَاتِ ، فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ أُولَئِكَ النَّبِيُّونَ ،
قَالَ : بَلَى ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَاقْوَامٌ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَصَدَّقُوا
الْمُرْسَلِينَ . قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اہل جنت بعض حضرات کو بالا خانوں میں ایسے دیکھیں گے جیسے مشرقی ستارہ جو افق سے طلوع ہو رہا ہو، یا مغربی ستارہ جو افق میں غروب ہو رہا ہو، دور سے نظر آتا ہے، اور یہ درجات کی بلندی کی وجہ سے ہو گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا یہ دور سے نظر آنے والے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہوں گے؟ فرمایا، ہاں! اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اور (انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ) کچھ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔“

تشریح : مطلب یہ کہ بعض حضرات کے درجات اتنے بلند ہوں گے کہ جس طرح اہل زمین دور افق میں طلوع یا غروب ہونے والے کسی ستارے کو دیکھتے ہیں، اہل جنت کو ان حضرات کے بالا خانے اس طرح دور سے چمکتے ہوئے نظر آئیں گے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو تو یہ مراتب عالیہ میسر آئیں گے ہی، ان کے علاوہ بھی کچھ خوش بخت حضرات ایسے ہوں گے جن کو اس دولت عظمیٰ سے نوازا جائے گا۔

اہلِ جنت بھی ہمیشہ رہیں گے اور اہلِ جہنم بھی

باب

مَا جَاءَ فِي خُلُودِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ مَنِ الْعَلَاءِ
ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ : يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ ، ثُمَّ يُطْلِعُ عَلَيْهِمْ
رَبُّ الْمَالِكِينَ ، فَيَقُولُ : أَلَا يَنْبَغُ كُلُّ إِنْسَانٍ مَا كَانُوا يَعْبُدُونَهُ ، فَيَمْتَلِئُ
إِصْحَابُ الصَّالِبِ صَلَيبُهُ ، وَإِصْحَابُ التَّصَاوِيرِ تَصَاوِيرُهُ ، وَإِصْحَابُ النَّارِ نَارُهُ ،
فَيَتَبَعُونَ مَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ، وَيَبْقَى الْمُسْلِمُونَ فَيُطْلِعُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْمَالِكِينَ ،
فَيَقُولُ : أَلَا تَتَذَكَّرُونَ النَّاسَ ؟ فَيَقُولُونَ : نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ يَا اللَّهُ رَبَّنَا ،
هَذَا مَا كَانُوا حَتَّى نَرَى رَبَّنَا وَهُوَ بِأَمْرِهِمْ وَيُتَّبِعُهُمْ ، ثُمَّ يَقْوَارِي
ثُمَّ يُطْلِعُ فَيَقُولُ : أَلَا تَتَذَكَّرُونَ النَّاسَ ؟ فَيَقُولُونَ : نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ ، نَعُوذُ بِاللَّهِ
مِنْكَ يَا اللَّهُ رَبَّنَا ، وَهَذَا مَا كَانُوا حَتَّى نَرَى رَبَّنَا وَهُوَ بِأَمْرِهِمْ وَيُتَّبِعُهُمْ ، قَالُوا :
وَهَلْ نَرَاهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : وَهَلْ تُضَارُونَ فِي رُؤْيَا الْقَمَرِ لَيْلَةً الْبَدْرُ ؟
قَالُوا : لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ، قَالَ : فَأَنْتُمْ لَا تُضَارُونَ فِي رُؤْيَايَ ذَلِكَ السَّاعَةِ ،
ثُمَّ يَقْوَارِي ثُمَّ يُطْلِعُ فَيَعْرِفُهُمْ نَفْسَهُ ، ثُمَّ يَقُولُ : أَنَا رَبُّكُمْ فَأَتَّبِعُونِي ، فَيَقُومُ
الْمُسْلِمُونَ وَبُوضَعُ الصِّرَاطُ ، فَيَمْرُونَ عَلَيْهِ مِثْلَ جِيَادِ الْخَيْلِ وَالرَّكَابِ ،
وَقَوْلُهُمْ عَلَيْهِ سَلَّمَ سَلَّمَ ، وَيَبْقَى أَهْلُ النَّارِ فَيُطْرَحُ مِنْهُمْ فِيهَا فَوْجٌ ، ثُمَّ يُقَالُ
هَلْ أَمْتَلَاتِ ؟ فَيَقُولُ (هَلْ مِنْ مَزِيدٍ) ثُمَّ يُطْرَحُ فِيهَا فَوْجٌ ، فَيُقَالُ :
هَلْ أَمْتَلَاتِ ، فَيَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ، حَتَّى إِذَا أَوْعُوا فِيهَا وَضَعَ الرَّحْمَنُ

قَدَمَهُ فِيهَا وَأَزْوَى بِنَفْسِهَا إِلَى بَنِي، نَمَّ قَالَ : قَطْ ، قَالَتْ : قَطْ قَطْ ،
 فَإِذَا أَدْخَلَ اللَّهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلَ النَّارِ النَّارَ ، قَالَ : إِنِّي بِأَمَوْتِ
 مُلْبِكًا ، فَيُوقَفُ عَلَى السُّورِ الَّذِي بَيْنَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ ، ثُمَّ يُقَالُ :
 يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ ، فَيُطْلَعُونَ خَائِفِينَ ، نَمَّ يُقَالُ : يَا أَهْلَ النَّارِ ، فَيَصَلُّونَ
 مُسْتَبْشِرِينَ بَرَجُونَ الشَّفَاعَةَ ، فَيُقَالُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ : هَلْ تَعْرِفُونَ
 هَذَا ؟ فَيَقُولُونَ هُوَ لَاءَ وَهُوَ لَاءَ : قَدْ عَرَفْنَاهُ ، هُوَ أَمَوْتُ الَّذِي وَكَّلَ بِنَا ،
 فَيُضْجَعُ فَيُذْبَحُ ذَبْحًا عَلَى السُّورِ الَّذِي بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ، نَمَّ يُقَالُ :
 يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُودُ لَا مَوْتَ ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُودُ لَا مَوْتَ .
 قَالَ أَبُو عَيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ
 تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کریں
 گے ، پھر رب العالمین ان پر تجلی فرمائیں گے (جیسا ظہور اس
 کی شان کے لائق ہے) اور کہیں گے کہ ہر انسان اس چیز کے
 پیچھے جائے جس کی وہ عبادت کیا کرتا تھا۔ چنانچہ صلیب
 پرستوں کے سامنے صلیب نمایاں ہوگی ، تصویروں کے پجاریوں
 کے سامنے تصویریں آکھڑی ہوگی ، آتش پرستوں کے سامنے
 آگ ظاہر ہوگی ، پس جو جو لوگ جس جس چیز کی عبادت کیا
 کرتے تھے وہ اس اس چیز کے پیچھے چل پڑیں گے اور مسلمان
 کھڑے رہ جائیں گے۔ پس رب العالمین ان پر تجلی فرمائیں
 گے اور ان سے کہیں گے کہ تم اور لوگوں کے ساتھ کیوں
 نہیں جاتے؟ (مگر یہ تجلی معہود انداز میں نہ ہوگی اس لئے

مسلمان اسے پہچان نہ سکیں گے، اور وہ کہیں گے کہ ہم تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، ہم تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، ہم تو اسی جگہ ٹھہریں گے جب تک کہ اپنے رب کو نہیں دیکھ لیتے، اور اللہ تعالیٰ ان کو حکم فرمائیں گے اور ان کو ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائیں گے، پھر ان سے چھپ جائیں گے۔ پھر دوبارہ ان پر تجلی فرمائیں گے اور کہیں گے کہ تم اور لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں جاتے؟ (چونکہ اس بار کی تجلی بھی غیر معهود انداز میں ہوگی اس لئے مسلمان پہچان نہیں سکیں گے اور وہ کہیں گے کہ تجھ سے اللہ کی پناہ! تجھ سے اللہ کی پناہ ہم تو یہیں ٹھہریں گے یہاں تک کہ ہم اپنے رب کو دیکھ لیں۔ اور وہ ان کو حکم فرمائیں گے اور ان کو ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہم اللہ رب العزت جل شانہ کی زیارت کریں گے؟ فرمایا، اور کیا تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! نہیں! فرمایا پھر تم اس وقت حق تعالیٰ شانہ کے دیکھنے میں بھی شک نہیں کرو گے۔ پھر (دوسری مرتبہ کی تجلی کے بعد حق تعالیٰ شانہ) ان سے چھپ جائیں گے، پھر (تیسری مرتبہ) ان پر تجلی فرمائیں گے، پس ان کو اپنی پہچان کرا دیں گے (یعنی اس بار تجلی معهود انداز میں ہوگی جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں گے) پھر فرمائیں گے، میں تمہارا رب ہوں، پس میری پیروی کرو۔ اور (جہنم کی پشت پر) پل صراط رکھا جائے گا۔ پس لوگ اس پر عمدہ تیز رد گھوڑے اور اونٹ کی رفتار سے گزریں گے (یعنی لوگوں کی رفتار ان کے اعمال کے مطابق تیز اور ست ہوگی جیسا کہ دوسری احادیث

میں تفصیل ہے) اور پل صراط پر ان کا قول سلم سلم ہو گا۔
(اور دوسری احادیث میں ہے کہ اس دن سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی کلام نہیں کریگا اور انبیاء کرام علیہم السلام کا قول رب سلم سلم ہو گا یعنی اے رب! سلامت رکھ سلامت رکھ)۔

اور اہل دوزخ باقی رہ جائیں گے۔ پس اہل دوزخ میں سے دوزخ کے اندر ایک فوج کو ڈال کر دوزخ سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو بھر بھی گئی یا نہیں؟ اور وہ ”ہل من مزید“ پکارے گی یعنی کچھ اور ہے تو لاؤ۔ پھر ایک فوج کو ڈال کر پوچھا جائے گا کہ تو بھر بھی گئی یا نہیں؟ اور وہ بدستور ”ہل من مزید“ پکارتی رہے گی، یہاں تک کہ جب تمام دوزخی دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے (اس کے باوجود اس کا ”ہل من مزید“ کا مطالبہ بند نہیں ہو گا) تو رحمن اس میں اپنا قدم رکھے گا (اور اس قدم رکھنے کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے) اور جہنم کے بعض حصے بعض کی طرف سٹ جائیں گے۔ پھر فرمائے گا بس کر۔ وہ بس بس کہنے لگے گی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل کر دیں گے اور دوزخ میں کوئی شخص ایسا نہیں رہے گا جس کو وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کرنا منظور ہو۔ صرف کافر ہی دوزخ میں رہ جائیں گے) تو موت کو جھپٹتے ہوئے لایا جائیگا۔ اور اس دیوار پر جو اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان ہے، اس کو کھڑا کیا جائے گا، پھر اہل جنت کو آواز دی جائے گی تو وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے۔ پھر اہل دوزخ کو آواز دی جائے گی تو وہ خوش ہو کر شفاعت کی امید کرتے

ہوئے جھانکیں گے۔ پھر اہل جنت اور اہل دوزخ سے کہا جائے گا کہ کیا تم اس کو پہچانتے ہو، دونوں فریق کہیں گے کہ جی ہاں! ہم اسے پہچانتے ہیں۔ یہ وہی موت ہے جو ہم پر مسلط تھی۔ پس اس کو لٹا کر اس دیوار پر ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر اعلان ہو گا کہ اے اہل جنت! تمہیں ہمیشہ رہنا ہے اب کبھی موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! تمہیں ہمیشہ رہنا ہے اب کبھی موت نہیں ہوگی۔“

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ . حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ فَضْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بَرْقَعَهُ قَالَ : إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُنِيَ بِالْمَوْتِ كَالْكَبْشِ الْأَمْلَحِ ، فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ، فَيُذَبِّحُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ فَرَحَّامَاتُ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، وَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ حَزَنًا مَاتَ أَهْلُ النَّارِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَقَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِوَايَاتٌ كَثِيرَةٌ مِنْهُ هَذَا مَا يُذَكَّرُ فِيهِ أَمْرُ الرُّؤْيَةِ أَنَّ النَّاسَ يَرَوْنَ رَبَّهُمْ وَذِكْرُ الْقَدَمِ وَمَا اشْبَهَ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ .

وَالْمَذْمُومُ فِي هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الْأَيْمَةِ مِثْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ ، وَابْنِ عُثَيْمَةَ ، وَوَكَيْعٍ وَغَيْرِهِمْ أَنَّهُمْ رَوَوْا هَذِهِ الْأَشْيَاءَ ، ثُمَّ قَالُوا : تَرَوْنَ هَذِهِ الْأَحَادِيثَ وَتُؤْمِنُ بِهَا ، وَلَا يُقَالُ كَيْفَ؟ وَهَذَا الَّذِي اخْتَارَهُ أَهْلُ الْحَدِيثِ أَنْ تَرَوْنَ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ كَمَا جَاءَتْ وَتُؤْمِنُ بِهَا وَلَا تُفَسِّرُ وَلَا تَقُومُ وَلَا يُقَالُ كَيْفَ ، وَهَذَا أَمْرٌ

أَهْلِي الْعِلْمِ الَّذِي اخْتَارُوهُ وَذَهَبُوا إِلَيْهِ .

وَمَعْنَى قَوْلِهِ فِي التَّحْدِيثِ : قَيِّمُوا قُلُوبَهُمْ نَفْسَهُ بِنَفْسِي يَتَجَلَّى لَهُمْ .

ترجمہ : ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو موت کو سفید و سیاہ مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ پس جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ پس اگر کوئی خوشی سے مر سکتا تو اہل جنت (اس منظر کو دیکھ کر خوشی سے) مر جاتے، اور اگر کوئی غم کی وجہ سے مر سکتا تو اہل دوزخ (اس منظر کو دیکھ کر) مر جاتے۔

مصنف (امام ترمذی) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث ایسی مروی ہیں جن میں دیدار الہی کا ذکر ہے کہ لوگ قیامت کے دن اپنے رب کی زیارت کریں گے اور بہت سی احادیث میں قدم اور اس قسم کی اور اشیا کا ذکر ہے۔ اہل علم ائمہ دین مثلاً ”سفیان ثوری“ مالک بن انس“ سفیان بن عیینہ“ عبد اللہ بن المبارک“ اور وکیع وغیرہ کا مذہب ان امور میں یہ ہے کہ وہ ان اشیا کو روایت کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی کیفیت کے درپے نہیں ہوتے۔ اسی مسلک کو محدثین نے اختیار کیا ہے کہ وہ ان اشیا کو من و عن نقل کرتے ہیں اور ان پر ایمان لایا جاتا ہے اور ان کی تشریح و تفسیر نہیں کی جاتی۔ ان کی کیفیت کا تصور نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کی تفتیش کی جاتی ہے اور اہل علم نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے اور یہ جو

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی پہچان کرائیں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر (ایسی) تجلی فرمائیں گے (جس کی پہچان ان کو حاصل ہو)۔“۔

جنت کے گرد مشقتوں کا احاطہ

باب

مَا جَاءَ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ . أَخْبَرَنَا حُمَادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ وَثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ ، وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ . قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الرَّجُلِ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے گرد ناگوار یوں اور مشقتوں کی باڑھ کی گئی ہے اور دوزخ کے گرد خواہشات کی باڑھ کی گئی ہے۔“۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو . حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيلَ إِلَى الْجَنَّةِ فَقَالَ : انْظُرْ إِلَيْنَا وَإِلَى مَا أُعِدِّدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا ، قَالَ : فَجَاءَهَا وَنَظَرَ إِلَيْنَا وَإِلَى مَا أُعِدَّ اللَّهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا ، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْنَا ، قَالَ : فَوَيْزَتِكَ لَا يَسْتَعُ

بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا ، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ ، فَقَالَ : أَرْجِعْ إِلَيْهَا
فَانْظُرْ إِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا ، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ
بِالْمَكَارِهِ ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ ،
قَالَ أَذْهَبَ إِلَى الْبَارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا ، فَإِذَا هِيَ
يُرْسَلُ بِبَعْضِهَا بِبَعْضًا ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ
فَيَدْخُلُهَا ، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ ، فَقَالَ أَرْجِعْ إِلَيْهَا ، فَرَجَعَ إِلَيْهَا
فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَنْجُو مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا .
قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ
نے جنت و دوزخ کو پیدا فرمایا تو جبریل علیہ السلام کو جنت کی
طرف بھیجا اور فرمایا کہ جاؤ جنت کو، اور میں نے اس میں
جنتیوں کے لئے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، ان کو دیکھو۔ چنانچہ
جبریل علیہ السلام گئے جنت کو اور جنت کی نعمتوں کو دیکھا۔
واپس آکر عرض کیا کہ آپ کی عزت کی قسم! جو شخص بھی جنت
کو سن لے گا، اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا، پس حق
تعالیٰ شانہ نے حکم فرمایا کہ جنت کے گرد مشقتوں اور
ناگوار یوں کا احاطہ کر دیا جائے۔ چنانچہ کر دیا گیا پھر جبریل علیہ
السلام سے فرمایا کہ وہاں دوبارہ جاؤ اور دیکھو کہ میں نے اہل
جنت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے، جبریل علیہ السلام دوبارہ گئے
تو دیکھا کہ اس کے گرد مشقتوں اور ناگوار یوں کا احاطہ کر دیا
گیا ہے۔ واپس آئے تو عرض کیا کہ آپ کی عزت کی قسم! مجھے
اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ جاؤ

دوزخ کو اور اس کے اندر اہل دوزخ کے لئے جو عذاب تیار کر رکھا ہے اس کو دیکھ کر آؤ۔ وہ گئے تو دیکھا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ پر سوار ہو رہا ہے، واپس آکر عرض کیا کہ آپ کی عزت کی قسم! ایسا کوئی بھی نہ ہو گا جو اس کو سن لے، پھر اس میں داخل ہو جائے پھر حق تعالیٰ شانہ کے حکم سے اس کے گرد خواہشات کی بازھ کر دی گئی تو جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ اس کو دوبارہ دیکھ کر آؤ۔ وہ دوبارہ دیکھ کر آئے تو عرض کیا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی شخص بھی اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔

جنت اور دوزخ کی باہمی گفتگو

باب

مَا جَاءَ فِي أُحْتِجَاجِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

حَدَّثَنَا أَبُو كَرِيبٍ . حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرِو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أُحْتِجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ ، فَقَالَتِ الْجَنَّةُ يَدْخُلُنِي الضُّعَفَاءُ وَالسَّائِكِينَ ، وَقَالَتِ النَّارُ : يَدْخُلُنِي الْجَبَّارُونَ وَالْمُسْكِرُونَ ، فَقَالَ لِلنَّارِ أَنْتِ هَذَا إِي أَنْتَقِمِ بِلِيٍّ مِنْ شِفْتِ ، وَقَالَ لِلْجَنَّةِ : أَنْتِ رَنْعِي أَرْحَمَ بِلِيٍّ مَنْ شِفْتِ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت و دوزخ کا

مباحث ہوا۔ جنت نے کہا کہ مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ داخل ہوں گے اور دوزخ نے کہا کہ مجھ میں سرکش اور متکبر لوگ داخل ہوں گے۔ حق تعالیٰ شانہ نے دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے۔ میں تیرے ذریعہ جس سے چاہوں گا انتقام لوں گا اور جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے۔ میں تیرے ذریعہ جس پر چاہوں گا رحمت کروں گا۔

اپنی جنتی کے ناز و نعمت کا بیان

باب

مَا جَاءَ مَا لِأَذَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْكَرَامَةِ

حَدَّثَنَا سُؤَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ . أَخْبَرَنَا رِشْدِينَ بْنُ سَعْدٍ .
 حَدَّثَنِي حَمْزُ بْنُ الْحَرِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْمَيْسَرِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
 قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَذَى أَهْلِ الْجَنَّةِ الَّذِي لَهُ تَمَاقُوتٌ
 أَلْفَ خَادِمٍ ، وَاثْنَتَانِ وَسَبْعُونَ زَوْجَةً ، وَتَنْصَبُ لَهُ قُبَّةٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَزَبَرٌ جَدِيدٌ
 وَبَاقُوتٌ كَمَا بَيْنَ الْجَبَابِيَةِ إِلَى صَنْمَاءَ . وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ ضَعِيفٍ أَوْ كَبِيرٍ دُونَ أَبْنَاءِ
 ثَلَاثِينَ فِي الْجَنَّةِ لَا يَزِيدُونَ عَلَيْهَا أَبَدًا ، وَكَذَلِكَ أَهْلُ النَّارِ . وَبِهَذَا
 الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ عَلَيْهِمُ التَّيْبَانَ ، إِنَّ أَذَى
 لُؤْلُؤٍ مِنْهَا لَنُضِيٍّ ، مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ .
 قَالَ أَبُو مَيْسَرَةَ : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ .

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 ادنیٰ مرتبہ کا جنتی وہ ہو گا جس کے اسی ہزار خدام ہوں گے
 اور اس کی بہتریوں ہوں گی اور اس کے لئے موتی، زبرجد
 اور یاقوت کا اتنا وسیع قبہ نصب کیا جائے گا جتنا کہ جابہیہ اور
 صنعا کے درمیان فاصلہ ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت میں سے
 جس شخص کا بھی انتقال ہوا خواہ وہ کم عمر کا ہو یا زیادہ عمر کا،
 جنت کے اندر سب کے سب تیس سالہ جوان ہوں گے اور
 ہمیشہ اسی عمر کے رہیں گے (سن و سال سے ان کی جوانی میں
 تغیر نہیں ہو گا) اور اہل دوزخ بھی اسی طرح ہوں گے، تیسری
 روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 اہل جنت کے سروں پر ایسے تاج ہوں گے کہ ان کے ادنیٰ
 موتی کی چمک سے مشرق سے مغرب تک پوری زمین روشن ہو
 جائے۔“

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ . حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ . حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ
 حَامِرِ الْأَخْوَلِ عَنْ أَبِي الصَّدِّيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ : قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَغَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَلَهُ
 وَوَضَعُهُ وَسِينُهُ فِي سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَعِي

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ قَرِيبٌ
 وَقَدْ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هَذَا ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : فِي الْجَنَّةِ يَجَامَعُ
 وَلَا يَسْكُونُ وَلَهُ ، هَكَذَا رَوَى عَنْ طَاوُوسٍ وَجَاهِدٍ وَابْنِ أَبِي نَجْمٍ .
 وَقَالَ مُحَمَّدٌ : قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ فِي حَدِيثِ أَبِي نَجْمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
 إِذَا اشْتَغَى الْمُؤْمِنُ الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ كَمَا يَشْتَعِي وَالْكِتَابُ

لَا بَشْتَهِيَ . قَالَ مُحَمَّدٌ : وَقَدْ رُويَ عَنْ أَبِي رَزِينٍ التَّقِيبِيُّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا يَسْكُونُ لَهُمْ فِيهَا وَلَدٌ وَأَبُو الصَّدِّيقِ النَّجَّاشِيُّ أَنَّهُمْ يَسْكُرُونَ عَمْرٍو ، وَيُقَالُ يَسْكُرُ بْنُ قَيْسٍ ابْنُهَا .

ترجمہ : ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن جب جنت میں اولاد کا خواہش مند ہو گا تو اس کا حمل وضع حمل اور بچے کا بڑا ہونا ایک گھڑی میں ہو جائے گا جیسا کہ مومن چاہے گا۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ (جنت میں اولاد بھی ہوگی یا نہیں؟) بعض فرماتے ہیں کہ جنت میں بیویوں سے مقاربت تو ہوگی مگر اولاد نہیں ہوگی۔ حضرت طاؤسؓ، مجاہد، اور ابراہیم نخعیؓ سے اسی طرح مروی ہے اور امام اسحاق بن ابراہیمؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ ”جب مومن جنت میں اولاد چاہے گا تو ایک گھڑی میں جیسی اولاد چاہے گا ہو جائے گی“ کے بارے میں فرمایا کہ، مگر مومن جنت میں یہ چاہے گا ہی نہیں۔ اور امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو رزین عقیلی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اہل جنت کے یہاں جنت میں اولاد نہیں ہوگی۔“

حوران بہشتی کا ترانہ

باب

مَا جَاءَ فِي كَلَامِ الْحُورِ الْعِينِ

حَدَّثَنَا هَنَادٌ وَاحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَا : حَدَّثَنَا أَبُو مَأْوِيَةَ
قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الثَّوْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ :
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لِمُجْتَمَعًا لِلْحُورِ الْعِينِ
يُرَفَّقْنَ بِأَصْوَاتٍ لَمْ يَسْمَعْ الْخَلَائِقُ مِنْهَا ، قَالَ : يَقْلَنَ : مَعْنُ الْخَلَائِقَاتُ
فَلَا تَبِيدُ ، وَنَحْنُ النَّاغِمَاتُ فَلَا تَبُوسُ ، وَنَحْنُ الرَّاغِبَاتُ فَلَا تَسْخَطُ ، مَا وَى
لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهُ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَنَسٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : ”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں حور عین
کا ایک اجتماع ہوتا ہے، وہ بلند آواز سے کہ ایسی آواز مخلوق
نے کبھی نہیں سنی، یہ کہتی ہیں کہ ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں،
پس ہلاک نہیں ہوں گی اور ہم ہمیشہ ناز و نعمت میں رہنے
والیاں ہیں، پس کبھی تنگی اور مشقت میں مبتلا نہیں ہوں گی۔
اور ہم راضی رہنے والیاں ہیں، پس کبھی ناراض نہیں ہوں
گی، پس مبارک ہے وہ شخص جو ہمارا ہو اور ہم اس کی
ہوں۔“

جنت کی نہروں کا بیان تاجاء فی صِفَةِ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا بَرِيدُ بْنُ هَارُونَ . أَخْبَرَنَا
الْجُرَيْرِيُّ عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَاءِ وَبَحْرَ الْعَسَلِ وَبَحْرَ الْزَّيْتِ وَبَحْرَ الْخَمْرِ ، ثُمَّ
تُشَفَّقُ الْأَنْهَارُ بِمَدِّ

قَالَ أَبُو حَبِيبٍ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَحَكِيمُ بْنُ مُعَاوِيَةَ
هُوَ وَالِدُ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ . وَالْجُرَيْرِيُّ يُسَكِّنِي أَبَا مَسْعُودٍ وَاسْمُهُ سَعِيدُ
ابْنُ إِبْرَاهِيمَ .

ترجمہ : ”حضرت معاویہؓ بن حیدہ سے روایت ہے کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک
دریا پانی کا ہے، ایک شہد کا، ایک دودھ کا اور ایک شراب
طور کا۔ پھر ان دریاؤں سے نہریں نکلتی ہیں۔“

جنت کی دعا اور دوزخ سے پناہ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَسِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ
بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْثَمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ : مَنْ سَأَلَ اللَّهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتْ الْجَنَّةُ : اللَّهُمَّ ادْخِلْهُ الْجَنَّةَ ،
وَمَنْ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتْ النَّارُ : اللَّهُمَّ اجْزِهِ مِنَ النَّارِ .
قَالَ هَكَذَا رَوَى يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ هَذَا الْحَدِيثَ
عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْثَمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .
وَقَدْ رَوَى عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْثَمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
مَوْفُوقًا أَيْضًا

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص تین مرتبہ

اللہ تعالیٰ سے جنت کی درخواست کرے، جنت اس کے لئے دعا کرتی ہے کہ یا اللہ! اس کو جنت میں داخل کر دیجئے۔ اور جو تین مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگے، دوزخ اس کے لئے دعا کرتی ہے کہ اے اللہ! اس کو دوزخ سے پناہ عطا فرما دیجئے۔“

تین لائق رشک حضرات

باب

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ زَادَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُعَمَّرٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ثَلَاثَةٌ عَلَى كِتَابِنِ الْمَوْتِ ، أَرَاهُ قَالَ : يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يَفْضِلُهُمُ الْأُولُونَ وَالْآخِرُونَ : رَجُلٌ يَنَادِي بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ . وَرَجُلٌ يَوْمَ مَوْتِهِ رَاضٍ بِهِ رَاضُونَ . وَقَبْدٌ آدَى حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ . قَالَ أَبُو حَبِيبٍ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ ، وَأَبُو الْيَقْظَانِ اسْمُهُ عُثْمَانُ بْنُ عُثَيْرٍ ، وَيُقَالُ ابْنُ قَيْسٍ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین (قسم کے آدمی) قیامت کے دن کتوری کے ٹیلوں پر ہوں گے اور اولین و آخرین ان پر رشک کریں گے۔ ایک وہ شخص جو (محض رضائے الہی کے لئے) ہر دن رات میں پنجگانہ نمازوں کی اذان دیتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اس حالت میں کہ وہ (اس کے دین و دیانت اور طہارت و تقویٰ کی وجہ سے) اس سے راضی ہوں۔ تیسرا وہ غلام جس

نے اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقاؤں کا بھی۔

تین شخص اللہ تعالیٰ کے پیارے

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا بِحَيْثُ بَنِي آدَمَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ
ابْنِ عِيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ خُرَاشٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ مَسْعُودٍ بَرَقَهُ قَالَ : ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمْ اللَّهُ : رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُو
كِتَابَ اللَّهِ . وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِمِجْنَةٍ يُحَنِّهَا ، أَرَاهُ قَالَ : مِنْ شِمَالِهِ .
وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَأَهْرَمَ أَصْحَابُهُ فَاسْتَقْبَلَ الْمَدْرَةَ .

قَالَ أَبُو عِيَّاسٍ : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ ، وَهُوَ غَيْرُ
مَحْفُوظٍ . وَالصَّحِیحُ مَارُوۃُ شُعْبَةَ وَغَيْرُهُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ خُرَاشٍ
عَنْ زَيْدِ بْنِ ظَبْيَانَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ
ابْنُ عِيَّاشٍ كَثِيرُ التَّمَاتِ .

ترجمہ : ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین شخص ایسے
ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں۔ ایک وہ شخص جو رات
کا قیام کرے (یعنی تہجد پڑھے) کتاب اللہ کی تلاوت کرتے
ہوئے۔ دوسرا وہ شخص جو داہنے ہاتھ سے اس طرح صدقہ
کرے کہ بائیں ہاتھ سے بھی اس کو چھپائے۔ تیسرا وہ شخص
جو کسی جہاد میں تھا، اس کے رہنا پسا ہو گئے مگر وہ دشمن کی
طرف آگے بڑھا (یہاں تک کہ شہید ہو گیا)۔“

فرات سے خزانے کا ظاہر ہونا

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشْجِيُّ . حَدَّثَنَا عُفَيْبُ بْنُ خَالِدٍ . حَدَّثَنَا
عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَدِّهِ حَنْصِلِ بْنِ عَاصِمٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَوْشِكُ الْفَرَاتُ
بِحَمِيرٍ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ ، فَنَ حَصَرَهُ فَلَا يَأْخُذُ مِنْهُ شَيْئًا .
قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشْجِيُّ . حَدَّثَنَا عُفَيْبُ بْنُ خَالِدٍ . حَدَّثَنَا
عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ بِحَمِيرٍ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ .
قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ
(آخری زمانہ میں) فرات کا پانی خشک ہو جائے گا اور اس سے
سونے کا ایک خزانہ ظاہر ہو گا، پس جو شخص اس وقت وہاں
موجود ہو اس میں سے کچھ نہ لے۔“

تشریح : یہ قرب قیامت کے زمانہ میں ہو گا، صحیح مسلم (۱-۳۹۱) کی روایت
میں ہے کہ اس خزانے کے حصول پر لوگوں کی لڑائی ہو گی، یہاں تک کہ ۹۹
فیصد آدمی مارے جائیں گے۔ اتنی شدت کی جنگ کے باوجود لوگوں کی حرص کا
یہ حال ہو گا کہ ہر شخص یہ خیال کرے گا کہ شاید میں بچ جاؤں تو یہ خزانہ میں
لے لوں۔ چونکہ لوگوں کی آزمائش کے لئے یہ ایک نشان ہی ہو گا اس لئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ جو لوگ اس وقت موجود ہوں وہ
اس حرص میں مبتلا نہ ہوں۔

تین شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں اور تین مبغوض

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْثَرِ قَالَا : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
ابْنُ جَعْفَرٍ . حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُتَمِرِ قَالَ : سَمِعْتُ رَبِيعَ بْنَ
خِرَاشٍ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ظَبْيَانَ بِرَفْعِهِ إِلَى أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمْ اللَّهُ ، وَثَلَاثَةٌ يَبْغِضُهُمْ اللَّهُ ؛ فَأَمَّا الَّذِينَ
يُحِبُّهُمْ اللَّهُ : فَرَجُلٌ آتَى قَوْمًا فَسَأَلَهُمْ بِاللَّهِ وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ بِقَرَابَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ
فَتَنَمَّوْهُ ، وَتَخَافَ رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِمَطْلَبِهِ إِلَّا اللَّهُ ،
وَالَّذِي أُعْطَاهُ . وَقَوْمٌ سَارُوا أَيْلَتَهُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا
يُعْدِلُ بِهِ نَزَلُوا فَأَوْضَعُوا رُءُوسَهُمْ ، فَقَامَ أَحَدُهُمْ يَتَمَلَّقُنِي وَيَتَلَوَّ آيَاتِي .
وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ فَهَرَمُوا وَأَقْبَلَ بِصَدْرِهِ حَتَّى يُقْتَلَ
أَوْ يُفْتَقَ لَهُ . وَالثَّلَاثَةُ الَّذِينَ يَبْغِضُهُمُ اللَّهُ : الشَّيْخُ الزَّانِي . وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ .
وَالْفَقِيرُ الظَّالِمُ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا النُّعْمَانُ بْنُ شَمِيلٍ عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَهُ .
قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ ، وَهَكَذَا رَوَى شَيْبَانُ عَنْ
مَنْصُورٍ نَحْوَهُ هَذَا ، وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَسْكَرٍ بْنِ قَبَائِشَ

ترجمہ : ”حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے
ہیں جن کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور تین ایسے ہیں جن کو
مبغوض رکھتے ہیں۔ وہ تین شخص جن کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے

ہیں ان میں ایک شخص تو وہ ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت کے پاس گیا، اس نے ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کچھ مانگا، کسی قرابت اور رشتہ کی بنیاد پر نہیں مانگا۔ لیکن ان لوگوں نے اس کو کچھ نہ دیا۔ ان کی جماعت میں سے ایک شخص اٹھا اور اس نے الگ لے جا کر سائل کو پوشیدہ طور پر دے دیا کہ اس کے عطیہ کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور اس شخص کے سوا، جس کو دیا، کسی کو علم نہیں ہوا (تو یہ دینے والا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے) دوسرا وہ شخص جس کا قصہ یہ ہے کہ ایک قوم ساری رات سفر میں چلتی رہی، یہاں تک کہ (جب وہ لوگ تھک کر چور ہو گئے اور نیند کا ان پر ایسا غلبہ ہوا کہ، نیند ان کو اس کے مقابلہ میں تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھی تو انہوں نے سر رکھ دیئے اور سو رہے، ان میں سے ایک شخص (سونے کے بجائے نماز تہجد کے لئے) کھڑا ہو گیا، (حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ) وہ میرے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کرتا ہے اور میری آیات کی تلاوت کرتا ہے (پس یہ دوسرا شخص ہے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے) اور تیسرا وہ آدمی جو کسی مجاہد دستے میں تھا، دشمن سے مقابلہ ہوا تو سب لوگ پسا ہو گئے، لیکن یہ شخص سینہ تان کر آگے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ یہ شہید ہو جائے یا اس کی فتح ہو جائے، اور تین شخص جن کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتے ہیں وہ یہ ہیں: بڑھا زانی، متکبر فقیر اور وہ مالدار جو کسی کا حق مارے۔“

جہنم کے احوال

ابو اصفیٰ جہنم لا عن رسول اللہ ﷺ

جہنم کے حالات

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ النَّارِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ
ابْنُ غِيَاثٍ . حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ الْمَلَاءِ بْنِ خَالِدٍ السَّكَّانِيِّ عَنْ شُعْبَةَ بْنِ سَلَمَةَ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يُوَاتِي
بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ بَابٍ ، مَعَ كُلِّ بَابٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ
يَحْمِلُونَهَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : وَالتَّوْرَةُ لَا يَرَفَعُ .

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَرَ وَأَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ
عَنْ سُفْيَانَ بْنِ الْمَلَاءِ بْنِ خَالِدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْ .

ترجمہ : ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جہنم کو لایا جائے گا اس دن، اس کی ستر ہزار لگائیں ہوں گی، اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔“

جہنم سے ایک گردن نکلے گی

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمُعِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ
ابْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَخْرُجُ عَنْهُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ
وَأَذْنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ ، يَقُولُ : إِنِّي وَكَلْتُ بِثَلَاثَةِ : بِكُلِّ جَبَّارٍ
هَنِيئِدُ ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ، وَبِالْمُصَوِّرِينَ .
وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ . وَقَدْ رَوَاهُ
بَعْضُهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَحْوَ هَذَا .

وَرَوَى أَشْمَثُ بْنُ سَوَّارٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ :

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ قیامت کے دن دوزخ سے آگ کی ایک گردن نکلے گی
جس کی دو آنکھیں ہوں گی جو دیکھ رہی ہوں گی، دو کان ہوں
گے جو سن رہے ہوں گے، اور ایک زبان ہوگی جو بول رہی ہو
گی۔ وہ کہے گی کہ مجھے تین (قسم کے) شخصوں پر مقرر کیا گیا
ہے ہر سرکش ضدی پر، ہر اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ
کسی اور کو معبود پکارے اور تصویر بنانے والوں پر۔“

جہنم کی گہرائی

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ قَمَرِ جَهَنَّمَ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ . حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَنَافِيُّ عَنْ
فَضِيلِ بْنِ عِيَّازٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ : قَالَ عُثْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ عَلَى مِنْبَرِنَا
هَذَا مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ الصَّخْرَةَ الْعَظِيمَةَ لَقُلْتُ
مِنْ شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَتَهْوِي فِيهَا سَبْعِينَ عَامًا وَمَا تُغْنِي إِلَى قَرَارِهَا ، قَالَ : وَكَانَ
عُمَرُ يَقُولُ : أَكْثَرُوا ذِكْرَ النَّارِ فَإِنَّ حَرَّهَا شَدِيدٌ ، وَإِنَّ قَمَرَهَا بَعِيدٌ ،
وَإِنَّ مَقَامَهَا حَدِيدٌ .

قَالَ أَبُو عِيَّاسٍ : لَا نَعْرِفُ لِلْحَسَنِ تَمَامًا مِنْ عُثْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ وَإِنَّمَا
قَدَّمَ عُثْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ الْبَصْرَةَ فِي زَمَنِ عُمَرَ ، وَوَلَدَ الْحَسَنُ اِسْمَئِيلَ بْنَ يَمِينٍ
مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ .

ترجمہ : ”حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ
حضرت عتبہ بن غزوآن رضی اللہ عنہ نے ہمارے اس منبر پر
یعنی بصرہ کی جامع مسجد کے منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
یہ ارشاد سنایا کہ ایک بڑی چٹان جہنم کی منڈیر سے ڈالی جائے
اور وہ جہنم میں ستر برس گرتی رہے تب بھی اس کی گہرائی تک
نہیں پہنچے گی“ اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی
اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دوزخ کا ذکر بہ کثرت کیا کرو کیونکہ
اس کی گرمی بہت شدید ہے“ اس کی گہرائی بہت زیادہ ہے اور
اس کے ہتھوڑے لوہے کے ہیں۔“

جہنم میں آگ کا پہاڑ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ . حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى عَنْ
أَبْنِ لَهِيْمَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : الصُّعُودُ جَبَلٌ مِنْ نَارٍ يَصْعَدُ فِيهِ الْكَافِرُ
مَبْنِيْنَ خَرِيْفًا وَيَهْوَى بِهِ كَذَلِكَ مِنْهُ أَبَدًا .
قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ قَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ
أَبْنِ لَهِيْمَةَ .

ترجمہ : ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (قرآن کریم میں
جو ہے: ”سارہقہ صعودا“ یعنی ”عنقریب ہم چڑھائیں گے
اس کافر کو چڑھائی پر“ اس لفظ صعود کی تفسیر کرتے ہوئے)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”صعود“ آگ کا پہاڑ
ہے جس پر ستر برس تک کافر چڑھتا رہے گا۔ پھر گر جائے گا
(پھر ستر سال تک چڑھتا رہے گا، پھر گر جائے گا) اسی طرح
ہمیشہ ہوتا رہے گا۔“

دوزخ میں دوزخیوں کی جسامت

باب

مَا جَاءَ فِي عِظَمِ أَهْلِ النَّارِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ . أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ . حَدَّثَنَا
جَدِّي مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ وَصَالِحُ مَوْلَى التَّوَّامَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ضِرْسُ الْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِثْلُ أَحَدٍ ،
وَفَخِذُهُ مِثْلُ الْبَيْضَاءِ ، وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ مَسِيرَةُ ثَلَاثِ مِثَالِ الرَّبْدَةِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

وَمِثْلُ الرَّبْدَةِ كَمَا بَيْنَ الْمَدِينَةِ وَالرَّبْدَةِ . وَالْبَيْضَاءُ : جَبَلٌ مِثْلُ أَحَدٍ .

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا مُصَنَّبُ بْنُ الْقِدَامِ عَنْ

فَضِيلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ قَالَ : ضِرْسُ
الْكَافِرِ مِثْلُ أَحَدٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ ، وَأَبُو حَازِمٍ هُوَ الْأَشْجَعِيُّ اسْمُهُ
سَلْمَانَ مَوْلَى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةِ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کافر کی
ڈاڑھ قیامت کے دن احد پہاڑ جیسی ہوگی اور اس کی ران
بیضا پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کے بیٹھنے کی جگہ (اتنی وسیع
ہوگی کہ) تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی جتنی کہ مدینہ طیبہ
سے ربذہ کی مسافت ہے۔“

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ يَزِيدَ

عَنْ أَبِي الْخَارِقِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
إِنَّ الْكَافِرَ لَيَسْحَبُ لِسَانَهُ الْفَرَسَ وَالْفَرَسَ يَتَوَلَّوهُ النَّاسُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ
هَذَا الْوَجْهِ .

وَالْفَضْلُ بْنُ يَزِيدَ هُوَ كُوفِيٌّ قَدْ رَوَى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَثَمَةِ ،
وَأَبُو الْخَارِقِ لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ .

ترجمہ : ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر اپنی زبان کو گھسیٹتا ہوا چلے گا جو تین تین اور چھ چھ کوس تک پھیلی ہوئی ہوگی لوگ اس کو پاؤں تلے روندتے ہوں گے۔“

تشریح : یہ غالباً ”میدان حشر“ میں ہوگا کہ کفار دنیا میں حق تعالیٰ شانہ کی آیات اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں زبان درازی کرتے تھے اس لئے ان کو یہ سزا ملی کہ کتے کی طرح ان کی زبان باہر نکل آئی، اور زبان درازی کے بقدر تین تین اور چھ چھ کوس تک پھیل گئی۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الدُّرَيْ . حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى . أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ بْنُ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ غَاظَ جِلْدِ الْكَافِرِ اثْنَانِ وَأَرْبَعُونَ ذِرَاعًا ، وَإِنْ خَيْرُهُ مِنْهُ أَحَدٌ ، وَإِنْ خَيْرُهُ مِنْ جَهَنَّمَ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ . هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کافر کی کھال کی جسامت پچاس گز ہوگی اور اس کی ڈاڑھ اچھ پھاڑ کے برابر ہوگی اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جتنا فاصلہ کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ہے۔“

دوزخیوں کے پینے کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شَرَابِ أَهْلِ النَّارِ
حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا رِشْدِينَ بْنُ سَعْدٍ عَنْ تَمِيمِ

ابن الحریث عن دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ (کالمہل) قال کتمکیر الزیت ، فاذا ذرہٗ اِلی وجهہ سقطت فروةٌ وجہہ فیہ .

قال ابو عیسیٰ : ہذا حدیث لا ندرہٗ اِلا من حدیث رشید بن سئل ورشید بن قد نکلم فیہ .

ترجمہ : ”حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے ارشاد ”کالمہل“ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد زیتون کی تلچھٹ کی سی چیز ہے وہ اس قدر گرم ہوگی کہ جب کافر اسے اپنے منہ کے قریب لائے گا تو اس کے چہرے کی کھال پکھل کر اس میں گر پڑے گی۔“

حَدَّثَنَا زُوَيْدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ . أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي السَّمْعِ عَنْ ابْنِ حُجْبِرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنْ الْحَلِيمُ لَيَصَبُّ عَلَى رُءُوسِهِمْ قَيْظُهُدُ الْحَلِيمِ حَتَّى يَخْلَصَ إِلَى جَوْفِهِ فَيَسْلِتُ مَا فِي جَوْفِهِ حَتَّى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ وَهُوَ الْمَهْرُ ثُمَّ بَعَادُ
کا کان

وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ يُسَكِّنِي أَبَا جُبَاعٍ وَهُوَ مِصْرِيٌّ . وَقَدْ رَوَى عَنْهُ اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ .

قال ابو عیسیٰ : ہذا حدیث حسنٌ صحیحٌ غریبٌ وابنُ حُجْبِرَةَ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حُجْبِرَةَ الْمِصْرِيُّ

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم میں کھولتا ہوا پانی کافروں کے سروں پر ڈالا جائے گا۔ پس وہ سروں سے نفوذ کر جائیگا۔ یہاں تک کہ جب پیٹ تک پہنچے گا تو پیٹ کے اندر کی تمام استزیوں کو ہالے جائیگا، یہاں تک کہ وہ دوزخی کے قدموں سے نکل جائیں گی اور یہی صبر ہے جس کو قرآن کریم کی اس آیت میں بیان فرمایا ہے :

”يُصْهِرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودِ“ (الحج : ۲۰)

ترجمہ : ”اس سے ان کے پیٹ کی چیزیں (استزیوں) اور (ان کی کھالیں سب گل جاویں گی۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

پھر دوبارہ - سہ بارہ اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا جائیگا۔“

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَعْمٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ . أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ ابْنُ عَمْرٍو عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ (وَبُسْتَى مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ) قَالَ : يُقَرَّبُ إِلَى فِيهِ فَيَكْرَهُهُ ، فَإِذَا أَذِنَ مِنْهُ شَوَى وَجْهَهُ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَأْسِهِ ، فَإِذَا شَرِبَهُ قَطَعَ أَمْعَاءَهُ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهِ ، يَقُولُ اللَّهُ (وَسُقُوا مَاءً حَمِيماً فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ) وَيَقُولُ (وَإِنْ يَسْتَنِيْثُوا يُفَانُوا مِمَّا كَانُمِلَ إِشْرَى الْأَوْجُوهِ بِشْرِ الشَّرَابِ) .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

وَهَكَذَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ ، وَلَا نَعْرِفُ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ بُسْرِ إِلَّا فِي هَذَا الْحَدِيثِ .

وَقَدْ رَوَى صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسَيْرٍ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسَيْرٍ لَهُ أَخٌ قَدْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْتُهُ قَدْ سَمِعَتْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَعَبِيدُ اللَّهِ الَّذِي رَوَى عَنْهُ صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو هَذَا الْحَدِيثَ رَجُلٌ آخَرُ لَيْسَ بِصَاحِبٍ .

ترجمہ : ”حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ :

”وَيُسْقَى مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ“ (ابراہیم : ۱۶)

ترجمہ : اور اس کو دوزخ میں ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو (کے) مشابہ ہو گا جس کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا“ (ترجمہ حضرت تھانوی) کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ پانی دوزخی کے منہ کے قریب کیا جائے گا وہ اس سے گھن کرے گا پھر جب اس کے منہ سے لگایا جائیگا تو اس کے چہرے کو بھون دیگا اور اس کے سر کا چہرہ گر جائیگا پھر جب وہ اسے پئے گا تو وہ اس کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ اس کے پچھلے راستے سے نکل جائیں گی حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں :

”وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَ هُمْ“

(حمد : ۱۵)

ترجمہ : ”اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جاوے گا سو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا“۔ (ترجمہ حضرت تھانوی) نیز فرماتے ہیں :

”وَأِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ

يَشْوِي الْوُجُوهُ بِسُسِ الشَّرَابِ وَسَاءَتْ
مُرُّ تَفَقَّأ...

(الكهف: ۲۹)

ترجمہ: ”اور اگر (پلاس سے) فریاد کریں گے تو ایسے پانی
سے ان کی فریاد رسی کی جاوے گی جو تیل کی تلچٹ کی طرح
ہو گا مونہوں کو بھون ڈالے گا کیا ہی برا پانی ہو گا اور دوزخ
بھی کیا ہی بری جگہ ہو گی۔“ (ترجمہ حضرت تھانوی)

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا
رِشْدِينَ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَرِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (كَالْمَلِ
كَسِكِرِ الزَّبْتِ ، فَإِذَا قُرُبَ إِلَيْهِ سَقَطَتْ فَرَاةٌ وَجَوِيهِ فِيهِ .
وَهَذَا الْإِسْنَادُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لِيُسْرَادِي النَّارِ
أَرْبَعَةُ جُدُرٍ كَيْفُ كُلِّ جِدَارٍ مِثْلُ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ سَنَةً .
وَهَذَا الْإِسْنَادُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَوْ أَنَّ دُلُومًا مِنْ غَسَاقِ
بُهْرَاقٍ فِي الدُّنْيَا لَأَنْتَنَ أَهْلُ الدُّنْيَا .

قال أبو عيسى : هذا حديثٌ لما نَعَرَفُهُ مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ
وَفِي رِشْدِينَ مَقَالٌ ، وَقَدْ نُسِّكَلَمْ فِيهِ مِنْ قَبْلِ حِفْظِهِ .
وَمَعْنَى قَوْلِهِ كَيْفُ كُلِّ جِدَارٍ : بِمَعْنَى غِلْظِهِ .

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم
کے لفظ ”کامل“ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ روغن زیتون کی

تجھٹ کی طرح ہو گا پس جب اس کے (یعنی دوزخی کے) قریب لایا جائیگا تو اس کے چہرے کی کھال اس میں گر پڑے گی نیز دوزخ کے پردوں (سراق النار) کے بارے میں فرمایا کہ یہ چار دیواریں ہوں گی ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔

نیز فرمایا کہ غساق کا ایک ڈول اگر دنیا میں انڈیل دیا جائے تو تمام اہل دنیا بدبودار ہو جائیں۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو دَلْوَدَ . أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ
عَنِ الْأَعْمَشِيِّ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ (اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ)
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَوَّانَ فُطْرَةٍ مِنْ الرُّقُومِ
فُطِرَتْ فِي دَارِ الدُّنْيَا لَأَفْسَدَتْ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعَاشَهُمْ فَكَفَيْتَ بِهِنَّ
بَسْكَوْنُ مَطَامِنَهُ .

قَالَ أَبُو حَيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

.. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ
وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ..

(آل عمران : ۱۰۲)

ترجمہ : ”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو (جیسا)

ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) اور ارشاد فرمایا: اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو اہل دنیا پر ان کی زندگی اجیرن کر ڈالے۔ پھر اس شخص کا کیا حال ہو گا۔ جس کا یہ کھانا ہو گا؟ (نعوذ باللہ)

دوزخیوں کے کھانے کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ طَعَامِ أَهْلِ النَّارِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا قَطِيبَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يُبْلَقَى عَلَى أَهْلِ النَّارِ الْجُوعُ فَيَمْدِلُ مَا هُمْ فِيهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيَسْتَفِيمُونَ فَيَمَانُونَ بِطَعَامٍ مِنْ ضَرِيعٍ لَا يُسِينُ وَلَا يُغْنِي بِنِ جُوعٍ ، فَيَسْتَفِيمُونَ بِالطَّعَامِ فَيَمَانُونَ بِطَعَامٍ ذِي غَضَرٍ ، فَيَذْكُرُونَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُجِيزُونَ الْفَصَصَ فِي الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ فَيَسْتَفِيمُونَ بِالشَّرَابِ فَيُرْفَعُ إِلَيْهِمْ الْحِمِيمُ بِكَالِإِيَابِ الْحَدِيدِ ، فَإِذَا دَنَّتْ مِنْ وُجُوهِهِمْ شَوْتٌ وَجُوهُهُمْ ، فَإِذَا دَخَلَتْ بِطَوْنِهِمْ قَطَعَتْ مَا فِي بَطُونِهِمْ ، فَيَقُولُونَ : أَذْهُوا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ ، فَيَقُولُونَ : (أَلَمْ تَكُ تَأْتِيَكُمْ رَسُولُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَى قَالُوا فَادْعُوا وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ) قَالَ : فَيَقُولُونَ : أَذْهُوا مَالِ الْكَافِرِينَ ، فَيَقُولُونَ (يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ) ؟ قَالَ : فَيُجِيبُهُمْ (إِنَّكُمْ مَا كِثُونَ)

قَالَ الْأَعْمَشُ : نُبَيْتُ أَنَّ بَيْنَ دُعَائِهِمْ وَبَيْنَ إِجَابَةِ مَالِكٍ إِيَّاهُمْ
 أَلْفَ عَامٍ . قَالَ : فَيَقُولُونَ : اذْعُوا رَبِّكُمْ فَلَا أَحَدَ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ ،
 فَيَقُولُونَ (رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا
 فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ) قَالَ : فَيُجِيبُهُمْ (اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ)
 قَالَ : فَمَعِنَ ذَلِكَ يَنْسُوا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ ، وَهَذَا ذَلِكَ بِأَخْذُونَ فِي الرَّغِيصِ
 وَالْحُمْرَةِ وَالْوَيْلِ . قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ : وَالنَّاسُ لَا يَرْفَعُونَ
 هَذَا الْحَدِيثَ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : إِنَّمَا تَفَرَّفَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ يَمِينِ بْنِ
 عَطِيَّةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاوِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاوِ قَوْلَهُ
 وَلَيْسَ بِمَرْفُوعٍ ، وَقَطِيبَةُ بْنُ عَبْدِ الْمَزِينِ هُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

ترجمہ : ”حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں پر
 بھوک مسلط کر دی جائے گی جس کی اذیت اس عذاب کے
 برابر ہوگی جس میں وہ پہلے سے مبتلا ہوں گے۔ چنانچہ وہ بھوک
 سے بے تاب ہو کر کھانے کی فریاد کریں گے، اور ان کی فریاد
 رسی ”ضرلج“ کے کھانے سے کی جائے گی جو نہ فریہ کرے، نہ
 بھوک کو دفع کرے۔ پس وہ دوبارہ کھانے کی فریاد کریں گے،
 اب ان کی فریاد رسی ایسے کھانے سے کی جائے گی جو گلے میں
 اٹک جائے۔ اس وقت ان کو یاد آئے گا کہ دنیا میں جب ان کے
 گلے میں کوئی چیز پھنس جاتی تھی تو وہ پینے کی کسی چیز کے ذریعہ
 اسے طلق سے اتارا کرتے تھے۔ چنانچہ پانی کی التجا کریں گے،
 تب ان کو کھولتا ہوا پانی زنبوروں کے ذریعہ پکڑایا جائے گا“

پس جب گرم پانی کے وہ برتن ان کے منہ کے قریب پہنچیں گے تو ان کے چہروں کے گوشت کو بھون ڈالیں گے اور جب وہ پانی ان کے پیٹ میں داخل ہو گا تو ان کے پیٹ کے اندر کی چیزوں (انٹریوں وغیرہ) کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔ پس وہ بے تاب ہو کر کہیں گے کہ دوزخ پر مقرر فرشتوں کو پکارو، جب فرشتوں کو پکاریں گے تو فرشتے جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلائل لے کر نہیں آئے تھے؟ (اور انہوں نے تمہیں تمرد و سرکشی کے چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی تلقین نہیں کی تھی؟) وہ کہیں گے جی! رسول تو ہمارے پاس ضرور آئے تھے (مگر ہم نے ان کو جھوٹا سمجھا اور ان کی بات نہ مانی) فرشتے کہیں گے، پھر تم پڑے پکارتے رہو (اب تمہاری چیخ و پکار بے سود ہے، کیونکہ تم نے انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں کفر کیا) اور کافروں کی پکار محض رائیگاں ہے۔ اب وہ آپس میں کہیں گے کہ داروغہ جنم، مالک، کو پکارو، چنانچہ وہ مالک (داروغہ جنم کو پکاریں گے کہ: ”اے مالک! اپنے رب سے کہو کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے (یعنی ہمیں موت دیدے) مالک ان کو جواب دے گا کہ (نہیں! بلکہ) تم ہمیشہ اسی حالت میں رہو گے (موت کو موت آچکی ہے، اس لئے اب کسی دوزخی کو موت نہیں آئے گی)۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ دوزخیوں کے مالک کو پکارنے اور مالک کے (ذکورہ صدر) جواب دینے کے درمیان ہزار سال کا وقفہ ہو گا (یعنی ہزار سال تک وہ مالک کو پکارتے رہیں گے، اور ہزار سال کے بعد جواب ملیگا تو یہ کہ: بک بک مت کرو۔ تم پر موت نہیں آئے گی، بلکہ تمہیں ہمیشہ اسی

حالت میں رہنا ہے) مالک داروغہ جہنم کا مایوس کن جواب سن کر وہ آپس میں کہیں گے کہ اب اپنے رب ہی کو بلا واسطہ پکارو، کیونکہ تمہارے رب سے بہتر تو کوئی نہیں۔ چنانچہ وہ التجا کریں گے:

”اے ہمارے پروردگار! ہماری بد بختی ہم پر غالب آگئی اور کوئی شک نہیں کہ ہم گمراہ رہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس دوزخ سے نکال دے اگر دوبارہ ہم نے وہی کیا جو پہلے کرتے تھے تو ہم بڑے ظالم ہوں گے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر گدھے کی طرح آواز نکالنے اور حسرت وویل پکارنے لگیں گے۔“

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَمِيعِ بْنِ بَزِيدٍ أَبِي شُعْبَاعٍ عَنْ أَبِي السَّمْعِ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَمِيعٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (وَهُمْ فِيهَا كَالْحِلْيُونَ) قَالَ تَشْوِيهِ النَّارُ فَتَقْلَمُ شَفَتَهُ الْعُلَايَا حَتَّى تَبْلُغَ وَسطَ رَأْسِهِ وَتَسْتَرْخِي شَفَتَهُ الشُّفْلَى حَتَّى تَضْرِبَ سُرَّتَهُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ ، وَأَبُو الْهَيْثَمِ اسْمُهُ سُلَيْمَانُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الْمُؤَوَّارِيِّ وَكَانَ بَيْدِيًّا فِي جَعْفَرِ أَبِي سَمِيعٍ

ترجمہ : ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ:

ترجمہ : ”اور اس (جہنم) میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) کی تفسیر میں فرمایا کہ آگ کا فرکو جھلس دیگی۔ پس اس کا اوپر کا ہونٹ سکڑ کر سر کے درمیان تک پہنچ جائیگا اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر اس کی ناف سے جا لگے گا۔

دوزخ کی زنجیروں کی لمبائی

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ . أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي السَّمْعَنِ عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدِّيقِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَمْرٍ وَبْنِ الْمَعَامِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ أَنَّ رُضَاةً ^(۱) مِثْلَ هَذِهِ ، وَأَشَارَ إِلَى مِثْلِ الْجُمُعَةِ أُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ، وَهِيَ مَسِيرَةُ سَحَابَةٍ سَنَةً لَبَثَتْ الْأَرْضَ قَبْلَ الْإِيلِ ، وَلَوْ أَنَّهَا أُرْسِلَتْ مِنْ رَأْسِ السَّلْسِلَةِ لَصَارَتْ أَرْضَيْنِ خَرِبَتَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ أَنْ تَبْلُغَ أَصْلَهَا أَوْ قَمَرَهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَسَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ هُوَ مِصْرِيُّ . وَقَدْ رَوَى عَنْهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُهُ وَاحِدٌ مِنَ الْأَثَمَةِ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھوپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس کھوپڑی کی مثل سیسے کا گولہ آسمان سے زمین پر پھینکا جائے تو رات سے پہلے زمین پر آ رہے گا، حالانکہ یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے اور

اگر یہی سیسے کا گولہ زنجیر کے سرے سے پھینکا جائے اور چالیس سال تک دن رات چلتا رہے تب بھی اس کی انتہا کو (یا فرمایا کہ اس کی نہ تک) نہیں پہنچے گا۔

تشریح: قرآن کریم میں دوزخ کی ان زنجیروں کا ذکر ہے جن میں جہنمیوں کو جکڑا جائے گا:

.. ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا
فَاسْلُكُوهُۥ

(الحاقة: ۳۲)

ترجمہ: ”پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پینائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔“ (ترجمہ مولانا تھانوی)

قرآن کریم میں اس زنجیر کی پینائش ستر گز ذکر فرمائی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ خود اس گز کی لمبائی کتنی ہو گی۔ آخرت کے امور کا قیاس اور اندازہ دنیا کے کسی پیمانے سے نہیں کیا جاسکتا۔ الغرض اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو چیز پانچ سو سال کی مسافت صرف ایک دن میں رات سے پہلے طے کر سکتی ہے وہی چیز دوزخی زنجیر کی مسافت کو چالیس برس میں بھی طے نہیں کر سکتی۔ اسی سے اس کے طول کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیسے کے گولے کا ذکر بطور خاص اس لئے فرمایا کہ سیسہ نہایت وزنی دھات ہے، اور چیز جتنی زیادہ وزنی ہو اسی قدر سرعت سے نیچے کو گرتی ہے۔ خصوصاً جب کہ گولے کی شکل میں ہو تو اس کی رفتار اور بھی تیز ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے
 مَا جَاءَ أَنْ نَارَ كُمْ هَذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ . أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَهْمِ-
 ابْنِ مُثَنَّبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : نَارُكُمْ
 هَذِهِ الَّتِي تُوقَدُونَ جُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ خَرَجِ جَهَنَّمَ ، قَالُوا : وَاللَّهِ
 إِنْ كَانَتْ لَكَا فَيَّةُ بَارَكَ-وَلَهُ اللَّهُ ، قَالَ : فَإِنَّهَا أَفْضَلُ بِدَسْمَةٍ رِيَّةٍ مِنْ جُزْءٍ
 كُلِّهُمْ مِنْ نَارِهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَتَهَمُّ بْنُ مُثَنَّبٍ هُوَ
 أَخُو وَهْبِ بْنِ مُثَنَّبٍ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ وَهْبٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تمہاری یہ آگ جس کو تم
 روشن کرتے ہو جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے، صحابہؓ نے
 عرض کیا یا رسول اللہ: واللہ! جلانے کو تو یہی آگ کافی تھی۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخ کی آگ اس
 دنیا کی آگ سے انٹھ گئے بڑھائی گئی ہے کہ ان سترگوں میں
 سے ہر حصہ اس کی تپش کے برابر ہے۔“

تشریح : مطلب یہ کہ جلانے کو دنیا کی آگ بھی کافی تھی، مگر دنیا کی آگ کا
 دوزخ کی آگ سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ گویا دنیا کی آگ دوزخ کی آگ سے
 انٹھ درجے ٹھنڈی ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر دوزخیوں کے سامنے
 دنیا کی یہ آگ ظاہر ہو جائے تو راحت حاصل کرنے کے لئے دوڑ کر اس میں
 گھس جائیں۔ اعاذنا اللہ منها۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّورِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى
حَدَّثَنَا شَبَّانُ عَنْ فَرَّاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ : نَارُكُمْ هَذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ لِكُلِّ جُزْءٍ
مِنْهَا حَرُّهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ .

ترجمہ : ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تمہاری یہ آگ
جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے، اس کے ستر حصوں میں سے
ہر حصہ کی پیش اس آگ کی پیش کے برابر ہے۔“

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الدُّورِيُّ الْبَغْدَادِيُّ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ
أَبِي بُكَيْرٍ . حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَامِرٍ هُوَ ابْنُ بَهْدَاةَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : أَوْفِدَ عَلَى النَّارِ أَلْفُ سَنَةٍ
حَقٌّ أَحْمَرٌ ، ثُمَّ أَوْفِدَ عَلَيْهَا أَلْفُ سَنَةٍ حَتَّى ابْيَضَّتْ ، ثُمَّ أَوْفِدَ عَلَيْهَا أَلْفُ
سَنَةٍ حَتَّى اسْوَدَّتْ فَعَمِيَ سَوْدَاهُ مُظْلِمَةٌ .

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ
أَبِي صَالِحٍ أَوْ رَجُلٍ آخَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَفْعِهِ
قَالَ أَبُو عِيسَى : حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هَذَا مَوْقُوفٌ أَصَحُّ ، وَلَا أَهْلُ
أَحَادِثِهِمْ غَيْرُ يَحْيَى بْنِ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ شَرِيكٍ

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ کو ایک ہزار سال تک دھکایا

گیا، یہاں تک کہ وہ سرخ ہو گئی۔ پھر ایک ہزار سال تک
 دکھایا گیا، یہاں تک کہ سفید ہو گئی، پھر ایک ہزار سال تک
 دکھایا گیا، یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی! پس اب وہ کالی سیاہ
 تاریک ہے۔“

تشریح: دوزخ کا سیاہ اور تاریک ہونا زیادہ وحشت و عذاب کا موجب ہے
 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ پیدا ہو چکی ہیں، قیامت کے دن
 پیدا نہیں کی جائیں گی، اہل حق کا یہی عقیدہ ہے۔

باب

مَا جَاءَ أَنَّ لِلنَّارِ نَفْسَيْنِ ، وَمَا ذَكَرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ
 مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَرَّرٍ بْنُ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ
 حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ صَالِحٍ مِنَ الْأَعْمَشِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَشْنَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا وَقَالَتْ
 أَكُلْ بِنَفْسِي بِنَفْسٍ ، فَجَعَلَ لَهَا نَفْسَيْنِ : نَفْسًا فِي الشَّعَاءِ ، وَنَفْسًا
 فِي الصَّنِيفِ ، فَأَمَّا نَفْسُهَا فِي الشَّعَاءِ فَرَمَّهَرَبْرٌ ، وَأَمَّا نَفْسُهَا فِي الصَّنِيفِ
 فَسَمُومٌ .

قال أبو عيسى: هذا حديث صحيح قد روي عن أبي هريرة عن
 النبي صلى الله عليه وسلم من غير وجه ، والفضل بن صالح ليس هذا
 أهل الحديث بذات الحافظ .

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ میرے ایک حصہ نے دوسرے حصہ کو کھالیا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی، ایک سانس سردی کے موسم میں، اور ایک سانس گرمی کے موسم میں، پس سردی میں اس کا سانس لینا زمہیر ہے اور گرمی کے موسم میں اس کا سانس لینا لوہے۔“

تشریح: دوزخ کا بارگاہ الہی میں شکایت کرنا بزبانِ حال بھی ہو سکتا ہے اور اپنے حقیقی معنی پر بھی محمول ہو سکتا ہے، اور اس کو حقیقی معنی پر محمول کرنا زیادہ راجح ہے۔ مگر یہ چیز ہمارے ادراک سے باہر ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرتی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

خاک و باد و آب و آتش زندہ اند

بامن و تو مردہ باحق زندہ اند

اور ”میرے ایک حصہ نے دوسرے حصہ کو کھالیا ہے“ اس سے دوزخ کی گرمی اور تپش کی شدت مراد ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سردی اور گرمی کا نظام دوزخ کے سانس لینے سے وابستہ ہے۔ جب کہ اس کا ظاہری سبب سورج کے خط استوا سے قریب یا بعید ہونا ہے، دراصل کائنات میں جو سلسلہ اسباب کار فرما ہے اس کی بعض کڑیاں تو عام لوگوں کے لئے بھی ظاہر ہیں، اور بعض ایسی مخفی ہیں کہ جو انسانی عقل سے بھی ماورا ہیں اس لئے یہ کہنا صحیح ہو گا کہ گرمی و سردی کا سلسلہ اسباب صرف آفتاب تک محدود نہیں، بلکہ یہ سلسلہ آگے بڑھ کر دوزخ کے سانس لینے تک پہنچتا ہے۔

اہل ایمان کو دوزخ سے نکالنے کا حکم

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ وَهَشَامُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :
يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ ، وَقَالَ شُعْبَةُ : أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْكُفْرِ مَا يَزِنُ شَعْبِرَةً ، أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْكُفْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً ، أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْكُفْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً . وَقَالَ شُعْبَةُ مَا يَزِنُ
ذَرَّةً مُخَفَّفَةً .

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَابِي سَعِيدٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ .
قَالَ أَبُو عِسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (حق تعالیٰ
شانہ کی جانب سے ارشاد ہو گا) اس شخص کو دوزخ سے نکال
لو جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا اور اس کے دل میں جو
کے برابر خیر تھی۔ (یعنی ایمان تھا، چنانچہ ایسے تمام لوگوں کو
نکال لیا جائے گا، پھر حکم ہو گا کہ ہر اس شخص کو نکال لو جو
لا الہ الا اللہ کا قائل تھا اور اس کے دل میں گندم کے دانے
کے برابر خیر تھی (پھر حکم ہو گا کہ اس شخص کو دوزخ سے نکال
لو جو لا الہ الا اللہ کا قائل تھا اور اس کے دل میں جو ار کے
دانے کے برابر خیر تھی۔“

تشریح : حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ طویل حدیث، حدیث شفاعت کا
ایک حصہ ہے، جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور

کچھ اہل توحید گنہ گار بھی دوزخ میں ہونگے، اب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان گنہ گاروں کو دوزخ سے نکالنے کا ارادہ فرمائیں گے تو ان کے حق میں شفاعت کی اجازت دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء کرام علیہم السلام، ملائکہ عظام، صدیقین، شہدا اور اہل ایمان اپنے اپنے مراتب کے مطابق شفاعت فرمائیں گے اور حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے حدیں مقرر کر دی جائیں گی مثلاً ”جس شخص کے دل میں دینار کے وزن کا ایمان ہو اس کو نکال لو جس کے دل میں نصف دینار کے برابر ایمان ہو اس کو نکال لو۔ اسی طرح علی الترتیب احکامات صادر ہوں گے، یہاں تک کہ آخر میں فرمایا جائے گا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانے سے ادنیٰ مرتبے کا بھی ایمان ہو اس کو نکال لو۔ یہ حکم فرشتوں کو ہو گا۔ آخر میں فرشتے عرض کریں گے کہ:

”ربنا لم نذر فیہا خیرا“ اے پروردگار! ہم نے دوزخ میں کسی صاحب خیر یعنی صاحب ایمان کو نہیں چھوڑا۔
تب حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے:

”شفعت الملائکۃ وشفع النبیین وشفع المومنون ولم یبق الا راحم الراحمین“ فرشتوں نے بھی شفاعت کر لی۔ نبیوں نے بھی شفاعت کر لی۔ اہل ایمان بھی شفاعت کر چکے، اب صرف ارحم الراحمین باقی ہے۔

یہ فرما کر اللہ تعالیٰ دوزخ سے ایک مٹھی بھریں گے (اور بعض احادیث میں تین مٹھیوں کا ذکر آتا ہے) پس اس مٹھی کے ذریعہ ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکالیں گے جنہوں نے کبھی خیر کا کوئی کام نہیں کیا۔ غالباً ”درجات ایمان کے لئے کچھ علامات ہوں گی جن کے ذریعے فرشتے اہل ایمان کے درجات کو پہچان پہچان کر نکالتے رہیں گے۔ چنانچہ بعض احادیث میں ہے کہ آثار سجود کے ذریعے ان کو پہچانیں گے اور جن لوگوں میں فرشتوں کو ایمان کی کوئی علامت نظر نہیں آئے گی ان کو حق تعالیٰ شانہ بذات خود نکالیں گے۔ واللہ اعلم۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ مُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ: يَقُولُ اللَّهُ أَخْرِجُوا مِنْ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا أَوْ خَافَنِي فِي مَقَامٍ
قَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ
فرمائیں گے کہ اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس نے مجھے
(ایمان کے ساتھ) کسی دن یاد کیا، یا کسی مقام میں مجھ سے
ڈرا۔“

سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والے کا قصہ

حَدَّثَنَا هَنَادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ السَّامِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا، رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا،
فَيَقُولُ: يَا رَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: انْطَلِقْ فَادْخُلِ
الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ فَيَجِدِ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ، فَيَرْجِعُ
فَيَقُولُ: يَا رَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ، قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: ائْتِ كُرَى الزَّمَانِ
الَّذِي كُنْتَ فِيهِ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ، فَيُقَالُ لَهُ: تَمَنٍّ، قَالَ: فَيَتَمَتَّى، فَيُقَالُ
لَهُ: فَإِنْ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَعَشْرَةَ أَصْعَافِ الدُّنْيَا، قَالَ؟ فَيَقُولُ: أَسْتَخْرِ بِكَ
وَأَنْتَ أَلَمَّكَ، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ
حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا، یہ ایسا شخص ہوگا جو ریگلتے ہوئے دوزخ سے نکلے گا۔ پس وہ کہے گا کہ اے پروردگار سب لوگ اپنی اپنی منازل حاصل کر چکے ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ جنت کی طرف جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ جنت میں داخل ہونے کے لئے جائے گا تو لوگوں کو پائے گا کہ وہ اپنی اپنی منازل حاصل کر چکے ہیں، واپس آکر کہے گا کہ اے پروردگار! لوگ تو ساری جگہیں لے چکے ہیں (اور اب وہاں گنجائش ہی نہیں) اس سے کہا جائے گا کہ تجھے وہ زمانہ یاد ہے جس میں تو رہا کرتا تھا؟ عرض کرے گا، جی ہاں! کہا جائے گا کہ تمنا کر! (اور مانگ کیا مانگتا ہے؟) وہ (اپنے حوصلہ کے مطابق) تمنائیں کرے گا۔ پس اس سے کہا جائے گا تو نے جتنی تمنائیں کی ہیں وہ تجھے دی جاتی ہیں اور اس کے ساتھ دنیا سے دس گنا بڑی جنت دی جاتی ہے، وہ یہ سن کر کہے گا کہ آپ مالک الملک ہو کر مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ (اس کا فقرہ بیان فرما کر) ہنسے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں۔“

تشریح : اس شخص کا قصہ یہاں مختصر نقل ہوا ہے، صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں بہت مفصل ہے۔ اس شخص کا یہ کہنا کہ ”مالک الملک ہو کر مجھ سے

مذاق کرتا ہے۔“ رحمت الہی پر ناز اور فرط مسرت کی وجہ سے ہو گا۔ وہ بے چارے یہ سمجھے گا کہ جنت تو ساری بھری پڑی ہے وہاں اتنی گنجائش کہاں کہ اتنا بڑا حصہ اس کو دے دیا جائے۔ پھر شاید یہ وجہ بھی ہو کہ وہ اتنی بڑی جنت کو اپنی حیثیت سے بہت زیادہ سمجھے۔ بہر حال یہ ادنیٰ جنتی کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت و عنایت ہو گی۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر اکابر پر حق تعالیٰ شانہ کی عنایتوں اور رحمتوں کا کون تصور کر سکتا ہے؟

رحمتِ خداوندی سیّات، حسنات میں بدل دے گی

حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الزُّرَّادِ
ابْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّي
لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْ النَّارِ وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةِ ؛
يُؤْتَى بِرَجُلٍ فَيَقُولُ : سَلُوا عَنْ صِغَارِ ذُنُوبِهِ وَآخِبُوا كِبَارَهَا ، فَيَقَالُ لَهُ :
عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا ، عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِي يَوْمٍ كَذَا
وَكَذَا ؛ قَالَ : فَيَقَالُ لَهُ : فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سِتِّينَ حَسَنَةً ، قَالَ :
فَيَقُولُ ، يَا رَبِّ لَقَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ مَا أَرَاهَا هَهُنَا ، قَالَ : فَلَقَدْ رَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو پہچانتا
ہوں جو سب سے آخر میں روزِ آخر سے نکلے گا اور سب سے

آخر میں جنت میں داخل ہو گا۔ ایک آدمی کو لایا جائے گا، حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اس کے صغیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کرو اور اس کے کبیرہ گناہ چھپا رکھو، چنانچہ اس سے کہا جائے گا کہ تم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے تھے اور فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے تھے؟ (یہ تمام گناہ جتانے کے بعد) اس سے کہا جائے گا کہ تجھے ہر برائی کی جگہ نیکی دی جاتی ہے۔ وہ (رحمت الہی کی فراوانی کو دیکھ کر) بول اٹھے گا کہ یا اللہ! میں نے اور بہت سے گناہ کئے تھے جو یہاں نظر نہیں آرہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کو بیان فرما کر) ہنس رہے ہیں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں۔“

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَنْعَشِيِّ عَنْ أَبِي سُوْفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : 'بُعَذْبُ نَاسٍ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ فِي النَّارِ حَتَّى يَسْكُونُوا فِيهَا حُمَمًا ثُمَّ يُذَرِّكُهُمُ الرِّيحَةُ فَيُخْرِجُونَ وَيُطْرَحُونَ عَلَى أَبْوَابِ الْجَنَّةِ ، قَالَ : فَتَرْمِثُ عَلَيْهِمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ نِسَاءً فَيَنْبِئُونُ كَمَا يَنْبُتُ الْمُنَّاءُ فِي حِمَالَةِ السَّيْلِ ثُمَّ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ . قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ .

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل توحید میں سے کچھ لوگوں کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلے ہو جائیں گے۔ پھر رحمت ان کی دھگیری فرمائے

گی۔ پس ان کو نکالا جائے گا اور جنت کے دروازوں پر ڈالا جائے گا، اہل جنت ان پر پانی ڈالیں گے، پس وہ ایسے اگیں گے جیسے سیلاب کے کوڑے میں دانے اگتے ہیں، پھر وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔“

تشریح: جنت کے دروازے پر آب حیات کی نہر ہو گی جس میں جنم سے کوئلہ بن کر نکلنے والوں کو غسل دیا جائے گا۔ اس سے آتش دوزخ کے تمام اثرات دھل جائیں گے اور ان پر جھٹ پٹ تروتازگی کے آثار نمودار ہو جائیں گے۔ یہ حضرات پاک صاف ہو کر جنت میں داخل ہوں گے۔

اہل ایمان کی دوزخ سے رہائی

حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ . حَدَّثَنَا مَبْدُ الرَّزَّاقِ . أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ مَطَاةِ بْنِ بَسَّارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِنْقَالٌ ذَرَّةٌ مِنَ الْإِيمَانِ . قَالَ أَبُو سَعِيدٍ : قَنْ شَكٍّ فَلْيَقْرَأْ : (إِنْ اللَّهُ لَا يَظْلِمُ مِنْقَالٌ ذَرَّةٌ) قَالَ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اس بات میں شک ہو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھ لے کہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ کسی کا ایک ذرہ حق بھی نہیں مارتا۔“

تشریح: مطلب یہ کہ اگر کسی میں ذرہ ایمان ہو تو حق تعالیٰ اس کو بھی ضائع نہیں فرمائیں گے بلکہ اس کی برکت سے اس شخص کو دوزخ سے نجات عطا فرمائیں گے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ . أَخْبَرَنَا
رِشْدِينُ . حَدَّثَنِي ابْنُ نُعْمٍ عَنْ أَبِي عُمَانَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنْ رَجُلَيْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اشْتَدَّ
صِيَاهُمَا ، فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ : أَخْرِجُوهُمَا ، فَلَمَّا أَخْرَجَا قَالَ لَهُمَا : لِأَيِّ
نَفْسٍ اشْتَدَّ صِيَاكُمَا ؟ قَالَا : فَعَلْنَا ذَلِكَ لِتَرْحَمَنَا ، قَالَ : إِنْ رَحِمَ
لَكُمْ أَنْ تَنْطَلِقَا فَنُفِقِيَا أَنْفُسَكُمَا حَيْثُ كُنْتُمَا مِنَ النَّارِ ، فَيَنْطَلِقَانِ
فَيُلْقِي أَحَدُهُمَا نَفْسَهُ فَيَجْعَلُهَا عَلَيْهِمْ بَرْدًا وَسَلَامًا ، وَيَقُومُ الْآخَرُ فَلَا يُلْقِي
نَفْسَهُ ، فَيَقُولُ لَهُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ : مَا مَنَعَكَ أَنْ تُلْقِي نَفْسَكَ كَمَا أَلْفَى
صَاحِبُكَ ؟ فَيَقُولُ : يَا رَبِّ إِنِّي لَا أَزُجُّ أَبَ لَا تُعِيدَنِي فِيهَا بَعْدَ
مَا أَخْرَجْتَنِي ، فَيَقُولُ لَهُ الرَّبُّ : لَكَ رَجَاؤُكَ ، فَيَدْخُلَانِ جَمِيعًا الْجَنَّةَ
بِرَحْمَةِ اللَّهِ .

قال أبو عيسى: إسناده هذا الحديث ضعيف، لأنه عن ريشدين بن
سمد، وريشدين بن سمد هو ضعيف عند أهل الحديث عن ابن نمير وهو
الأفريقي والأفريقي ضعيف عند أهل الحديث.

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دو آدمی جو دوزخ میں
داخل ہوں گے ان کی چیخ و پکار سخت ہو جائے گی۔ رب

تبارک و تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ ان دونوں کو نکال لو، جب ان کو نکال لیا جائے گا تو حق تعالیٰ شانہ ان سے فرمائیں گے کہ تم کس وجہ سے اس قدر چیخ رہے تھے۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے ایسا اس لئے کیا تاکہ آپ ہم پر رحم فرمائیں، حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کہ میری رحمت تمہارے لئے یہی ہے کہ تم واپس جا کر اپنے آپ کو دوزخ میں وہیں ڈال دو جہاں تم پہلے تھے چنانچہ وہ دونوں چلے جائیں گے۔ ان میں سے ایک تو اپنے کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ اللہ تعالیٰ دوزخ کو اس کے حق میں ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیں گے اور دوسرا شخص کھڑا رہے گا۔ اپنے آپ کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ حق تعالیٰ شانہ اس سے فرمائیں گے کہ تو اپنے آپ کو دوزخ میں کیوں نہیں ڈالتا کہ جس طرح تیرے رفیق نے کیا۔ وہ عرض کرے گا۔ الہی! میں (تیری رحمت سے) یہ امید رکھتا ہوں کہ جب آپ نے ایک بار مجھے دوزخ سے نکال لیا تو دوبارہ اس میں نہیں ڈالیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ و عم نوالہ فرمائیں گے کہ جا! تجھ سے تیری امید کے موافق معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دونوں کو بیک وقت جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

تشریح: حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد کہ ”میری رحمت تمہارے حق میں یہی ہے کہ تم اپنے آپ کو دوزخ میں ڈال دو“ بطور امتحان و آزمائش کے ہو گا، کبھی رحمت بصورتِ قہر ہوتی ہے، دیکھنے والوں کو اس سے دھوکا ہو جاتا ہے، دنیا میں جو مصائب و تکالیف بندہ مومن پر آتی ہیں وہ حق تعالیٰ شانہ کی عنایت و رحمت ہیں، مگر ہم ظاہر بینوں کو اس رحمت و عنایت کا ادراک مشکل ہوتا

ہے۔ اس کے برعکس کبھی قرالی نعمتوں کی صورت میں نازل ہوتا ہے، یہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے استدراج ہوتا ہے مگر ظاہر میں ایسے شخص کو مورد نعمت سمجھتے ہیں۔

ان دو شخصوں میں سے ایک نے تفویض و تسلیم کا راستہ اپنایا، اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت سے اس کے حق میں ناز کو گلزار کر دیا۔ دوسرے نے حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کا دامن تھما، اور حق تعالیٰ شانہ نے اس سے اس کے گمان کے مطابق معاملہ فرمایا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَمِيعٍ . حَدَّثَنَا
الْحُسَيْنُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْمُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَيَعْرُجَنَّ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِي
بُسْمُونٌ جَهَنَّمِيُّونَ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .
وَأَبُو رَجَاءٍ الْمُطَارِدِيُّ أَنَسُهُ عِمْرَانُ بْنُ نَسِيمٍ ، وَبُفَالُ ابْنُ يَلْحَانَ .

ترجمہ : ”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگوں کو میری شفاعت پر اودرخ سے نکالا جائے گا، ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا۔“

تشریح : ان حضرات کا نام ”جہنمی“ تجویز کیا جانا ان کی تحقیر و تذلیل کے لئے نہیں ہو گا بلکہ حق تعالیٰ شانہ کے احسان عظیم کی یاد دہانی اور اس پر شکر مزید کے لئے ہو گا، جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کو ”عقلاء الرحمن“ کہا جائے گا یعنی ”رحمن کے آزاد کردہ“ گویا یہ لوگ اصل مستحق تو جہنم ہی کے تھے، مگر رحمت خداوندی نے ان کی دستگیری فرمائی اور اپنے محبوب صلی اللہ

علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو دوزخ سے رہائی عطا فرمادی۔ پس رحمت خداوندی کا ان کی طرف متوجہ ہو جانا ان کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہو گا۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا رَأَيْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا ، وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا . قَالَ أَبُو عِيَسَى : هَذَا حَدِيثٌ إِتْمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَيَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْحَدِيثِ ، نَكَلَمَ فِيهِ شُعْبَةَ ، وَيَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ هُوَ ابْنُ زَوْهَبٍ وَهُوَ مَدَنِيٌّ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جہنم جیسی چیز نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والے سو رہے ہوں ، اور نہ جنت جیسی دیکھی ، جس کے طالب سو رہے ہوں۔“

تشریح : یہ حدیث سند کے اعتبار سے کمزور ہے مگر مضمون صحیح ہے۔ یعنی دوزخ ایسی خوفناک چیز ہے کہ اگر اس کا منظر ہم پر کھل جائے تو نیند اڑ جائے اور جنت ایسی دولت عظمیٰ ہے کہ اگر اس کی حقیقت کھل جائے تو اس کے شوق میں راتوں کی نیند حرام ہو جائے ، اس لئے جہنم سے بھاگنے والوں اور جنت کا اشتیاق رکھنے والوں کے میٹھی نیند سونے پر جتنے بھی تعجب کا اظہار کیا جائے کم ہے۔

جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہوگی

باب

مَا جَاءَ أَنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ النِّسَاءَ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ . حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ .
حَدَّثَنَا أَبُو عَنْ أَبِي رَجَاهِ الْمُطَارِدِيُّ ، قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ :
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَطْلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ
أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ ، وَأَطْلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ .

ترجمہ : ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت میں
جھانک کر دیکھا تو وہاں کے لوگوں میں اکثریت فقرا کی نظر آئی
اور میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو وہاں کے لوگوں میں
اکثریت عورتوں کی نظر آئی ہے۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ
جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ النَّخَعِيُّ ، قَالُوا : حَدَّثَنَا عَوْفٌ هُوَ ابْنُ أَبِي جُعَيْلَةَ عَنْ
أَبِي رَجَاهِ الْمُطَارِدِيِّ عَنْ عِزَّانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَطْلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ ، وَأَطْلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ
فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

وَمَكَدًا يَقُولُ عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاهِ عَنْ عِزَّانَ بْنِ حُصَيْنٍ ، وَيَقُولُ
أَبُو عَنْ أَبِي رَجَاهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ، وَكِلَا الْإِسْنَادَيْنِ لَيْسَ فِيهِمَا مَقَالٌ .

وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ أَبُو رَجَاءَ سَمِعَ مِنْهُمَا جَمِيعًا . وَقَدْ رَوَى غَيْرُ عَوْنٍ ابْنًا
هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي رَجَاءَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ .

ترجمہ: ”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے

دوزخ میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگوں میں اکثریت

عورتوں کی ہے اور جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگوں

میں اکثریت فقرا کی ہے۔“

تشریح: جنت میں فقرا کی اکثریت ہونا تو ظاہر ہے کہ فقرا میں جنت والے

اعمال کی زیادہ رغبت ہے اور مالدار جنت والے اعمال میں اکثر کوتاہی اور

غفلت کا شکار ہوتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

اور جہنم میں عورتوں کی اکثریت کی وجہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے منقول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کہ تم صدقہ

کیا کرو، کیونکہ مجھے دوزخ میں تمہاری اکثریت دکھائی گئی ہے۔ انہوں نے اس

کا سبب دریافت کیا تو فرمایا:

”تكثرن اللعن وتكفرن العشير“

ترجمہ: ”تم لعنت زیادہ کرتی ہو“ اور اپنے شوہر کی ناشکری

کرتی ہو۔“

دوزخ میں جس شخص کو سب سے کم

عذاب ہو گا وہ کون ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيْلَانَ . حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ

شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الثُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ فِي إِنْخِصٍ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ.

قَالَ أَبُو عِيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

وَفِي النَّبَاطِ عَنِ الثَّبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمَطَّابِ، وَابْنِ سَعِيدٍ الْخُذَرِيُّ، وَابْنِ مَرْبُوتَةَ.

ترجمہ: ”حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہو گا، جس کے پاؤں کے تلوؤں کے اس حصے میں جو زمین سے نہیں لگتا، آگ کے دو شعلے ہوں گے، جن کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح ابلتا ہو گا، جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے۔“

تشریح: جیسے کہ صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں میں آیا ہے، یہ ابو طالب ہوں گے، جن کو تمام اہل دوزخ میں سب سے ہلکا عذاب ہو گا کہ ان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے، جس کی گرمی سے اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح ابلتا ہو گا۔ اس حدیث سے دوزخ کے عذاب کی شدت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں۔

اللهم إنا نعوذ بك من عذاب جهنم،
ونعوذ بك عذاب القبر، ونعوذ بك من فتنة
المسيح الدجال، ونعوذ بك من فتنة المحيا
والممات، اللهم إنا نعوذ بك من المأثم والمغرم.

ترجمہ : ”اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں دوزخ کے عذاب سے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں قبر کے عذاب سے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں مسیح دجال کے فتنے سے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں زندگی اور موت کے فتنوں سے، اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں گناہ سے اور تاوان سے۔“

جنتی کون ہے اور دوزخی کون؟

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو نَاسِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبُدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ : سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخَزَاعِيَّ يَقُولُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ : كُلُّ ضَمِيمٍ مُتَضَمِّنٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرٍّ . أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ : كُلُّ عَتَلٍ جَوَاطِئٍ^(۱) مُتَسَكِّبٍ .

قَالَ أَبُو عِيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اہل جنت کون ہیں؟ ہر کمزور جس کو کمزور سمجھا جاتا ہے، اگر وہ قسم کھالے اللہ پر تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔ کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ دوزخی کون ہیں؟ ہر بد مزاج، سخت طبع، جمع کر کے روکنے والا، متکبر۔“

تشریح : یعنی جنتیوں کے اوصاف یہ ہیں، اور دوزخیوں کے یہ، اور یہ

اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور اکثریت کے بیان فرمائے ہیں۔

اہل جنت کے اوصاف:

ہر کمزور جس کو لوگ کمزور سمجھتے ہوں، اور اس کو بنظر حقارت دیکھتے ہوں، یا وہ خود اپنے آپ کو کسی قطار و شمار میں شمار نہ کرتا ہو، نرم دل ہو، اور ایمان کی وجہ سے اس کی طبیعت میں چمک اور نرمی پائی جاتی ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا ایسا مرتبہ ہے کہ اگر وہ قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے۔

دوزخیوں کے اوصاف:

دوزخیوں کے بارے میں فرمایا اکھڑ مزاج، سخت طبع، مال کو جمع کرنے والا، اور کسی کو نہ دینے والا، متکبر، خلاصہ یہ کہ اس کی طبیعت میں عجز اور نرمی نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ دوزخ سے اور دوزخیوں کے احوال سے محفوظ رکھے۔